ریاض الاحزان

شامِ غریباں سے واپسی مدینہ تک
کے حالات

مؤلفہ

آقائی سیّد محمّد حسن قزوینی

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ

Presented by www.ziaraat.com

ریاض الاحزان

(واقعات شامِ غریباں تا واپسیٔ مدینہ)

مؤلف

آقای سیّد محمد حسن قزوینی

مترجم

علامہ اثیر جاڑوی

پیش کش

سیّد محمد شبّر عباس

ناشر — ولی العصر ٹرسٹ رتّہ متّہ
ضلع جھنگ

Presented by www.ziaraat.com

دائمی حقوق بنام سید محمد شبر عباس محفوظ ہیں

نام کتاب ______ ریاض الاحزان (جلد دوم)

مؤلف ______ آقای سید محمد حسن قزوینی

سن اشاعت ______ ۱۹۹۰ء بمطابق ۱۴۱۰ ہجری

بار اول ______ ایک ہزار

مطبع ______

کتابت ______ نذیم اختر

ناشر ______ ولی العصر ٹرسٹ رتہ منہ

ہدیہ ______

سٹاکسٹ

افتخار بک ڈپو (رجسٹرڈ) اسلام پورہ لاہور

Presented by www.ziaraat.com

انتساب

میں اس کتاب کو خاتونِ جنت حضرت
فاطمۃ الزہرا سلام اللہ تعالےٰ علیہا کی
خدمتِ اقدس میں پیش کرتا ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

عرضِ ناشر

ریاض الاحزان یعنی غموں کے باغ جیسے کتاب کے نام سے ظاہر ہے مصائب کی قدیم ترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کتاب کے مولف آقای سید محمد حسن قزوینی قدس سرہٗ نے کتاب کے اس حصہ میں شامِ غریباں سے لے کر واپسیِ مدینہ تک کے حالات نہایت تفصیل سے قلمبند فرمائے ہیں۔ خاص کر قافلہ اسیران شام کی کربلا سے دمشق تک چالیس منازل کا مکمل ذکر ہے۔ آقای قزوینی سید صدرالدین قزوینی مولف ریاض القدس کے والد گرامی تھے۔ میری بہت کوشش کے باوجود اس کتاب کا حصہ اول پاکستان، ایران عراق و شام سے ہنوز دستیاب نہیں ہو سکا جب مل گیا انشاءاللہ حاضر خدمت کروں گا میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بوسیلہ چہاردہ معصومین میری اس حقیر کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس کا جو اجر ہو اس سے میرے والدین مرحومین کے درجات بلند ہوں۔

خاکپائے آلِ محمد

شبیر عباس

Presented by www.ziaraat.com

سبب تالیف

از آقائی صدر الدین واعظ قزوینی فرزند مؤلف

یوں تو مقتل سید الشہدا میں مروجہ کتب کی کمی نہ تھی۔ صحرائے تاریخ کے خارزار میں آبلہ پا ہو کر گل چینی کرنے والے علمائے مذہب حقہ نے اپنی زندگی کی قربانی دے کر مدینہ سے کربلا کربلا سے شام اور شام سے واپس مدینہ تک کے چھوٹے بڑے واقعات کو جمع فرما دیا تھا۔

لیکن تشنگان تحقیق اور متلاشیان تدفین کی نہ تو تشنگی میں کمی آتی تھی۔ اور نہ ہی شوق جستجو میں کوئی فرق آیا تھا۔ کیونکہ ہر مولف نے اپنے طور پر صرف انہی واقعات پر اکتفا کر لیا تھا۔ جو انہیں جسے ملے اور جہاں سے مل گئے۔ ان میں نہ تو کسی قسم کی ترتیب تھی۔ اور نہ تسلسل۔

میرے والد مرحوم نے زیر نظر کتاب میں قرینہ کر کے یہ کوشش فرمائی ہے کہ واقعات سید الشہدا کو روانگی مدینہ سے قافلہ آل محمد کی مدینہ واپسی تک ایک ترتیب دی ہے۔ اور روایات کی چھان پھٹک کر کے واقعات میں تسلسل پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے

اگرچہ تاریخ کے صدیوں پر محیط بہت بڑے جنگل سے واقعات کی تلاش اور انہیں مرتب کرنا ایک مشکل اور کٹھن مرحلہ ہے۔ پھر اموی اور عباسی دور جن میں آل محمدؐ پر مظالم کی ہر صورت کو آزمایا گیا۔ ایسی آٹھ صدیوں کی گرد کی تہ میں چھپے ہوئے واقعات کو یکجا ایک لڑی میں پرونا محال تھا۔ بلکہ آج بھی محال ہے۔ کیونکہ جب قاتل مورخ بن جائے۔

Presented by www.ziaraat.com

جب ظالم داستان سرا بن جائے تو حقائق کی تلاش ناممکن ہو جاتی ہے اور سالوں کی محنت کے باوجود بھی کربلا کا کوئی بھی واقعہ نگار یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ جو کچھ میں نے لکھ دیا ہے حرف بحرف صحیح ہے۔ اور اس کی ترتیب میں سر مو فرق نہیں کیونکہ یہ دعویٰ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس نے اموی اور عباس دور کا مکمل مطالعہ کیا ہو اور ان ادوار کے ہر پہلو پر نظر بالغ رکھتا ہو۔ بایں ہمہ میرے والد مرحوم نے اپنی طرف سے ایک کوشش کی ہے اور میرے خیال میں وہ اپنی کوشش میں کافی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔

ہزار کوشش کے باوجود پھر بھی بعض مقامات ایسے آگئے ہیں جہاں ترتیب دھندلی دھندلی سی نظر آتی ہے۔

جب میں نے ان کا یہ مسودہ دیکھا تو میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اس عظیم تحقیق کو امت مسلمہ کے عظیم تر مفاد کے پیش نظر عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ تاکہ ایک تو میرے والد محترم کے اجر میں اضافہ ہو۔ صدقہ جاریہ رہ جائے اور دوسرا مصائب آل محمد پڑھنے والوں کے ہاتھوں میں باہ تحقیق کھل جائے۔ اور ان کے لیے اس سلسلہ میں مشکل اگر ختم نہ بھی ہوں تو کم از کم کم ضرور ہو جائیں۔

میری دعا ہے خداوند قدوس بطفیل آل محمد اس تالیف سے قارئین کو مستفید فرمائے اور ہماری اس کوشش کو شرف قبولیت سے مشرف فرمائے۔ آمین

سید صدر الدین قزوینی
ولد سید محمد حسن قزوینی

Presented by www.ziaraat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ	۹	۱۶۔	لشکر یزید کے جانے کے بعد	۹۳
۲۔	شب عاشور	۱۲	۱۷۔	سرزمین کوفہ	۱۲۴
۳۔	فرزندان امیر مسلم	۱۷	۱۸۔	دفن شہداء	۱۳۳
۴۔	حارث کا انجام	۲۱	۱۹۔	تغسیل و تدفین امام	۱۴۰
۵۔	مشکور کی شہادت	۳۷	۲۰۔	اسیران آل محمدؐ کے استقبال کی	
۶۔	قصہ جمال	۴۰		کوفہ میں تیاریاں۔	۱۵۴
۷۔	جناب فاطمہ صغریٰ کو اطلاع		۲۱۔	کوفہ میں درود	۱۵۶
	شہادت	۵۱	۲۲۔	دربار کوفہ میں پیشی	۱۶۸
۸۔	دختر یہودی کو شفا	۵۳	۲۳۔	شہادت عبداللہ ابن عفیف	۱۸۱
۹۔	مدینہ سے ندائے ہاتف	۵۸	۲۴۔	مدینہ میں خبر شہادت	۱۸۹
۱۰۔	سر شبیر میں تندور میں	۶۰	۲۵۔	کوفہ میں چند قاتلین حسین	
۱۱۔	سر مظلوم خانہ شمر میں	۶۲		کا انجام۔	۱۹۵
۱۲۔	خانہ خولی میں	۶۵	۲۶۔	کوفہ سے سوئے شام	۲۲۱
۱۳۔	گیارہ محرم	۶۹	۲۷	مختلف منازل	۲۲۵
۱۴۔	کربلا میں گیارہ محرم	۷۸	۲۸	واقعہ شیرین	۲۴۰
۱۵۔	اسیران آل محمد اور لاشہ ہائے شہداء	۸۴	۲۹	سرزمین شام	۲۹۰

Presented by www.ziaraat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۰۔	عداوت فرزند رسولؐ و یزید	۳۰۲
۳۱۔	اسیران آل محمد شام میں	۳۱۴
۳۲۔	سہل ابن سعد کا واقعہ	۳۲۰
۳۳۔	باب الساعات	۳۲۹
۳۴۔	یزید کو بشارت	۳۳۱
۳۵۔	سرہائے شہداء اور دربار یزید	۳۴۰
۳۶۔	دربار یزید اور سر فرزند رسول	۳۵۱
۳۷۔	عبدالوہاب نصرانی	۳۶۰
۳۸۔	جناب سجاد دربار یزید میں	۳۶۶
۳۹۔	نبی زادیاں اور دربار یزید	۳۸۰
۴۰۔	زندان شام	۴۰۸
۴۱۔	سکینہ بنت الحسین	۴۱۸
۴۲۔	خطیب یزید اور خطیب آل محمدؐ	۴۲۳
۴۳۔	آل محمد خانہ یزید میں	۴۳۳
۴۴۔	رہائی	۴۳۸
۴۵۔	مزارات شہداء پر	۴۴۲
۴۶۔	آل محمد مدینہ رسول میں	۴۴۷
۴۷۔	جناب محمد ابن حنیفہ	۴۶۰
۴۸۔	جناب رباب	۴۷۲
۴۹۔	امام سجاد	۴۷۶
۵۰۔	یزید بنام عبداللہ ابن عباس	۴۸۶
۵۱۔	جناب مختار اور آل محمد	۵۰۵
۵۲۔	زید ابن علی	۵۰۹
۵۳۔	یحییٰ ابن زید	۵۲۱
۵۴۔	شہادت محمد و ابراہیم	۵۲۶
۵۵۔	ہارون رشید اور اولاد زہرا	۵۲۹
۵۶۔	شہادت سعید ابن جبیر	۵۳۴
۵۷	شہادت جناب قنبر	۵۴۳
۵۸	شہادت جناب کمیل	۵۴۵
۵۹	اولاد زہرا دیواروں میں	۵۴۷
۶۰	متوکل اور مزار شبیر	۵۵۰
۶۱	محمد ثقفی کا انجام	۵۵۶

Presented by www.ziaraat.com

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں اپنے دل کو اس اللہ کی جانب متوجہ کرنے چلا ہوں۔ جو کسی اعتبار سے عاجز نہیں ------ جو ہر ایک سے بے نیاز ہے --- وہ اللہ جو معبود مطلق ہے ------ وہ اللہ جو ہر قاصد کا مقصود اور طالب کا مطلوب ہے۔ ایسا رحمان جو کبھی اکتا نہیں جاتا۔ ایسا رحیم جس کی نوازش کا کوئی وقت نہیں ------- ایسا احد جس کا کوئی عدد نہیں ----- ایسا لاتمناہی جس کی کوئی مدت نہیں ---- ایسا بیدار جسے کبھی اونگھ نہیں آئی ------ ایسا جبار جسے کبھی وہم تک نہیں ہوا ----- ایسا تقدیر کنندہ جو ہمیشہ سے بے نظیر ہے ----- ایسا مدبر جو کسی معاون کا محتاج نہیں ------ ایسا بے مثل کہ اسکا کوئی ہم سر نہیں ------ ایسا باعزم کے اس کے ارادہ میں تغیر نہیں ... ایسا دائمی کہ اسے فنا نہیں ...... ایسا زندہ کہ اسے کبھی موت نہیں ...... ایسا قدیم کہ جس کا سلسلہ کہیں رکتا نہیں

Presented by www.ziaraat.com

ایسا کریم کہ جس کی سخاوت کی انتہا نہیں ـــــــــ ایسا حکیم کہ اسے کبھی فکر کی ضرورت نہیں ـــــــــ ایسا عالم کہ اسے کبھی نسیان نہیں" ـــــــــ ایسا دانا کہ محتاج ضمیر نہیں ـــــــــ ایسا مددگار کہ کسی وسیلہ کا محتاج نہیں ـــــــــ ایسا سلطان کہ کسی وزیر کا ضرورت مند نہیں ـــــــــ ایسا سمیع جو کسی آلہ کا پابند نہیں۔ ـــــــــ جس کی تعریف سے الفاظ کوتاہ۔ ـــــــــ جس کے ادراک سے طائر عقل و فکر حیران۔

اے اللہ تجھے پیشوائے انبیائے عظام ـــــــــ مقتدائے آئمہ کرام ـــــــــ نبی خاص و عام ـــــــــ سید البشر ـــــــــ شفیع روز محشر ـــــــــ عنوان عہد نامہ وفا ـــــــــ میزبان مہمان خانہ صدق و صفا ـــــــــ شمع تمام اصفیا ر مصور گلشن طریقت ـــــــــ عقدہ کشائے گلستان حقیقت ـــــــــ ثمرہ شجرہ خلت ـــــــــ نور انور دولت مبلغ ملت ـــــــــ بلبل چمستان رسالت ـــــــــ عندلیب بوستان شجاعت ـــــــــ دردریائے سخاوت ـــــــــ ناخدائے کشتی ادت ـــــــــ ماہ خطہ وفا ـــــــــ گوہر دردرج بطحا ـــــــــ اختر برج طہٰ ـــــــــ علت غائی ارض و سماء ـــــــــ محمد مصطفیٰ ـــــــــ وہ شہنشاہ کہ۔

لعمرک کا حرف لام جس کے تاج شاہانہ کی رونق ہے۔

انا فتحنا لک فتحا مبینا کا حرف ف جس کی فتح کی ضمانت ہے۔

انا ارسلناک کا حرف الف جس کے علم کا بانس ہے۔

طٰہٰ کا حرف ط جس کی حکومت کا منشور طہارت ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

خلقہ کا حرف خ جس کی تخلیق پاکیزہ کا شاہد ہے۔
یٰسین کا حرف ی جس کی شمیم عنبر نسیم کی تمہید ہے۔
سبحان الذی اسری کا حرف س جس کے ایک سفر کی مختصر داستان ہے۔
فاوحی الی عبدہ ما اوحی کا حرف ح جس کے محرم راز ہونے کا اشارہ ہے۔
جس کی نگاہوں میں دنیا و آخرت، ملک و ملکوت غیب و شہادت اور تمام ممکنات محفوظ ہیں۔ ــــــ اٹھارہ ہزار عالم کی ہر مخلوق جس کی خدمت کو اپنے لیے طرۂ امتیاز سمجھتی ہے کا واسطہ۔
اے اللہ تجھے اپنے نبی مصطفےٰ کے خلیفہ اور اس کے گیارہ برحق اولیاء کا واسطہ وہ آئمہ جو روح غیب الغیب کا قالب ــــــ نقطہ دائرہ مطالب حامیان دین مبین ــــــ راہروان جادہ یقین ــــــ بے عیب و معصومین ــــــ انگشتر تخلیق کے یاقوت ــــــ شہبازان آشیانہ وحدت ــــــ سفیران ملکوت ــــــ وزرائے مملکت جبروت۔
میری اس سعی قلیل کو قبول فرما۔

Presented by www.ziaraat.com

شب عاشور

اس ذیل میں ہم وہ واقعات بیان کرنے چلے ہیں جن کا تعلق بعد از شہادت نواسہ رسول اور بعد از تاراجی خیام سے ہے۔ ان واقعات میں سے کچھ ایسے واقعات جو خطہ کربلا سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض واقعات بیرون کربلا سے ہیں

خطہ کربلا کے واقعات میں سے شہادت جگر پارہ علی و بتول کے بعد خون کی بارش ہوئی اور ایسی بارش ہوئی جس کے نشانات کپڑوں، درختوں کے پتوں اور دیواروں پر مدت مدید تک رہے۔ یہ واقعہ ہے جسے شیخ مفید نے غیاث ابن ابراہیم کے ذریعہ امام صادق سے روایت کیا ہے امام صادق نے اپنے والد گرامی قدر کی وساطت سے امام سجاد سے نقل کیا ہے کہ۔

جناب ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں کہ۔

یوم عاشور کی عصر کو میری طبیعت کسی غیر شعوری غم سے مغموم ہوئی چنانچہ میں اسی عالم پریشانی میں سوگئی۔ جب سے آنحضور نے دار فانی سے کوچ فرمایا تھا اس دن سے کبھی مجھے عالم خواب میں نہیں ملے تھے۔ مگر اس دن جونہی میری آنکھ لگی عالم خواب میں میں نے آنحضور کو دیکھا ـــــــ آپ کے بال پریشان

Presented by www.ziaraat.com

تھے۔ سر میں خاک تھی۔ گریبان چاک تھا۔ آنکھیں بہہ رہی تھیں۔

میں نے آگے بڑھ کے عرض کی۔ اللہ آپ کو نہ رلائے آپ کیوں رو رہے ہیں؟۔

آپ نے فرمایا:۔

ام سلمہ! کیا تو میری وہ دی ہوئی مٹی بھول گئی ہے؟ میں نے تجھے بتایا تھا کہ میرے علیؑ زہراؑ اور حسنؑ کے بعد اس مٹی کا خیال رکھنا جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا میرا حسین شہید ہو گیا ہے۔ ابھی ابھی میری ظالم امت نے میرے پارہ جگر کو بڑے ظلم سے شہید کر دیا ہے۔ میرے سر میں خاک کربلا ہے میں وہیں سے آرہا ہوں۔

یہ سنکر میں گھبرا گئی اسی عالم پریشانی میں اٹھی۔ دوڑ کر اندر گئی۔ شیشی اٹھائی دیکھا تو شیشی سے جیسے خون ابل رہا ہو۔

اس کے بعد جناب ام المومنین ام سلمہ نے شیشی سے خون لیا اپنے چہرہ اور سر کو خضاب کیا۔ وا محمداہ۔ وا حسیناہ کے بین کرتی ہوئی باہر آئیں۔ صف ماتم بچھائی۔ جیسے جیسے ہاشمی مستورات سنتی گئیں جمع ہوتی گئیں۔ پھر غیر ہاشمی مستورات نے بھی آنا شروع کر دیا۔ ہر ایک کو بی بی وہ شیشی دکھا دکھا کر بتاتی رہیں کہ راکب دوش نبی شہید ہو گیا ہے۔ کئی مستورات نے گریبان چاک کر ڈالے سروں میں خاک ڈالی۔ ماتم کرتی ہوئی مزار رسول پر آئیں۔

جناب ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جب ہم روضہ رسول پر گئے اور جا کر بوسہ دیا تو دیکھا روضہ رسول لرز رہا تھا ہم میں سے کوئی بھی مستور اپنے قدموں پر سنبھل نہ سکتی تھی۔

Presented by www.ziaraat.com

منتخب طریحی میں یہی واقعہ ذرا مفصل ہے مناسب ہوگا اگر اسے بھی ہدیہ قارئین کر دیا جائے۔ اگرچہ کچھ نہ کچھ تکرار تو ہوگا۔ لیکن اس واقعہ میں کچھ نئے نکات بھی ہیں۔

جناب ام سلمہ سے منقول ہے کہ ایک دن نبی اکرم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ بستر پر سوئے ہوئے تھے۔ اپنی چشم تصور سے آج بھی دیکھ رہی ہوں کہ آپ نے اپنا دایاں پاؤں بائیں ٹانگ پر رکھا ہوا ہے۔ کہ اتنے میں حسین آگیا جو اس وقت تین برس اور کئی ماہ کا تھا۔ جب آپ نے شہزادہ کو دیکھا تو فرمایا:۔

مرحبا بقرۃ عینی ۔ میری آنکھوں کا نور خوش آمدی

مرحبا بثمرۃ فؤادی ۔ میرا پارہ دل مرحبا

شہزادہ آیا آنحضور کے سینہ پر بیٹھ گیا کافی وقت گذر گیا۔ میں گھبرا گئی کہ کہیں آپ تھک نہ گئے ہوں۔

میں نے چاہا کہ شہزادے کو اٹھالوں۔

آنحضور نے جب میرا ارادہ بھانپا تو مجھے فرمایا۔ رہنے دے ام سلمہ میرا حسینؑ جب چاہے گا خود اتر جائے گا۔

ام سلمہ تجھے معلوم ہونا چاہیے۔ اگر کسی نے میرے حسین کے ایک بال کو تکلیف دی وہ یہ سمجھے کہ اس نے میرے پورے وجود کو مبتلائے تکلیف ہی کیا ہے۔

چنانچہ میں باہر چلی آئی اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ کچھ ہی دیر گذری تھی کہ میں نے ان کے گریہ کی آواز سنی۔ میں دوڑ کر اندر گئی اور حیران تھی کہ بڑی مسرت

Presented by www.ziaraat.com

سے آپ شہزادے کو پیار کر رہے تھے اور کیا ہوا ہے کہ آپ گریہ فرمانے لگے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اللہ آپ کی آنکھ میں آنسو نہ دکھائے خیریت تو ہے؟

میں نے قریب جا کر دیکھا تو آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی اسے دیکھ دیکھ کر آپ بے ساختہ روئے جا رہے تھے۔ مجھے فرمایا۔ ام سلمہ کیا تو یہ دیکھ نہیں رہی کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ آقا! یہ کیا ہے اور اس کو دیکھ کر رونے کا کیا سبب ہے؟۔

آپ نے فرمایا۔

یہ خاک کربلا ہے جو ابھی جبریل مجھے دے کے گیا ہے اور اس نے بتایا ہے کہ میرا حسین اسی کربلا میں شہید ہو گا اور یہ مٹی مقتل و مدفن حسینؑ کی ہے۔

ام سلمہ یہ خاک اپنے پاس محفوظ رکھے جب یہ مٹی خون ہو جائے سمجھ لینا میرا حسین شہید ہو گیا ہے۔

البتہ یہ اس وقت ہو گا جب میں بھی نہ رہوں گا۔ اس کی ماں بھی نہ ہو گی۔ اسکا بابا علیؑ اور بھائی حسنؑ بھی نہیں ہو گا۔

میں نے وہ مٹی لے لی اسے دیکھا پھر سونگھا مشک کی طرح خوشبو مہک رہی تھی۔ میں نے ایک شیشی میں رکھ لی زمانہ گزر گیا۔ جب فرزند رسول نے مدینہ سے تیاری کی اور میں نے پوچھا۔

بیٹے کہاں جاؤ گے۔

Presented by www.ziaraat.com

نواسہ رسول نے بتایا۔

میں عراق جاؤں گا۔

عراق کا نام سنکر میں لرز گئی۔ مجھے وہ خاک یاد آگئی جو آنحضورؐ نے دی تھی۔

چنانچہ میں روزانہ اس مٹی کو دیکھنے لگی۔ ایک دن میں نے جب شیشی کو دیکھا تو اس میں خون تھا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ حسین شہید ہوگیا ہے۔ چنانچہ میں یہ دیکھ کر رونے لگی۔ اس دن نہ تو میں نے کھانا کھایا اور نہ ہی میری آنکھ لگی۔ جب رات کا کافی حصہ گزر گیا تو مجھے اونگھ آئی۔ میں نے عالم خواب میں آنحضورؐ کو دیکھا۔

آپ کا گریبان چاک تھا۔ آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ بال پریشان تھے اور سر میں خاک پڑی تھی۔ آستیں چڑھی ہوئی تھیں۔

میں آپ کے چہرہ مبارک سے خاک جھاڑنے لگی۔ اور آپ کے آنسو صاف کرنے لگی۔

اور عرض کیا۔

میری جان قربان ہو۔ آقا!

کیا بات ہے خیریت تو ہے یہ مٹی کہاں سے آئی ہے۔ آپ اس قدر بے ساختہ رو کیوں رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

ام سلمہ تو نے مٹی دیکھ لی ہے جو خون بن گئی ہے۔ میں نے تجھے بتایا تھا جس دن یہ مٹی خون ہو جائے گی سمجھ لینا میرا حسینؑ اس دن شہید ہو گیا ہے میری

Presented by www.ziaraat.com

امت نے میرے حسین کو تین دن کا بھوکا اور پیاسہ میدان کربلا میں شہید کر دیا ہے۔ اس وقت میں کربلا سے آ رہا ہوں اپنے حسینؑ اور اس کے اجداد اور اقرباء کی قبریں بنا تا رہا ہوں۔

بی بی فرماتی ہے میں اس وقت گھبرا گئی۔ میرا دل میرے قابو میں نہ تھا۔ بے ساختہ میری زبان سے وا حسیناہ۔ وا محمداہ کی فریادیں نکل گئیں۔ جوں جوں مدینہ کی عورتیں میرا نوحہ سنتی گئیں۔ میرے گھر میں جمع ہوتی گئیں۔

ہر ہاشمیہ اور غیر ہاشمیہ مجھ سے پوچھنے لگی۔

ام سلمہ کیا بات ہے

جب میں نے انہیں اپنا خواب بتایا تو تمام مستورات میرے ساتھ مل کر نوحہ و بکا کرنے لگیں۔

ہم تمام مل کر روضہ رسول پر گئیں۔ تمام مستورات مدینہ گواہ ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا روضہ رسول لرز رہا تھا۔ ہم میں سے کوئی مستور اپنے پاؤں پر سنبھل کر کھڑی نہ ہو سکتی تھی۔

عصر عاشور کے ان واقعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بیت المقدس مدینہ منورہ اور اطراف کوفہ میں زمین سے خون ابلتا دیکھا گیا۔ جو پتھر بھی اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلتا تھا۔

علامہ بہائی نے کشکول میں لکھا ہے کہ مسجد کوفہ میں عقیق نما ایک نگینہ ملا جس پر یہ دو شعر لکھے ہوئے تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

انا در من السماء نثروني — میں آسمان کا موتی ہوں مجھے
یوم تزویج والد السبطین — والد حسنین کی شادی کے دن
کنت اصفی من اللجین — نثار کیا گیا تھا۔ میں چاندی
صبغتنی دماء نحر الحسین — سے زیادہ چمک دار تھا لیکن
قتل شبیر کے خون نے میرا
رنگ بدل ڈالا ہے

علامہ جزائری نے زہر الربیع میں لکھا ہے کہ نہر تستر کھودتے ہوئے مزدوروں کو ایک چھوٹا سا پتھر ملا ہے۔ جس پر خون نما رنگ میں لکھا ہوا تھا۔

جس دن سے نواسہ رسول شہید ہوا ہے۔ اس کا خون پتھروں تک پر تقسیم کر دیا گیا ہے۔

شب شام غریباں کے واقعات میں سے ایک واقعہ وہ بھی ہے کہ جو طرماح ابن عدی نے بیان کیا ہے کہ

میں شہدائے کربلا میں زخموں سے چور پڑا تھا۔ یہ ایسا ہولناک منظر تھا کہ کوئی صحت مند بھی اس منظر کو دیکھ کر سو نہیں سکتا تھا۔ میں تو زخمی تھا۔ اس عالم میں میں نے بیس سوار دیکھے جو سب کے سب انتہائی غمزدہ حالت میں تھے۔ میں یہی سمجھا کہ شاید ابن زیاد ہے جو فرزند رسول کے پامال سم اسپاں جسم کو مزید پامال کرنے کے لیے پھر آ گیا ہے۔

جب یہ لوگ مظلوم کربلا کے لاشہ کے قریب آئے تو آ کر بیٹھ گئے۔ زخموں سے چور لاشہ کو سہارا دے کر بٹھایا۔ ان میں سے ایک محترم شخص نے سوئے کوفہ ہاتھ دراز کیا میں نے دیکھا تو اس کے ہاتھ پر سر مظلوم زہرا آ گیا۔ اس نے سر کو جسم سے

ملایا۔ میں نے دیکھا ایسے معلوم ہوتا تھا۔ جیسے میرا مظلوم امام نہ تو زخمی ہے اور نہ ذبح شدہ۔

پھر اسی شخص نے فرمایا۔

یا ولدی قتلوک	بیٹے ان لوگوں نے تجھے اس ظلم سے شہید کیا ہے۔
اتراھم ما عرفوک	بیٹے کیا ان لوگوں نے تجھے پہچانا نہیں تھا؟
ومن شرب الماء منعوک	بیٹے ان لوگوں نے تجھے پانی تک نہ پینے دیا؟
ما اشد جراتھم علی اللہ	بیٹے یہ لوگ اللہ کے سامنے کتنے بے باک ہیں۔

پھر اپنے ساتھ والوں سے متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

یا ابی آدم۔ یا ابی اسماعیل۔ یا اخی موسٰی۔ یا اخی عیسٰی۔ اما ترون ما صنعوا بولدی۔ لا انا لھما اللہ شفاعتی۔

بابا آدم۔ اے بابا اسماعیل۔ اے بھائی موسٰی۔ اے بھائی عیسٰی آپ تو دیکھ رہے ہیں کہ میرے بیٹے سے ان لوگوں نے کیا سلوک کیا ہے۔ اللہ انہیں میری شفاعت سے محروم رکھے۔

ان سب نے آمین کہا۔

اور تمام گریہ وزاری کرنے لگے اپنے سر میں خاک کربلا ڈالنے لگے۔ حتیٰ کہ میں نے دیکھا تمام روتے روتے غش کر گئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ غائب ہو گئے اور

Presented by www.ziaraat.com

جسم مظلوم بلا سر ویسے ہو گیا جیسے پہلے تھا۔ فرزندان امیر مسلم

شب شام غریباں کے واقعات سے جناب مسلم کے دو بچوں کا ابن زیاد کی قید میں آنا بھی ہے۔

بحار۔ روضۃ الشہدا۔ امالی۔ اور منتخب میں اس واقعہ میں قدرے اختلاف ہے۔ جس چیز میں اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ۔

بعض مورخین کے نزدیک یہ دونوں شہزادے یوم عاشور اس وقت خیام سے سوئے صحرا نکلے جب خیام میں غارت گری ہوئی اور خیام اہل بیت کو نذر آتش کیا گیا۔

صاحب روضۃ الشہدا نے صراحت سے لکھا ہے کہ دونوں شہزادے جناب مسلم کے ساتھ آئے تھے دوسرا اختلاف اس میں ہے کہ۔ دونوں شہزادے جناب مسلم کے فرزند تھے یا جناب جعفر طیار کی اولاد سے تھے۔

اس میں تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ دونوں شہزادے خواہ جناب جعفرؑ کی اولاد سے تھے یا جناب مسلم کی اولاد سے تھے حضرت علیؑ کے نواسے تھے اگر جناب جعفرؑ کی اولاد سے تھے تو پھر جناب زینب کبریٰ کے فرزند تھے۔ اور اگر جناب مسلم کے فرزند تھے تو جناب رقیہ کی زینت آغوش تھے۔

اس میں تمام مورخین متفق ہیں کہ دونوں کا سن سات اور نو برس کا تھا۔

اس میں بھی مورخین کا اتفاق ہے کہ دونوں کے نام ابراہیم اور محمد تھے

اس میں بھی اتفاق مورخین ہے کہ دونوں ابن زیاد کی قید میں ایک برس رہے۔

اس پر بھی مورخین متفق ہیں کہ داروغہ زندان کا نام مشکور تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

اس میں بھی اتفاق مورخین ہے کہ دونوں کا قاتل حارث تھا۔

اور اس نکتہ پر بھی اتفاق ہے کہ حارث کا انجام انعام کی بجائے قتل تھا۔

البتہ حارث کے قاتل اور اس کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے ابن زیاد کا غلام بتایا ہے۔ جس کا نام نادر تھا۔ اور بعض نے ابن زیاد کا دوست بتایا ہے جو شام کا رہنے والا تھا۔ محب اہل بیت تھا۔ اس کا نام مقاتل تھا اور ابن زیاد کو اس کے محب اہل بیت ہونے کا علم تھا لیکن دوستی کی وجہ سے ابن زیاد نے اسے برداشت کیا ہوا تھا۔

ان اختلافی اور متفقہ نکات کے بعد ہم پورا واقعہ تمام کتب تاریخ سے تسلسل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ ہمارے قارئین خود فرمائیں گے۔

جب ان دونوں شہزادوں کو ابن زیاد کے سامنے پیش کر کے بتایا گیا کہ یہ دونوں آل محمدؐ سے ہیں تو اس نے داروغہ زندان مشکور کو بلا کر دونوں شہزادے اس کے سپرد کیے اور اسے ہدایت دی۔

من طیب الطعام فلا تطعمھما	انہیں کبھی اچھا کھانا نہ دینا
ومن الماء البارد فلا تسقھما	کبھی ٹھنڈا پانی نہ دینا
وضیق علیھما سجنھما۔	جتنا ہو سکے زندان میں سختی سے پیش آنا۔

مشکور دونوں شہزادوں کو لے کر چلا گیا اور انہیں علیحدہ علیحدہ زندان میں بند کر دیا۔ دونوں شہزادے دن روزہ سے گزارتے تھے۔ رات کے وقت جو کی

Presented by www.ziaraat.com

ایک ایک خشک روٹی اور ایک ایک پیالہ گرم پانی کا ملتا تھا۔ اسی حالت میں ایک برس گذر گیا۔ ایک دن محمد نے داروغہ سے کہا۔ اگر آپ مہربانی کر سکیں تو میں ایک درخواست کرتا ہوں۔

داروغہ بڑے ترش لہجہ میں کہا۔

بتاؤ کیا بات ہے؟

شہزادے نے کہا۔

ہم ابن زیاد کے قیدی ہیں۔ آپ کو معلوم ہے ہمارا یہاں کوئی نہیں، آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہم بے گناہ ہیں۔ آپ جتنی چاہیں مجھ پر سختی کرلیں۔ میرے حصہ کی روٹی اور پانی آپ خود رکھ لیں۔ مجھے صرف اپنے کم سن بھائی کے ساتھ کچھ دیر کے لیے بیٹھنے دیں۔ اگر آپ کو فکر ہو کہ ہم آپ کے خلاف یا ابن زیاد کے خلاف کوئی بات کریں گے تو آپ ہمارے ساتھ بیٹھ جائیں جتنی دیر آپ چاہیں گے ہم ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے رہیں گے۔ اگر آپ کہیں گے تو ہم ایک دوسرے سے کوئی بات بھی نہیں کریں گے۔ ہمیں صرف ایک دوسرے کو دیکھ لینے دیں۔ ہمیں تو ایک دوسرے کی شکلیں بھی بھول گئی ہیں۔

شہزادے کی یہ باتیں سنکر مشکور نرم پڑ گیا۔

مشکور نے پوچھا۔ تم کون ہو؟

اور تمہارا جرم کیا ہے؟

شہزادے نے کہا۔ خدا کے لیے ایسا کر ایک مرتبہ مجھے میرا بھائی دکھا دے پھر میں سب کچھ بتا دوں گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھائی کو دیکھنے سے پہلے تجھے بتاؤں اور پھر تو مجھے بھائی کے دیکھنے کی مہلت بھی نہ دے۔

Presented by www.ziaraat.com

مشکور نے دوسرے زندان کا دروازہ کھولا۔ کمسن ابراہیم دوڑ کر بھائی کے گلے مل گیا۔ دونوں بھائی کافی دیر تک ایک دوسرے کے گلے مل کر روتے رہے آخر مشکور نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔ کمسن ابراہیم نے بڑے بھائی محمد سے کہا۔

بھیا قید وہی ہے جو گذار رہے ہیں۔ بھوک اور پیاس سے اب یہ حالت ہے کہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکتے۔ موت کا ایک دن مقرر ہے زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ یہ جسمانی تشدد کرے گا۔ وہ بھی برداشت کر لیں گے۔ اسے یہ بتا تو دیں کہ ہم کون ہیں۔ تاکہ کل بروز محشر جب ہمارے نانا کے سامنے پیش ہو تو کوئی عذر تو نہ کر سکے

مشکور دونوں کی یہ بات خاموشی سے سن رہا تھا۔

محمد نے کہا۔ کیا آپ خاتم الانبیاء محمدؐ کو پہچانتے ہیں؟

مشکور نے کہا۔ انہیں میں کیسے نہ پہچانوں گا وہ میرے نبی ہیں میں انہی کا کلمہ پڑھ کر مسلمان کہلاتا ہوں۔

محمد نے کہا۔ کیا آپ داماد مصطفیٰؐ علیؑ مرتضیٰ کو بھی پہچانتے ہیں۔

مشکور نے کہا۔ علیؑ تو میرے آقا و مولا ہیں۔

اب چھوٹے ابراہیم نے کہا۔

کیا آپ سفیر حسینؑ مسلم کو بھی پہچانتے ہیں؟

مشکور کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں اور کہنے لگا۔

میرے بچو کچھ بتاؤ بھی سہی آپ ان کے نام کیوں لے رہے ہیں میں مسلم کو کیسے نہیں پہچانتا ابھی تک میں تنہائی میں بیٹھ کر مسلم کی مظلومانہ شہادت

Presented by www.ziaraat.com

پر آنسو بہاتا ہوں۔

کمسن ابراہیم نے کہا۔ بندہ خدا کاش تجھے معلوم ہوتا کہ جس مسلم کی مظلومیت پر تو روتا ہے ہم اسی مسلم کے بیٹے ہیں اور ایک سال سے تیری قید میں ہیں۔ اگر ہم سے نہیں تو کسی اور سے ہی پوچھ لیتا کہ ہم کون ہیں اور کیوں قید ہیں۔

جونہی مشکور نے سنا۔ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ دونوں شہزادوں کے پاؤں پکڑ لیے۔ زمین پر لیٹ گیا۔

دونوں کے پاؤں چومنے لگا۔ اپنے رخسارے دونوں کے قدموں پر ملنے لگا اور کہنے لگا۔

میرے آقا زادے! اپنے بابا کی مظلومیت کے صدقے مجھے معاف کر دو مجھ بد نصیب کو معلوم نہ تھا کہ میں اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے لیے جہنم کی آگ میں دہکا رہا ہوں۔

آؤ یہ در زندان کھلا ہے۔ کھانا کھاؤ میں صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ آپ کو قادسیہ کا راستہ دکھا دوں۔ یہ میری انگوٹھی ہے تو قادسیہ میں میرا بھائی رہتا ہے یہ اسے دے دینا قادسیہ سے آگے وہ تمہیں مدینہ تک پہنچانے کا انتظام بھی کر دے گا۔

دونوں شہزادے رات کی تاریکی میں چلنے لگے۔ نہ کوئی راستہ تھا نہ شہزادے راستے سے واقف تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں راستہ سے بھٹک گئے۔ جب چلتے چلتے تھک گئے اور رات بھی ختم ہو گئی صبح کے اجالا میں دیکھا معلوم ہوا کہ ہم تو کوفہ ہی کے ارد گرد بھٹکتے رہے ہیں۔ قریب ہی ایک پانی کا گڑھا تھا اس کے ارد گرد کھجوروں کا جھنڈ تھا۔ اپنے کو چھپانے کی خاطر ایک درخت پر چڑھ گئے۔ صبح سے لیکر

Presented by www.ziaraat.com

عصر تک اسی جگہ بیٹھے رہے پیادہ اور سوار ادھر ادھر دوڑتے اور پھرتے ہوئے دیکھتے رہے۔

عصر کے وقت قریبی مکان سے ایک عورت اس گڑھے سے پانی بھرنے آئی۔ اتفاقاً عورت نے پانی میں شہزادوں کے عکس دیکھ لیے جب نظر اوپر اٹھا کر دیکھا تو دو چاند ڈرے اور سہمے ہوئے کانپتے نظر آئے۔

عورت نے کہا۔ بچو تم کون ہو؟

اور یہاں کیوں بیٹھے ہو؟

محمد نے کہا۔ ہم مسافر ہیں۔ یتیم ہیں۔ راستہ بھٹک گئے ہیں کوئی واقف نہ تھا ڈر کے مارے یہاں چھپ گئے ہیں

عورت نے کہا۔

تمہاری شکل وصورت تو ایسے لگتی ہے جیسے تم ہاشمی ہو۔ کہیں مسلم کے فرزند تو نہیں ہو؟

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور لرزتی ہوئی آواز سے کہا۔

اگر تو پہچان ہی گئی ہے تو ہم بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم مسلم کے بیٹے ہیں۔

عورت نے کہا۔

میرے آقازادے آؤ درخت سے اتر آؤ۔ میری مالکہ محبہ اہل بیت ہے آؤ میں تمہیں اس کے پاس لے جاتی ہوں۔ وہ تمہارا احترام بھی کرے گی اور ممکن ہے کوئی صورت پیدا کر کے تمہیں مدینہ پہنچانے کا انتظام بھی کر لے۔

دونوں ڈرتے ڈرتے درخت سے اترے۔ اس عورت کے ساتھ آئے۔ جونہی اس عورت کی نظر شہزادوں پر پڑی۔ قدموں میں گر گئی۔ قدم چومے، ہاتھ چومے۔ اندر

Presented by www.ziaraat.com

لے گئی۔ اور کہنے لگی۔

میرے آقا زادے۔

میرا شوہر بڑا خبیث ہے اور دشمن اہل بیت ہے۔ میں کوشش تو کروں گی کہ تم اس کی نظروں میں نہ آؤ۔ لیکن اگر میں کامیاب نہ ہو سکی تو اپنے نانا اور بابا کو میرا شکوہ نہ کرنا۔

رات ہو گئی۔ اتنا وقت نہ مل سکا کہ یہ خوش نصیب عورت بچوں کو نہلاتی انہی میلے کپڑوں اور خاک آلود جسموں کے ساتھ شہزادے بہت کم کھانا کھا کر سو گئے رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ حارث گھر آیا۔ بیوی نے پوچھا سارا دن کہاں گزارا ہے۔

اس ظالم نے کہا۔

رات دار وغہ زندان نے مسلم کے دونوں بچوں کو رہا کر دیا ہے ابن زیاد نے دونوں کی گرفتاری پر انعام مقرر کیا ہے۔ انہیں تلاش کرتے کرتے گھوڑا بھی مر گیا اور میرا بھی برا حال ہو گیا ہے۔ اگر وہ مل جاتے تو کم از کم دو ہزار تو مل جاتے۔

عورت نے کہا۔

ظالم تجھے شرم کیوں نہیں آتی۔ آخر آل محمد نے تیرا بگاڑا کیا ہے۔ جن سے تمہیں خطرہ تھا انہیں تو تم نے بے دردی سے قتل کر ڈالا ہے۔ اب بھلا یہ کمسن بچے تمہارا کیا بگاڑ لیں گے۔ ان سے تمہیں کونسا خطرہ ہے۔ آخر تجھے مرنا ہے قیامت کے دن نبی مصطفیٰ اگر پوچھ لیں کہ میری آل سے کیا سلوک کیا تھا تو... کیا جواب دو گے۔ کچھ ترس کر۔ دنیا کے عوض کیوں دین فروخت کر رہا ہے۔ اگر تجھے یہ دو ہزار

Presented by www.ziaraat.com

مل بھی جائیں تو تو کب تک کھائے گا۔

اس ظالم نے کہا۔ کچھ نصیحتیں صبح تک کے لیے بچار کھ۔ اب تنگ نہ کر مجھے کھانا دے میں سونا چاہتا ہوں۔ بہت زیادہ تھکا ہوا ہوں۔ صبح پھر ان کی تلاش میں جانا ہے۔

یہ خوش بخت اٹھی کھانا لائی۔ اس نے زہر مار کیا اور سو گیا۔ ابھی نیند نہیں آئی تھی کہ کمرہ کے اندر سے بولنے کی آواز آئی۔ اس نے کان لگائے اٹھ کر بیٹھ گیا ہوا یوں کہ دونوں شہزادے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر سو گئے نصف شب گذرنے کے بعد بڑے شہزادے کی آنکھ کھل گئی اس نے چھوٹے بھائی کو جگایا اور کہنے لگا بھیا میرا خیال ہے کہ ہماری زندگی کی یہ آخری رات ہے آتو مجھے گلے لگائے میں تجھے گلے لگا لوں پھر قیامت کو ملاقات ہوگی۔ چھوٹے نے پوچھا بھیا کیا بات ہے۔ محمد نے بتایا کہ ابھی ابھی خواب میں میں نے اپنے جد امجد سرور انبیاء اور نانا علیؑ مرتضیٰ کو دیکھا ہے ان کے ساتھ ہمارا بابا مسلم بھی تھا سرور انبیاء نے بابا سے شکوہ کیا کہ خود تو آ گئے مگر ان بچوں کو ظالموں میں چھوڑ آئے بابا نے عرض کیا۔ قبلہ صبح صبح یہ دونوں آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے

چھوٹے ابراہیم نے کہا۔ بھیا یہی خواب تو میں نے بھی دیکھا ہے ان دونوں کی یہی گفتگو اس ظالم نے سنی۔

عورت سے پوچھا کمرہ کے اندر کون ہے؟

عورت نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر اس نے غلام اور کنیز سے پوچھا انہوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ یہ اٹھا کمرہ کے دروازہ پر آیا۔ دیکھا تو تالا پڑا ہوا تھا۔ اس نے بیوی سے چابی مانگی اس مخدرہ

Presented by www.ziaraat.com

نے چابی نہ دی۔

اس ظالم نے تالا توڑا۔ اندر اندھیرے میں ہاتھ مارتا ہوا آگے بڑھا اچانک اس کا ایک ہاتھ ایک شہزادے کے سر پر آ لگا شہزادے نے سہم کر پوچھا کون ہے؟

اس نے کہا میں تو گھر کا مالک ہوں۔

تم بتاؤ کون ہو؟

شہزادے نے کہا۔ ہم یتیم اور مسافر ہیں۔

حارث نے کہا۔ میں پوچھ رہا ہوں تمہارے باپ کا کیا نام ہے۔

شہزادے نے کہا۔ اگر ہم سچ سچ بتا دیں تو کیا ہمیں امان ہے؟

حارث نے کہا۔ ہاں بتاؤ امان ہے؟

شہزادے نے کہا۔ اللہ اور اس کا رسول ضامن ہیں؟

حارث نے کہا۔ اللہ اور رسول ضامن ہیں۔

شہزادے نے کہا۔ کیا اللہ اور رسول ہمارے اس معاہدہ کے گواہ ہیں؟

حارث نے کہا۔ اللہ اور رسول اس معاہدہ کے گواہ ہیں۔

شہزادے نے کہا۔

ہم مسلم کے فرزند ہیں۔

اس ظالم نے کہا۔

موت سے بھاگ کے موت کے منہ میں آ گئے۔ ہو پھر حارث نے بڑے شہزادے کو اس زور سے طمانچہ مارا کہ شہزادہ منہ کے بل زمین پہ گر گیا دو دانت ٹوٹ گئے رخسار اور منہ سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔

پھر اس ظالم نے دوسرا طمانچہ چھوٹے کو مارا۔ دونوں شہزادے زمین پر تڑپنے لگے

Presented by www.ziaraat.com

اس ظالم نے دونوں کے خاک آلودہ بالوں میں ہاتھ ڈالا دونوں کو جھٹکے سے کھڑا کیا رسی تلاش کی۔ دونوں کے ہاتھ پشت پیچھے باندھے زمین پر اوندھا لٹا کر رسی کے ایک سرے سے پاؤں بھی باندھ دیئے پھر دونوں کے خاک آلودہ بالوں کو ایک دوسرے سے باندھ کر چھوڑ دیا پوری رات دونوں شہزادے کمسن اسی حالت میں زمین پر پڑے رہے۔

حارث کی بیوی اس کے قدموں سے لپٹ لپٹ کر اور پاؤں چوم چوم کر منتیں کرتی رہی لیکن اس ظالم نے ایک نہ سنی۔ اور بستر پر دراز ہو کر بڑے مزے سے ساری رات سوتا رہا۔

صبح کو اٹھا دونوں شہزادوں کو اسی حالت میں رسن بستہ دریا پر لایا۔ بیوی نے روکنے کی کوشش کی اسے تلوار کی ایک ضرب سے زخمی کر کے ایک طرف گرا دیا غلام اس کے قریب آیا اور اس نے کہا۔

میرے مالک ہر ظلم کی ایک حد ہوتی ہے۔ ذرا اندازہ کیجئے ان بچوں کا قصور کیا ہے کہ ان کی وجہ سے تو نے اپنا گھر اجاڑ دیا ہے۔ بھلا یہ کمسن بھی اس قابل ہیں کہ انہیں قتل کرے

اس ظالم نے غلام کو قتل کر دیا۔ اتنے میں اس کا نوجوان بیٹا اس کے سامنے آیا اور اس نے کہا۔

کہیں آپ کا دماغ تو نہیں چل سکا۔ صرف دو ہزار کے لالچ میں تو نے اس غلام کو قتل کر دیا جسے میں اپنے بھائی جیسا سمجھتا تھا اور میری ماں کو بھی زخمی کر دیا ہے۔ میں ان بچوں کو قتل نہیں ہونے دوں گا۔ انہیں چھوڑ دے دونوں بچے رحم طلب نگاہوں سے اس جوان کی طرف دیکھنے لگے۔ اپنی زخمی میزبان اور ایک

Presented by www.ziaraat.com

ترس کھانے والے غلام کی حالت پہلے دیکھ چکے تھے۔

اس جوان سے کہنے لگے۔

اے بندہ خدا! اللہ تیرا بھلا کرے، اپنی جوانی پر ترس کھا، ہماری شفارش نہ کر۔ ہمارا اپنا مقدر۔ ہماری وجہ سے تیری شریف ماں بھی زخمی ہو چکی ہے اور یہ غلام بھی شہید ہو گیا ہے۔

تو درمیان سے ہٹ جا ہمارے تو مقدر میں اس دنیا کی سختیاں ہیں ہم جھیل لیں گے۔

جب دونوں شہزادوں نے حارث کے بیٹے سے یہ بات کہی تو اس کی ہمدردی اور بڑھی اور اس نے رسی پہ ہاتھ رکھ کے کہا اب انہیں چھوڑ دے۔ اس نے ہاتھ کو مضبوط کر لیا۔

اب بیٹا رسی کو اپنی طرف کھینچنے لگا اور باپ اپنی طرف چونکہ اسی دونوں شہزادوں کے گلے میں بھی تھی اس لیے اس مقابلہ میں رسی کی گرہ تنگ ہو گئی۔ کمسن ابراہیم کا گلا گھٹنے لگا۔

محمد نے جب اپنے بھائی کو دیکھا تو اس نے حارث کے بیٹے سے رو کے یہ کہا۔

اللہ کے نام پر آپ رسی کو چھوڑ دیں ادھر ذرا میرے بھائی کا گلا تو دیکھیں جونہی اس جوان نے دیکھا فوراً رسی چھوڑ دی اور باپ کے ہاتھ سے تلوار لینے کی خاطر جھپٹا۔

جب حارث نے دیکھا کہ تلوار چھیننا چاہتا ہے اس نے بڑھ کر بیٹے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ یہ بیچارہ زمین پر تڑپنے لگا۔

Presented by www.ziaraat.com

جب دونوں شہزادوں نے اپنے تین مددگاروں کی یہ حالت دیکھی تو زندگی سے مایوس ہو گئے۔

دریا پر تو لا ہی چکا تھا۔ اب اس ظالم نے دونوں کا کام جلد از جلد ختم کرنا چاہا۔

محمد نے پوچھا۔ کیا تو ہمیں بات کرنے کی اجازت دے گا؟

حارث نے کہا۔ بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو۔

محمد نے کہا۔ ایسا کر اگر تجھے دو ہزار ہی لینا ہے تو پھر ہمیں بازار میں لے جا ہمیں اپنا غلام بنا کے فروخت کر دے۔ تجھے دو ہزار سے زیادہ مل جائیں گے

حارث نے کہا۔ جو مزہ ان پیسوں میں ہو گا جو تمہارے قتل سے ملیں گے وہ فروخت کے عوض آئے ہوئے پیسوں میں کب ہو گا۔

محمد نے کہا۔ پھر ایسا کر ہمیں زندہ ابن زیاد کے پاس لے جاوہ تجھے تیرا انعام دے دے گا۔

حارث نے کہا۔ میں تمہارے سر لے کے جانا چاہتا ہوں۔

محمد نے کہا۔ اچھا ایسا کر ہم آج صبح کی نماز نہیں پڑھ سکے ہمیں دو رکعت نماز پڑھ لینے دے۔

حارث نے کہا۔ اگر نماز تمہیں فائدہ دیتی ہے تو پڑھ لو۔

اس جگہ تاریخ خاموش ہے کہ شہزادوں نے وضو سے نماز پڑھی ہے یا تیمم کیا یا ویسے پڑھی ہے۔

اور تاریخ میں یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ بوقت نماز شہزادوں کے ہاتھ کھلے تھے یا پابند رسن تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

جب نماز سے فارغ ہوئے تو دونوں نے ایک ہی دعا مانگی

یا احکم الحاکمین — اے احکم الحاکمین اللہ ہمارے

احکم بینه وبیننا — اور اس کے مابین بالحق فیصلہ

بالحق۔ — فرمانا۔

جب دعا ختم ہوئی تو یہ پہلے بڑے شہزادے کی طرف بڑھا چھوٹا بھیا بھیا کہہ کر بڑے کے اوپر گر گیا پھر اس نے کمسن ابراہیم کو کھینچ کر ایک طرف دھکیل دیا اور بڑے شہزادے کی گردن پر وار کیا جسم تڑپنے لگا۔ سر کو اس نے اٹھایا اور توبڑے میں رکھ دیا۔ اتنے میں چھوٹا ابراہیم بھائی کے لاشہ پر اوندھا گر گیا۔ اپنے منہ کو بھائی کے خون سے رنگا پھر سر کو رنگا۔ ابھی چوم رہا تھا کہ اس ظالم نے بالوں میں ہاتھ ڈال کر شہزادہ کو کھڑا کیا اور تلوار کا وار کر کے شہزادہ کا سر جدا کر لیا۔ دونوں بے سر جسموں کو دریا کے سپرد کیا دونوں سر توبڑے میں ڈالے اور ابن زیاد کے دربار میں آیا۔ ایک ایک کر کے دونوں سر اپنے ہاتھوں پر رکھ کے ابن زیاد کو بطور تحفہ پیش کیے

ابن زیاد نے پوچھا۔ یہ کیا ہے؟

حارث نے کہا آپ کے دشمنوں کے سر ہیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ کون سے دشمنوں کے؟

حارث نے کہا۔ فرزندان مسلم کے۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں نے تو ان شہزادوں کو پہلے بھی دیکھا تھا لیکن ان کے رخسار سیاہ نہیں تھے۔

اب ان کے رخسار سیاہ کیوں ہیں؟

Presented by www.ziaraat.com

حارث نے کہا۔ یہ باتیں آپ مجھ سے نہ پوچھیں اپنا وعدہ پورا کریں اور مجھے انعام دیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں نے یہ کب کہا تھا کہ۔ ان کے سروں پر انعام دوں گا۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ انہیں گرفتار کر کے لانے والے کو انعام دوں گا۔ میں نے یزید کو ان کی اطلاع دی ہے اگر وہ مجھے لکھ دے کہ انہیں میرے پاس بھیج دے یا انہیں رہا کر دے تو بتا اب میں کیا کروں گا۔

اچھا یہ بتا کہ یہ دونوں تجھے کہاں سے ملے تھے۔

حارث نے کہا۔ میرے گھر میں مہمان تھے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تجھے عرب کی مہمان نوازی نے بھی نہیں روکا کہ مہمانوں کو قتل نہیں کیا جاتا۔

حارث نے کہا۔ جب بات انعام و اکرام کی ہو تو پھر ہماری مہمان نوازی کی غیرت کیا ہوتی ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ یہ بتا کہ ان بچوں نے تجھے کیا کہا تھا۔

حارث نے کہا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ ہمیں بازار میں فروخت کر دے تجھے پیسے مل جائیں گے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو نے کیا کہا تھا؟

حارث نے کہا۔

میں نے انہیں کہا جو لطف تمہیں قتل کر کے انعام لینے میں آئے گا وہ بیچ کر قیمت لینے میں کب آئے گا۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ انہوں نے پھر کیا کہا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

جو حارث پر لعن طعن کر رہے تھے اس کے منہ پر تھوک رہے تھے اور اس کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔

ان تمام لوگوں نے جب عورت کو زخمی دیکھا تو ان سب نے بھی عورت سے واقعہ پوچھا۔

عورت نے بچوں کی میزبانی سے لے کر آخر تک واقعہ سنایا اور بتایا کہ میں اپنے بیٹے، غلام اور عترت نبی کے ان دونوں کمسن مہمانوں کی غربت پر رو رہی ہوں سب لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔

غلام اور پسر حارث کے جنازے اٹھائے انہیں دفن کیا۔ جونہی بچوں کے سر نادر یا مقاتل نے سپرد دریا کیے دونوں سر بریدہ لاشیں پانی سے برآمد ہوئیں اور سر اپنے جسم کے ساتھ ملحق ہو گئے پھر دونوں لاشیں ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر زیر آب چلی گئیں۔

حارث نے نادر یا مقاتل سے کہا۔

ایسا کر مجھے قتل نہ کر چھوڑ دے میں چھپ جاؤں گا۔ میں تجھے دس ہزار دینار دیتا ہوں۔

نادر یا مقاتل نے کہا۔ ارے ظالم تو تو دس ہزار دینار کی بات کرتا ہے اگر پورے عالم کی حکومت بھی دے دے تو میں تیرے قتل کے عوض قبول نہ کروں گا۔

چنانچہ نادر یا مقاتل نے پہلے اس سفاک کے پاؤں کاٹے۔ پھر ہاتھ کاٹے۔ آخر میں سر کاٹ لیا۔ اس کے لاشہ کو دریا میں پھینکا دریا نے باہر ڈال دیا۔ پھر پھینکا دریا نے پھر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب تیسری مرتبہ بھی پانی نے اس کا نجس

Presented by www.ziaraat.com

لاشہ قبول نہ کیا تو پھر اسی جگہ کنار دریا ایک گڑھا کھودا اور اس میں اس کا لاشہ دفن کرنے کی کوشش کی لیکن زمین نے بھی اگل دیا۔ تین مرتبہ زمین میں دفن کرنے کی کوشش کی گئی لیکن زمین نے بھی پانی کی طرح ہر مرتبہ باہر پھینک دیا۔ بالآخر آگ جلائی گئی اور اس ظالم کا لاشہ آگ کے سپرد کر دیا گیا۔

یوں یہ واصل جہنم ہوا۔

داروغہ زندان مشکور کا انجام :۔

جب ابن زیاد کو پتہ چلا کہ داروغہ نے بچوں کو خود چھوڑ دیا تھا تو اس نے مشکور کو بلایا اور پوچھا۔

فرزندان مسلم کے ساتھ کیا کیا ہے ؟

مشکور نے کہا۔ میں نے کل رات انہیں رہا کر دیا تھا۔

ابن زیاد نے کہا۔

تو نے ایسا کیوں کیا ہے ؟

مشکور نے کہا۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر۔

ابن زیاد نے کہا۔

کیا تجھے میری سزا کا خوف نہیں تھا۔

مشکور نے کہا۔ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں وہ آپ جیسے سے نہیں ڈرتے ہیں۔

یہ سنکر یہ لعین غصہ میں بھر گیا اور کہا۔ میں تجھے تیرے کیے کا مزہ بھی ابھی چکھاتا ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

مشکور نے کہا۔ میں نے سب کچھ سوچ سمجھ کر کیا ہے تیرے جو جی میں آئے کر ڈال

ابن زیاد نے حکم دیا کہ۔

پہلے اسے سولی پر لٹکایا جائے۔ پھر اسے پانچ سو کوڑا مارا جائے اور آخر میں اس کا سر کاٹ لیا جائے۔

مشکور نے کہا۔ محبت آل محمد کے مقابلہ میں یہ سزا بہت کم ہے۔

جلاد اس خوش نصیب کو لے گیا۔ سولی پر چڑھایا۔

جب جلاد نے پہلا کوڑا لگایا۔

تو مشکور نے کہا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب جلاد نے دوسرا کوڑا لگایا تو مشکور نے کہا۔

اللھم افرغ علی صبرًا — اے اللہ مجھے صبر عنایت فرما

جب جلاد نے تیسرا کوڑا لگایا تو مشکور نے کہا۔

اللھم اغفرلی۔ — اے اللہ مجھے معاف فرما۔

جب جلاد نے چوتھا کوڑا لگایا تو مشکور نے کہا۔

الھی انت تعلم انھم یقتلوننی علی محبۃ ذوی القربی۔ — اے اللہ! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں صرف محبت آل محمد میں قتل کیا جا رہا ہوں۔

جب جلاد نے پانچواں کوڑا لگایا تو مشکور نے کہا۔

اللھم اوصلنی الی جناب رسولك واھلبیته۔ — اے اللہ مجھے اپنے رسول اور ان کے اہل بیت کی بارگاہ میں بھیج دے۔

Presented by www.ziaraat.com

جب جلاد نے چھٹا کوڑا لگایا تو مشکور نے کہا۔

ویل لکم۔ تمہارے لیے جہنم کی وادی ویل ہے۔

اس کے بعد خاموش ہو گیا۔ جب پانچ سو کوڑا مکمل ہوا تو مشکور نے آنکھیں کھولیں۔ کسی نے پوچھا۔

مشکور پانی پیو گے۔؟

مشکور نے کہا۔ میں نے نبی کونین کے ہاتھ سے جام کوثر پی لیا ہے۔ اب پانی کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہو رہی۔

Presented by www.ziaraat.com

واقعہ جمال ملعون

شب شام غریباں کے واقعات میں سے ایک واقعہ جمال ملعون کا بھی ہے یہ واقعہ چار معتبر ذرائع سے مروی ہے۔ کم و بیش ہر روایت میں نام مختلف ہے۔ لیکن واقعہ کے جزئیات میں اختلاف نہ ہونے کے برابر ہے۔

۱۔ سلیمان حریری نے اپنے ایک طویل مرثیہ میں جناب جابر ابن عبداللہ انصاری کی روایت کے مطابق پورا واقعہ جمال تمام تر تفصیلات کے ساتھ نظم کیا ہے

۲۔ منتخب طریحی میں بھی یہی واقعہ نقل کیا گیا ہے۔

۳۔ علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں بھی یہی واقعہ روایت کیا ہے۔

۴۔ زہرۃ الریاض میں بھی یہی واقعہ منقول ہے۔

مناسب ہوگا اگر ہم نظم کو چھوڑ کر باقی تینوں واقعات آپ کے سامنے پیش کر دیں۔ نظم کو اس لیے چھوڑ رہے کہ نظم میں جناب جابر کی روایت کو لیا گیا ہے۔ اور بقیہ تین روایات میں ایک روایت جناب جابر سے ہے۔ لہذا نظم میں بتایا گیا واقعہ از خود سامنے آجائے گا۔

Presented by www.ziaraat.com

سرکار علامہ طریحی کی روایت

سعید ابن مسیب سے مروی ہے کہ ۶۲ھ کے ذی الحجہ میں میں حج کے لیے گیا پہلے مدینہ میں جناب سجاد کی خدمت میں حاضر ہوا ، زیارت سے مشرف ہونے کے بعد عرض کیا قبلہ اب ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ حج کو جائیں یا نہ جائیں آپ نے فرمایا ضرور جاؤ۔

چنانچہ میں مکہ میں آیا۔ دوران طواف ایک شخص کو دیکھا ۔

جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے۔ اس کا چہرہ شب تاریک کی مانند سیاہ تھا۔ غلاف کعبہ کو پکڑ کر کہہ رہا تھا۔

اے اللہ! مجھے معاف فرما دے ۔

لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر پوری کائنات بھی میری سفارش کرے پھر بھی تو مجھے نہیں کرے گا ۔

کیونکہ میرا جرم بہت بڑا ہے ۔

سعید کہتا ہے کہ میں بھی اور تمام طواف کرنے والے دیگر حجاج کرام بھی اس شخص کی طرف متوجہ ہو گئے ۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کے گرد لوگوں کا ہجوم ہوگیا

ہم نے کہا۔ اللہ تجھے رسوا کرے۔ غلاف کعبہ کو ہاتھ میں لے کر یہ کیا کہہ رہا ہے۔

اس نے کہا۔ لوگو! تم بھی سچے ہو لیکن اپنے گناہ کو میں ہی اچھی طرح جانتا ہوں

ہم نے کہا۔ ذرا بتا تو سہی کہ ہم بھی سنیں۔

اس نے کہا۔ میں امام حسین کا جمال تھا۔ آپ کے پاس ایک بڑا قیمتی ازار بند تھا جو حجاز کا معروف ترین تھا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ یہی میرا ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ لیکن مجھ بد نصیب میں اپنے مولا سے مانگنے کی ہمت نہ ہوئی حالانکہ اگر میں مانگ لیتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور عنایت فرما دیتے۔ مگر میری بد بختی اب کیا ہو سکتا ہے ہم کربلا پہنچ گئے۔

جب شب عاشور نے آپ نے اعلان فرمایا کہ

یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں تم میں سے کسی کو بھی کچھ نہ کہیں گے جس کا جی چاہے چلا جائے میں یہاں غنیمت لوٹنے نہیں آیا ہمیں تو قربانی دینا ہے جس میں قربانی دینے کا حوصلہ ہو رہ جائے۔

اس اعلان کے بعد میں بھی ان سیاہ بختوں سے تھا جو آپ کو چھوڑ کر شب عاشور چلے گئے تھے۔ میں زیادہ دور نہیں گیا کربلا کے قریب ہی رہا جب یوم عاشور گزر گیا میں نے سیاہ آندھی بھی چلتے دیکھی۔ خون کی بارش بھی ہوتے دیکھی ارض و سما کے مابین قتل الحسین کی آواز بھی سنی۔ جب شب شام غریباں آئی میں اپنے اسی خیال میں کہ اب موقعہ ہے وہ ازار بند لے آؤں۔ چونکہ وہ ازار بند فرزند رسول کو بہت عزیز تھا اس لیے یقیناً ان کے پاس ہی ہو گا۔ میں جب میدان جنگ میں

آیا تو میں نے آل محمد کے لاشے اور ان پر برستی ہوئی مظلومیت بھی دیکھی تمام لاشے بے سر تھے۔ تلاش بسیار کے بعد مجھے فرزندرسول کا لاشہ ملا جو بلا سر بحالت سجدہ تھا۔ میں نے اپنے ان منحوس ہاتھوں کے ساتھ بڑی بے دردی سے لاشہ کو سیدھا کیا۔

دیکھا تو ازار بند موجود تھا۔ لیکن اس میں بے شمار گرہیں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے ایک ایک گرہ کو کھولنا شروع کیا۔ جب ایک گرہ بچ رہی اور میں نے اسے کھولنے کی کوشش کی تو مظلوم کا دایاں ہاتھ گرہ پر آگیا میں نے ہاتھ ہٹانے کی بہت کوشش کی لیکن ہاتھ نہ ہٹا۔ میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ میں اٹھا میدان میں کوئی ایسی چیز تلاش کرنے لگا جس سے ہاتھ ہٹا سکوں۔ مجھے ٹوٹی ہوئی تلوار کا ایک ٹکڑا ملا وہ لے کر میں لاشہ مظلوم پر آیا۔ اور ہاتھ پر پے در پے وار کرنے لگا میں نہیں جانتا تھا کہ میں نے کتنے وار کیے۔ آخر کلائی سے ہاتھ جدا کر لیا۔ اسے ایک طرف رکھا اور گرہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو مظلوم کا بایاں ہاتھ گرہ پر آگیا اب میرے پاس وہی ہتھیار تھا۔ میں نے اس سے ضربات لگانا شروع کیں۔ بالآخر بایاں ہاتھ بھی کلائی سے جدا کر لیا۔ جونہی ہاتھ کٹا زمین کربلا میں زلزلہ سا آگیا ایسا زلزلہ آیا کہ میں سنبھل نہ سکا۔ ڈر کے مارے اٹھا گر گیا۔ پھر اٹھا پھر گر گیا۔ پھر یکایک روشنی نمودار ہوئی اور میں نے بین و نوحہ کی آواز سنی۔

وا ابناہ۔ وا مقتولاہ۔

وا ذبیحاہ۔

وا حسیناہ۔

وا غریباہ۔

بنی قتلوك وماعرفوك — بیٹے یہ ظالم جب تجھے قتل کر رہے تھے تو کیا تجھے پہچانتے نہ تھے۔

ومن شرب الماء منعوك — بیٹے ان ظالموں نے تجھے دم آخر پانی تک نہ دیا۔

یہ سنکر میں دوڑا اور میں نے اپنے کو لاشوں میں چھپا دیا۔ لاشہ حسین میری نگاہوں میں تھا۔ میں نے دیکھا تین مرد اور ایک بیباہ برقعہ میں ملبوس مستور آئے۔ میں نے جب بغور دیکھا تو ایک سرور انبیاؐ، دوسرے حضرت علیؑ اور تیسرے امام حسنؑ تھے۔ اس سے میں نے اندازہ کیا کہ مستور مادر حسین ہے۔

جناب سرور کونین نے پکار کے کہا۔

این انت یا بنی — بیٹے کہاں ہو۔

فداءك جدك وابوك وامك واخوك۔ — تجھ پر تیرا نانا، تیرا باپ، تیری ماں اور تیرا بھائی قربان جائیں۔

میں نے دیکھا امام حسین مع سر کے اٹھ بیٹھے۔

اور عرض کیا۔

لبیك لبیك یاجداہ یارسول اللہ ۔ لبیك لبیك یااتباہ یا امیرالمؤمنین ۔ لبیك لبیك یااماہ یا بنت رسول اللہ ۔ لبیك لبیك یااخاہ یاحسن المسموم ۔ علیکم منی السلام۔

میں دیکھ رہا تھا چاروں غریب کربلا کے قریب آئے۔ امام حسینؑ نے رو کے عرض کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

یا جداہ قتلوا واللہ رجالنا	نانا بخدا میرے تمام مرد انہوں نے شہید کر دیئے ہیں۔
یا جداہ سبوا واللہ نسائنا	نانا ان لوگوں نے آپ کی بہو بیٹیوں کے سروں سے چادریں تک اتار لی ہیں۔
یا جداہ نہبوا واللہ رحالنا	نانا آپ کی امت نے میرے خیام لوٹ لیے ہیں۔
یا جداہ ذبحوا واللہ اطفالنا	نانا آپ کی امت نے میرے بچے ذبح کر ڈالے ہیں۔
یا جداہ یعز واللہ علیک ان تری مالنا۔	نانا کاش آپ ہماری حالت دیکھتے آپ کے لیے برداشت مشکل ہوتی
فقالت الزہرا یا ابتاہ ھل تری ماصنعت امتک بذریتی	بابا آپ دیکھ رہے ہیں آپکی امت نے میری اولاد سے کیا سلوک کیا ہے؟

بابا کیا مجھے اجازت دیں گے کہ میں اپنے بیٹے کے خون سے اپنے سر اور چہرہ کو خضاب کر لوں؟ تاکہ کل بروز قیامت میں اپنی پیشانی پر بیٹے کا خون لے کر دربار خالق میں پیش ہو سکوں۔

آنحضور نے فرمایا۔ بیٹی ضرور خضاب کر لو ہم بھی خضاب کریں گے۔ پھر آنحضور حضرت علیؑ اور امام حسنؑ نے خون مظلوم لے کر اپنے سینہ اور ہاتھوں پر کہنیوں تک ملا اور آنحضورؐ نے فرمایا۔

حسین بیٹے تیرے نانا کے لیے تجھے مقطوع الراس دیکھنا بہت مشکل ہے۔ بیٹے

تیری وہ پیشانی زخمی ہے جسے میں چوما کرتا تھا۔ بیٹے تیرا وہ جسم خاک آلود ہے جسے میں اٹھایا کرتا تھا۔ بیٹے تیرے یہ دونوں ہاتھ کس نے کاٹے ہیں۔ امام حسین نے تمام واقعہ سنایا۔ اور یہ بھی بتایا کہ نانا۔ میں نے کئی مرتبہ ارادہ بھی کیا کہ میرے جمال کو میرا ازاربند پسند ہے اسے دیدوں لیکن میں اس انتظار میں رہا کہ وہ مانگے گا تو دے دوں گا۔ ویسے مجھے معلوم تھا کہ یہ بدنصیبی اس کے مقدر میں ہے ابھی آپ کے آنے سے پہلے ہی اس نے میرے ہاتھ کاٹے ہیں اور اب ان لاشوں میں چھپا ہوا ہے۔ میں نے دیکھا آنحضورؐ وہاں سے اٹھے اور چل کر سیدھے میرے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔

اے ظالم تجھے حسین سے کوئی انتقام لینا تھا یا مجھ سے؟

میرے حسین نے تیرا کیا بگاڑا تھا۔؟ کیا تو میرے حسین کے دستر خوان پر نہیں کھاتا تھا؟

کیا تجھے وہ کافی نہ تھا جو میرے حسینؑ سے میری امت نے کیا تھا۔

اے جمال اللہ تیرا چہرہ سیاہ کرے۔ اور تیرے ہاتھ شل کرے۔ اس کے بعد سے میری یہ حالت ہے۔ اب خود بتاؤ کہ میری مغفرت کی کوئی گنجائش باقی ہے۔ سعید کہتا ہے کہ بیت اللہ میں موجود ہر شخص نے اس خبیث پر لعنت کی۔

Presented by www.ziaraat.com

روایت جابر ابن عبداللہ انصاری

بحار میں علامہ مجلسی نے تاج الملوک کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ نقی حجازی نے بتایا ہے کہ میں اپنے ایک کام سے مدینہ گیا۔ پھر دن مدینہ میں نے جناب جابر انصاری کو ایسے بے ساختہ روتے دیکھا جیسے پسر مردہ عورت رو رہی ہو۔ میں نے پوچھا۔

اے صحابی رسول خیریت تو ہے۔ کوئی حادثہ ہوا ہے۔ یا کسی قرض خواہ نے تنگ کیا ہے۔

جابر نے کہا۔ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں آنکھوں سے معذور ہوں۔ ابھی ابھی میں مزار رسول کی زیارت سے فارغ ہو کر آ رہا تھا کہ مجھے میرے غلام نے بتایا کہ

میرے آقا۔ میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا ہے جسے دیکھ کر میرے تو ہوش اڑ گئے ہیں۔

میں نے اس سے پوچھا کیوں اس میں کون سی خاص بات تھی۔

اس نے مجھے بتایا ہے کہ اس شخص کا چہرہ ایسے ہے جیسے تارکول لگا دیا گیا ہو

اس کے بال اس طرح جھلسے ہوئے ہیں جیسے سر پہ آگ رکھ دی گئی ہو۔ اس کی آنکھیں وحشت ناک حد تک ابلی ہوئی اور سرخ ہیں اور اس کے دونوں ہاتھ کہنیوں سے اس طرح کٹے ہوئے ہیں جیسے آری سے کاٹے گئے ہیں۔ اور وہ بھیک مانگ رہا ہے

میں نے اسے کہا جا اسے بلا کے لا۔ جب یہ اسے بلالایا تو میں اسے بازار سے باہر لایا۔

اور پوچھا۔ تو کہاں کا رہنے والا ہے؟

اس نے کہا۔ کوفہ کا رہنے والا ہوں۔

میں نے کہا۔ یہ تجھے کیا ہو گیا ہے اور اس حالت میں کب سے ہے؟ مجھ سے ڈرنا مت میں جابر ابن عبداللہ انصاری ہوں۔

اس نے کہا۔

اے صحابی رسول میں تو آپ کو دیکھتے ہی پہچان گیا تھا کہ آپ جابر انصاری ہیں لیکن آپ نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ ہی میں اس قابل ہوں کہ مجھے کوئی پہچانے مجھے تو اپنے گھر والوں نے بھی پہچاننے سے انکار کر دیا ہے۔

میں نے کہا۔ اگر میں تجھے پہچانتا تو ہرگز نہ پوچھتا۔

اس نے بتایا کہ۔ میں بریدہ ابن وائل جمال حسینؑ ہوں۔

اس کے بعد اس نے تمام وہ واقعہ سنایا جو سابقاً پیش کیا جا چکا ہے۔

ہاں۔ اس واقعہ میں صرف دو مقامات ذرا مختلف ہیں

اولاً۔ سابقہ واقعہ میں آنحضور کی تشریف آوری کے بعد امام حسینؑ کا از خود اٹھ کے بیٹھ جانا ہے جب کہ

بحار کے اس واقعہ میں یوں ہے کہ۔

نبی کریم نے سوئے کوفہ ہاتھ دراز کیا اور سر امام حسین آپ کے ہاتھ پر آیا۔ آپ نے اپنے مظلوم بیٹے کا سر زخمی جسم پر رکھا تو امام حسین اٹھ کر بیٹھ گئے۔

۲۔ اور دوسرا اختلافی مقام یہ ہے کہ سابقہ واقعہ سعید ابن مسیب میں جناب زہرا صرف خون حسین سے خضاب کرنے کا اذن مانگتی ہیں۔ جب کہ اس روایت لیں۔

امام حسین نے اپنے قاتل کا نام شمر بتایا ہے۔

بی بی نے اذن خضاب لینے سے قبل یہ بین بھی کیا ہے۔

یا نور عینی جسمک	میرے نور چشم بیٹے تیرا جسم
اراہ ملقی علی التراب	میں خاک و خون میں غلطاں دیکھ رہی ہوں۔
وراسک علی السمہری یعلی۔	تیرا سر بلند نیزے پر آویزاں ہے۔
لا غسلاً و کفناً	ابھی تک تجھے نہ کسی نے غسل دیا ہے اور نہ کفن
تری قبرک عن قبورنا نأی۔	تیری تو قبر بھی ہماری قبروں سے دور ہے۔

مترجم:۔

نہ تو روایات میں یہ لفظی اختلاف اہم ہے اور نہ ہی سعید ابن مسیب اور جناب جابر کی روایت میں کوئی تضاد ہے۔ سعید نے جمال کو مکہ میں دیکھا ہے اور جناب جابر کی ملاقات مدینہ میں ہوئی ہے۔ یہ

Presented by www.ziaraat.com

ممکن ہے کہ جناب جابر کو بریدہ ابن وائل مدینہ میں ملا ہو اور وہ ایام حج نہ ہوں اور سعید کو مکہ میں ملا ہو اور وہ ایام حج ہوں۔ روایت سعید میں صرف جمال ہے۔ اور روایت جابر میں جمال نے اپنا نام بریدہ ابن وائل بتایا ہے۔

چونکہ نفس واقعہ ایک ہے اس لیے دونوں روایات میں قدرے لفظی اختلاف اصل واقعہ کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں بن سکتے۔ عین ممکن ہے کہ جمال چونکہ بہت زیادہ پریشان اور پشیمان تھا اس لیے نقل واقعہ میں اس سے کچھ چیزیں رہ گئی ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

دختر شبیر کو مدینہ میں اطلاع

اسی شب شام غریباں کے واقعات میں سے ایک واقعہ جناب فاطمہ صغرای کو مدینہ میں اطلاع بھی ہے۔ علامہ مجلسی نے بحار میں اپنے سلسلہ سند سے امام صادق سے روایت کی ہے کہ

ایک کوا میدان کربلا میں آیا اس نے عصر عاشور کے وقت اپنے پروں کو خون فرزند رسول سے سرخ کیا اور اڑ کر مدینہ آیا۔ جناب فاطمہ صغریٰ بنت حسین کے کمرہ کی چھت کی منڈیر پر بیٹھا جب بنت حسینؑ نے کوے کے خون آلودہ پروں کو دیکھا تو شہزادی بے چین ہو کر رونے لگی اور حسب ذیل اشعار پڑھے۔

نعب الغراب فقلت ویلک   من تنعاہ یا غراب

کوا جب چلایا تو میں نے کہا اے کوے بھلا تو بتا تو سہی کہ کسی کی خبر موت لایا ہے۔

قال الامام فقلت من   قال الموفق للصواب

کوے نے کہا امام کی خبر شہادت ہے۔ میں نے پوچھا کون امام۔ کہنے لگا صراط مستقیم کا ہادی امام۔

Presented by www.ziaraat.com

ان الحسینؑ بکربلاء بین   الاسنة والضراب

کربلا میں فرزند رسول حسینؑ نیزوں اور تلواروں سے شہید ہو گیا ہے

فابکی الحسینؑ بعبرة   ترجی الالہ مع الثواب

حسین پر آنسو بہا جس سے اللہ کے ہاں ثواب بھی ملے گا۔

قلت الحسینؑ فقال حق   لقد سکن اتراب

میں نے پوچھا کیا فرزند زہرا حسینؑ کی خبر شہادت ہے کہنے لگا واقعاً وہی خاک آلود ہے۔

محمد ابن علی کا بیان ہے کہ اس پرندے کے پروں پر خون اور خون سے مخصوص خوشبو سونگھ کر جناب فاطمہ صغریٰ بنت حسینؑ نے اہل مدینہ کو بتا دیا کہ فرزند رسول شہید کر دیئے گئے ہیں۔

جب اہل مدینہ کے گورنر تک یہ اطلاع گئی تو اس نے پہلا جو تبصرہ کیا وہ یہ تھا کہ۔

دختر حسینؑ بھی ہاشمیہ ہے اور ہاشمی جادو کے تماشے دکھا رہی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

دخترِ یہودی کی شفایابی

عصرِ عاشور کے واقعات میں سے منتخب التواریخ میں یہ واقعہ بھی ہے کہ۔ شہادت فرزندِ رسول کے بعد پرندوں کا ایک غول سرزمین کربلا سے گزرا۔ دوسرے پرندے تو اپنی پرواز میں مصروف رہے۔ ایک پرندہ میدان کربلا میں اترا۔ ہر طرف لاشے ہی لاشے تھے ایک طرف دھواں تھا۔ خالقِ عالم کے اشارہ اور ہدایت سے اس پرندے نے ان لاشوں میں فرزندِ رسول کا لاشہ دیکھا۔ قریب آیا۔ اپنے پروں کو خون شبیر سے رنگین کیا اور اڑ کر چلا گیا۔

ایک جگہ جہاں بہت سارے پرندے جمع تھے۔ یہ بھی آکر بشکل غمگین بیٹھ گیا اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ دوسرے تمام پرندے اس کی شکل و صورت دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے اس حال اور گریہ کی وجہ پوچھی اس پرندے نے انہیں بتایا کہ آپ تو اپنی خوشیوں اور مسرتوں میں مصروف ہیں۔ لیکن آپ کو معلوم نہیں کہ خانہ زہرا پر کیسی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ ذرا میدان کربلا میں جاکر دیکھو۔ بنی ہاشم کے بے گور و کفن لاشے۔ جنہیں زندگی میں تیروں۔ نیزوں۔ تلوار اور پتھروں سے چور چور کیا گیا۔ اور بعد از شہادت ان کے جسم ہائے نازنین پر گھوڑے دوڑا کر انہیں پامال بنائے

اسیاں کر دیا گیا ہے۔

بنات زہرا کے خیام جلا دیئے گئے ہیں۔ ان کے سروں سے چادریں، کانوں سے گوشوارے اور ہاتھوں سے کنگن تک اتار لیے گئے ہیں۔ اس وقت ذریت رسول کے لاشے پارہ پارہ ہو کر میدان میں بکھرے ہوئے ہیں اور زہرازادیاں آگ کے شعلوں سے اپنے کم سن بچوں کو بچانے کی خاطر حیران و سراسیمہ صحرا میں گریاں ہیں۔

اس پرندہ کی زبانی جب دیگر پرندوں نے یہ داستانِ غم سنی تو تمام پرندوں نے دانہ پانی چھوڑ دیا اور سب کے سب اڑ کر میدان کربلا میں آ گئے۔ وہاں لاشوں کے انبار میں جگر پارہ ہائے علی و بتول کو دیکھا۔ تمام پرندوں نے اپنے پر فرزند رسول کے خون سے سرخ کیے، اور مختلف اطراف میں خبر شہادت پہنچانے کی خاطر اڑ گئے۔ انہی میں سے ایک پرندہ مدینہ میں آیا۔

پہلے روضہ رسول کا طواف کیا۔ اسے دیکھ کر اطراف مدینہ کے تمام پرندے اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اور اس پرندہ سے خبر شہادت سن کر تمام نے نبی اکرم کے مزار کا طواف کیا۔ اور پھر سب کے سب مزار خاتم الانبیاء پہ بیٹھ گئے اور اپنی زبان سے آنحضور کو پرسہ دینے لگے۔ پھر وہی پرندہ وہاں سے اڑ کر دختر شبیر کی منڈیر پر آ کر بیٹھا بنت حسین کو اپنے بابا کی خبر شہادت دینے کے بعد بیرون مدینہ ایک باغ میں شب بسری کے لیے ایک درخت پر بیٹھ گیا۔

یہ باغ ایک یہودی کا تھا۔ اور یہودی کی ایک مریض اور لاعلاج بیٹی اس باغ میں رہتی تھی۔ اس بچی کی آنکھوں میں نور نہیں تھا۔ پاؤں میں چلنے کی ہاتھوں میں ہلنے کی طاقت نہیں تھی۔ تمام جسم مبروص تھا۔ یہودی دن میں بیرون باغ اپنے

کام کاج میں مصروف رہتا تھا اور رات کو اپنی بچی کے پاس آجاتا تھا۔ اس رات اتفاقاً یہودی کسی کام کی وجہ سے بچی کے پاس باغ میں نہ آسکا۔

جب بچی تنہائی سے اکتا گئی اور باپ کی آمد سے بھی مایوس ہو گئی تو گھسٹتے گھسٹتے کمرے سے باہر آئی۔ بچی کے کانوں پر کسی پرندے کی انتہائی درد رسیدہ آواز آئی۔ لڑکی لاشعوری طور پر اس آواز کی طرف رینگنے لگی۔ بالآخر بڑی مشکل سے اس درخت تک پہنچ گئی جس پر وہ پرندہ بیٹھا تھا۔ لڑکی وہیں لیٹ گئی۔ پرندے کے پروں سے خون ٹپ ٹپ ٹپک رہا تھا۔ اتفاقاً ایک قطرہ اس لڑکی کی آنکھ میں آگرا۔ جونہی وہ قطرہ گرا۔ لڑکی کی آنکھ روشن ہو گئی پہلے تو وہ حیران وار ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ میری آنکھ میں بینائی آگئی ہے۔ پھر اس نے آنکھ پر انگلی رکھی جونہی انگلی خون مظلوم سے مس ہوئی۔ پورے ہاتھ کی قوت بحال ہو گئی۔ اب تو اس لڑکی نے اوپر دیکھنا شروع کیا۔

اتنے میں خون کا دوسرا قطرہ ٹپکا لڑکی نے اسے دوسری آنکھ میں گرایا۔ وہ آنکھ بھی روشن ہو گئی۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ یہ سب اسی خون کی برکت ہے۔ چنانچہ پھر تو لڑکی نے ہر گرنے والے خون کے قطرہ کو اپنے جسم کے مفلوج حصوں پر لینا شروع کر دیا۔

اور خون کی برکت سے مرض دفع ہونا شروع ہو گیا۔ کچھ وقت کے بعد لڑکی بالکل تندرست ہو کر اپنے قدموں پر اٹھ کھڑی ہوئی اور باغ کی سیر کرنے لگی۔ صبح نمودار ہو گئی۔ وہ یہودی آیا۔ سیدھا لڑکی کے کمرہ میں گیا۔ وہاں لڑکی نہ تھی۔ ایک لڑکی کو باغ کی سیر میں مصروف دیکھ کر اس کے پاس آیا اور پوچھا کہ یہاں میری ایک بیمار اور معذور بچی رہتی تھی لیکن اب نظر نہیں آرہی۔

لڑکی نے جونہی اپنے باپ کی پریشانی دیکھی ۔ بابا ۔ بابا ۔ کرکے باپ کے گلے لگی اور بتایا کہ ۔

ابا جان !۔

میں ہی آپ کی وہ خوش نصیب بیٹی ہوں ۔ اب میں تندرست ہوں ۔ مجھے کوئی بیماری نہیں ہے ۔

یہودی پہلے تو ماننے پر تیار نہ ہوا ۔ لیکن جب بچی نے ایک ایک کرکے اپنا ماضی دہرایا تو یہودی کو یقین کرنا پڑا کہ واقعاً یہی میری لڑکی ہی ہے ۔

یہودی نے پوچھا ۔

بیٹی یہ ہوا کیسے ؟

میں نے تو تیرے علاج پر تمام گھر لٹا دیا تھا ۔ اور ہر معالج نے تجھے لا علاج کر دیا تھا ۔

اب ایک رات میں تو تندرست کیسے ہوگئی ۔ اور لا علاج مرض کیسے چلا گیا لڑکی نے شب گذشتہ کا تمام واقعہ سنایا ۔

پھر دونوں باپ بیٹی اس درخت کے نیچے آئے جس پر بیٹھ کر وہ پرندہ آہ و بکا کر رہا تھا ۔

یہودی نے اس پرندے کو مخاطب کرکے کہا ۔

یاالذی خلقك یها الطیران تکلمنی بقدرة الله ۔	اے پرندے تجھے اپنے خالق کی قسم مجھ سے قدرت الٰہیہ کے ذریعہ بات کر ۔

ذات احدیث نے اس پرندہ کو قوت گویائی سے نوازا ۔ پرندہ فصیح

عربی میں گویا ہوا۔ اور اول سے لے کر آخر تک شہادت غریب نینوا کا واقعہ سنا کر بتایا کہ یہ اتفاق ہے کہ میں نے تیرے باغ میں رات گزاری۔ جب یہودی نے نے یہ واقعہ سنا تو دل میں کہا۔

اگر دین محمدؐ حق نہ ہوتا۔ تو اس کے نواسہ کا خون اتنا عظیم المرتبت نہ ہوتا۔ اسی وقت دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس کی بیٹی نے بھی کلمہ پڑھا۔ اس کے بعد وہ اپنی بیٹی کو لے کر داخل شہر ہوا تمام اہل مدینہ کے سامنے اپنی لڑکی کو پیش کیا اور خون شبیر کا معجزہ دکھایا۔ اس یہودی کے قبیلہ سے پانچ سو یہودیوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

Presented by www.ziaraat.com

مدینہ سے ندائے ہاتف

شب شام غریباں کے واقعات میں ایک وہ آواز بھی ہے جسے تمام اہل مدینہ نے سنا لیکن انہیں آواز دینے والا کوئی نظر نہ آیا۔ کامل الزیارۃ میں امام صادق سے مروی ہے کہ جب ذریت رسول میدان کربلا میں ذبح ہو گئی۔ اور زہرا زادیاں بے مقنع و چادر ہو کر صحرائے کربلا میں تنہا رہ گئیں تو تمام اہل مدینہ نے ایک آواز سنی۔

آج سے اس امت پر مصائب کا آغاز ہو چکا ہے۔ اب کبھی یہ امت خوشی کا منہ نہ دیکھے گی ان میں باہمی تلوار چلتی رہے گی۔ ایک گروہ ظالم یزید کا طرف دار ہو گا اور دوسرا گروہ مظلوم حسین کا طرف دار ہو گا مظلوم کا گروہ ظالم سے اظہار بیزاری کرے گا اور مظلوم کی یاد منائے گا جب کہ ظالم کا گروہ یاد مظلوم منانے سے روکے گا۔ اور یہ سلسلہ تا قیام قائم یوں ہی چلتا رہے گا۔

یہ صدا سنکر تمام اہل مدینہ گھبرا گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا ہو گیا ہے؟ بعد میں جب شہادت غریب زہرا کی اطلاع مدینہ میں پہنچی تو لوگوں کو پتہ چلا کہ جس رات ہاتف غیبی نے نزول مصائب کی آواز دی تھی اسی دن کو نواسہ رسول شہید ہوا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا۔ قبلہ آخر یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا اور ظالم کے طرف دار کب تک ظالم اور مظلوم کو ماننے والے کب تک مظلوم رہیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ ابھی وہ وقت بہت دور ہے۔ اس کی کچھ علامات ہیں جب وہ علامات مکمل ہوں گی تو ہمارا قائم قیام کرے گا۔ اس کی علامات میں باقاعدہ شہادت محسن۔ شہادت رسول کونینؐ۔ اور شہادت آئمہ اہل بیت کا مقدمہ چلے گا ظالم کو اس دنیا ہی میں اپنے ظلم کی سزا ملے گی۔

اسی شب جناب ابن عباس نے آنحضورؐ کو عالم خواب میں اس طرح دیکھا کہ آپ کے سر میں مٹی۔ آنکھوں میں آنسو۔ گریبان چاک اور آستینیں چڑھی ہوئی تھیں آپ کے ہاتھوں میں تیروں سے چھلنی خون آلود قمیص تھی اور یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

لاتحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون۔	اللہ کو ظالموں کے عمل سے غافل مت سمجھا کرو۔

Presented by www.ziaraat.com

سرِ شبیر اور تنور

اسی شب شام غریباں کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ غریب زہرا کا سر تندور میں یا زیر طشت شمر کے گھر یا خولی کے گھر رکھا گیا۔

ارشاد مفید۔ لہوف ابن طاؤس۔ محمد ابن ابی طالب۔ ابو مخنف، ابن شہر آشوب اور دیگر قابل اعتماد مورخین نے خولی کے گھر تندور میں لکھا ہے۔ اور واقدی کی روایت سے صاحب البتر المذاب نے شمر کے گھر زیر طشت لکھا ہے۔ واقعات دونوں مختلف ہیں۔

مترجم:۔ چونکہ قاتل ہی مورخ تھے۔ اس لیے ممکن ہے روایات دونوں صحیح ہوں اور تاریخوں میں فرق ہو یعنی شب شام غریباں خولی لایا ہو اور اسی نے اپنے گھر تندور میں رکھا ہو۔ اور شام کی طرف روانگی کے وقت شمر لایا ہو اور اس نے اپنے گھر زیر طشت رکھا ہو۔

جو چیز مسلم ہے وہ ہے کہ سر مظلوم کو تندور اور زیر طشت ہر دو جگہ رکھا گیا ہے۔ تاریخ کا اختلاف اتنا اہم نہیں ہے۔ دونوں روایات پڑھی جا سکتی ہیں اور کسی روایت کو یقین کے ساتھ جھوٹا نہیں کہا جا سکتا ہم قارئین کی سہولت کے لیے

Presented by www.ziaraat.com

دونوں واقعات درج کیے دیتے ہیں۔

البتہ اس میں ایک سوال یہ ہوگا کہ جب سر ہائے شہدا اسیران آلِ محمدؐ کے ساتھ کوفہ میں لائے گئے تو اس وقت بھی مقتل کی تمام کتب کے مطابق سرِ شبیر ہی تمام سروں سے آگے تھا۔ اگر سرِ مظلوم کربلا دس محرم ہی کو کوفہ پہنچ گیا تھا تو پھر سر ہائے شہدا کے ساتھ کیسے آیا۔

اس سوال کا آسان سا جواب یہ ہے کہ عمر سعد نے یوم عاشور ہی سرِ مظلوم کربلا کوفہ بھیج دیا تھا۔ پھر جب ابن زیاد کو اسیران آلِ محمد کی اطلاع ملی تو اس نے سرِ امام حسین دیگر شہدا کے ساتھ لانے کی خاطر کوفہ سے ایک منزل دور بھیج دیا تھا اور یوں سرِ مظلوم کربلا کوفہ میں دو مرتبہ آیا۔ ایک مرتبہ تنہا اور دوسری مرتبہ اپنے تمام انصار و اقربا کے ساتھ۔ مترجم)۔

قارئین کی خاطر ہم دونوں روایات پیش کیے دیتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

سرِ مظلوم خانہ شمر میں زیرِ طشت

واقدی سے مروی ہے کہ جب شمر میدان کربلا سے سر مظلوم کو کوفہ لایا تو اس نے سر کو توبرے میں ڈال رکھا تھا۔ جب کوفہ پہنچا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ دارالامارہ کے دروازے بند تھے۔ اور ابن زیاد کو جگا کر اسے سر پیش کرنے کی کوئی صورت نہ تھی چنانچہ یہ سر مظلوم کو گھر لے آیا۔ توبرے کو زمین پر رکھ دیا اور طشت اٹھا کر توبرے پر اوندھا ڈال دیا۔ کھانا کھا کے سو رہا رات کے کسی وقت اس کی بیوی کی آنکھ کھلی تو اس نے محسوس کیا کہ طشت کے نیچے سے گریہ کی آواز آرہی ہے۔ اور نور کی ایک کرن زیر طشت سے نکل کر آسمان تک پہنچ رہی ہے۔

یہ حیرت اور استعجاب میں ڈوب کر طشت کے قریب آئی تو صدائے گریہ صاف سنائی دینے لگی۔ واپس آئی شمر کو جگایا اور اسے پورا واقعہ سنا کر پوچھا۔ یہ زیر طشت کیا ہے

شمر نے کہا۔ سونے دے۔ ایک باغی کا سر ہے جسے یزید کے پاس لے جا رہا ہوں۔ بہت بڑا انعام ملے گا۔

اس نے پوچھا۔ اس کا نام کیا تھا؟

Presented by www.ziaraat.com

شمر نے کہا۔ حسینؑ ابن علیؑ۔
یہ سن کر عورت نے ہائے حسین کہا اور غش کھا کر گر گئی۔ جب افاقہ ہوا تو کہنے لگی اے مجوسیوں سے بدتر انسان تجھے نہ خوف خدا ہوا اور نہ رسول کونین سے حیا آئی فرزند رسول کو باغی کہتے ہوئے تجھے شرم نہیں آئی۔ پھر یہ بی بی واپس آئی سر کو طشت سے نکالا۔ جھولی میں رکھا۔ پڑوسی عورتوں کو بلایا اور کہنے لگی۔ اے جگر پارہ زہرا اللہ آپ کے قاتل پر لعنت کرے۔ روتے روتے نیند نے آلیا۔ عالم خواب میں دیکھا گویا اس کے گھر کی دیوار میں دروازہ بن گیا ہے اس دروازہ سے دو مستورات سیاہ کپڑوں میں ملبوس اندر آئیں۔ ایک نے بڑھ کر اس کی جھولی سے سر اٹھایا سر کو سینے سے لگایا۔ بوسہ لیا۔ اور بیٹھ کر بین کرتے لگیں۔ اس نے ان کے ساتھ والی کنیزوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ ایک ام المومنین خدیجہ الکبریٰ اور دوسری اس شہید کی ماں دختر رسول ہے۔

ان کے بعد بہت سے مرد اس گھر میں داخل ہوئے اس نے ان کے متعلق پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ۔ درمیان میں سرکار رسالت ہیں۔ ان کے دائیں جانب جناب حمزہ ہیں بائیں علی ابن ابی طالب ہیں اور عقب میں جعفر طیار۔ اور دیگر صحابہ ہیں تمام نے سر کو باری باری اٹھایا۔ سینہ سے لگایا۔ بوسے لیے اور کافی دیر تک نوحہ و بکا کرتے رہے۔

جناب ام المومنین خدیجہ الکبریٰ زوجہ شمر کے پاس آئیں اور فرمایا۔
تو نے ہم پر احسان کیا ہے۔ ہم تیرے ممنون ہیں۔ جو چاہے ہم سے مانگ لے اگر جنت میں ہمارے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو اٹھ اور تیار ہو جا ہم تیرے منتظر ہیں۔
زوجہ شمر نیند سے بے دار ہوئی دیکھا تو سر اس کے سینہ پر تھا۔ اتنے میں شمر آیا

Presented by www.ziaraat.com

اور اس نے سر کا مطالبہ کیا کہ اب صبح ہو گئی ہے۔ دارالامارہ کا دروازہ کھل گیا ہو گا۔ ابن زیاد کے سپرد کر دوں۔

اس مخدرہ نے کہا۔ تو یہودی ہے اب میرا تجھ سے نباہ نہیں ہو سکے گا۔ پہلے مجھے طلاق دے پھر دوسری بات ہو گی اس نے اسی وقت اسے طلاق دے دی۔ اور سر کا مطالبہ کیا۔

اس نے کہا۔ اب تیرا اور میرا کیا تعلق رہا ہے۔ جب تک میرے دم میں دم ہے اس وقت تو میں اس سر کو اپنے سینہ سے جدا نہیں کروں گی جب جان نکل گئی۔ تو میں بے بس ہوں گی۔

شمر نے سختی سے مطالبہ کیا۔ لیکن اس نے ہر مرتبہ انکار کیا تو غصہ میں آ کر شمر نے اس مخدرہ پر تلوار کا وار کیا۔ جس سے یہ موقع پر شہید ہو گئی۔

Presented by www.ziaraat.com

خانہ خولی میں زیرِ طشت

اس سلسلہ میں بھی دو روایات ہیں۔

ایک کے مطابق خولی کی دو بیویاں تھیں ایک بنی مضر سے مضریہ کہلاتی تھی اور دوسری بنی تغلب سے تغلبیہ کہلاتی تھی۔

ایک روایت کے مطابق اس کی ایک بیوی حضرمیہ تھی اور دوسری اسدیہ تھی اس قبائلی اختلاف سے ہٹ کر یہ مسلم ہے کہ ایک محبہ اہل بیت تھی۔ جس کا نام نوار تھا اور دوسری کے متعلق روایات خاموش ہیں۔ اس طرح دونوں روایات کی تفصیل میں بھی قدرے اختلاف ہے۔

ہم دونوں روایات پیش کیے دیتے ہیں۔

بحار کے مطابق عمر سعد نے عصر عاشور کو سر مظلوم خولی کے حوالہ کیا تاکہ اسے ابھی ابھی کوفہ لے جائے۔ خولی سر لے کر کوفہ آیا۔ لیکن دیر ہو چکی تھی۔ دارالامارہ کے دروازے بند تھے۔ چنانچہ یہ سر کو لے کر گھر آیا۔ اس کی بیوی نوار نے پوچھا۔ یہ کیا ہے؟

خولی نے کہا۔ یوں سمجھ لے کہ ڈھیروں سونا اور چاندی لایا ہوں۔ سرِ حسینؑ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

نوار نے کہا۔ ظالم! اور لوگ سونا اور چاندی لائے ہیں اور تو فرزند رسول کا سر لایا ہے۔ اب کے بعد تو اور میں ایک چھت کے نیچے زندگی نہیں گزار سکتے۔ یہ کہہ کر یہ مومنہ باہر آئی۔

خولی نے اپنی دوسری بیوی کو بلایا۔

نوار کے بیان کے مطابق میں دیکھتی رہی کہ اس سر سے نور کی ایک کرن پھوٹ کر آسمان تک جا رہی تھی۔ اور سفید رنگ پرندے سر حسینؑ کا طواف کر کے نوحہ و بکا کر رہے تھے۔ سر سے تلاوت قرآن کی آواز آ رہی تھی۔ ساری رات سر تلاوت قرآنی میں مصروف رہا۔

صبح جو آخری آیت میں نے سنی یہ تھی۔

سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

روضۃ الشہدا نے ابو حنیفہ دینوری کی تاریخ سے نقل کی ہے کہ

عمر سعد نے سر مظلوم خولی کے حوالہ کیا اور حکم دیا کہ ابھی ابھی ابن زیاد تک پہنچانا ہے۔ خولی کو راستہ میں غروب ہو گیا اس کا گھر بیرون کوفہ ہی تھا۔ اس خیال سے کہ اب دارالامارہ کے دروازے بند ہو گئے ہوں گے۔ یہ اپنے گھر چلا آیا۔ اس کی بیوی انصاریہ تھی جو محبہ اہل بیت تھی۔ خولی کو علم تھا۔ خولی نے اس ڈر سے کہ کہیں میری بیوی سر کو دیکھ نہ لے سر کو چھپانے کی خاطر خاموشی سے تندور میں رکھ دیا۔ بیوی سے کھانا مانگا۔

بیوی نے پوچھا۔

اتنے دنوں سے کہاں تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

خولی نے کہا۔ ایک باغی نے یزید کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اسی سے جنگ تھی، آج جنگ فتح ہو گئی ہے باغی مارا گیا ہے۔ اور ہم فارغ ہو کر گھر آ گئے ہیں۔

یہ سنکر زوجہ خولی خاموش ہو گئی۔ اسے کھانا دیا۔ یہ کھانا کھا کر سو رہا۔ یہ مومنہ نماز شب پڑھتی تھی۔ جب نماز شب کے لیے اٹھی تو دیکھا گھر میں روشنی ہی روشنی ہے جب ادھر ادھر دیکھا تو اسے نظر آیا جیسے تندور میں آگ جل رہی ہو۔ دل میں کہنے لگی میں نے تو تندور جلایا ہی نہیں تھا۔ پھر یہاں آگ کیسے آ گئی ہے۔ ڈرتے ڈرتے تندور کی طرف بڑھی۔ جب قریب جا کر دیکھا تو تندور میں آگ نہیں تھی۔ بلکہ بے تحاشہ روشنی پھوٹ رہی تھی۔ جب جھانک کر تندور میں دیکھا تو ایک خاک و خون آلود سر رکھا ہوا تھا۔ پیچھے ہٹی تاکہ خولی سے پوچھے کہ اتنے میں چار مستورات گھر میں آئیں اور ایک نے بڑھ کر سر کو تندور سے اٹھایا۔ زوجہ خولی نے ساتھ والی کنیزوں میں سے ایک سے ان کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایک ام المومنین خدیجہ اس مظلوم کی نانی ہے دوسری ام السادات فاطمہ الزہراؑ اس مظلوم کی ماں ہے۔ ایک مریم ام عیسیٰ ہے اور چوتھی آسیہ زن فرعون ہے۔

جس نے سر کو تندور سے اٹھایا ہے وہی دختر رسول اور اس شہید کی محرومہ المسرۃ ماں ہے۔ بی بی نے سر کو اٹھایا۔ سینہ سے لگایا۔ بوسے لیے پھر تمام بی بیوں نے باری باری سر کو اپنے ہاتھوں کو لے کر سینہ سے لگایا اور بوسے لے لے کر نوحہ و بکا کرنے لگیں۔ کافی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

کافی دیر تک رونے اور گریہ و بکا کرنے کے بعد وہ مستورات غائب ہو گئیں۔ میں اٹھی سر کو تندور سے نکالا۔ اسے مشک و زعفران سے غسل دیا داڑھی کے بالوں میں کنگھی کی پاکیزہ جگہ پر رکھ کر یہ مخدرہ خولی کے قریب آئی اسے جگایا اور کہا۔

Presented by www.ziaraat.com

اے ملعون تو تو کہہ رہا تھا کہ کسی باغی کا سر ہے۔ ظالم تو نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ یہ تو فرزند رسول کا سر ہے۔ ذرا اٹھ کے دیکھ تو سہی پورے گھر میں زلزلہ ہے ملائکہ جماعت در جماعت آسمان سے اتر رہے ہیں آدم سے خاتم تک تمام انبیاء آرہے ہیں۔ اور تجھ پر لعنت کر رہے ہیں۔ آج کے بعد میں تجھ سے بری ہوں تیرا میرا کوئی رشتہ نہیں۔ مجھے طلاق لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ تو اسلام چھوڑ چکا ہے اور کسی غیر مسلم سے نکاح نہیں رہ سکتا۔

پھر یہ مومنہ چادر لینے کی خاطر اٹھی۔ خولی نے پوچھا۔ کہاں جاتی ہے؟

اس مومنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ چادر لی اور باہر نکلنے لگی۔

خولی نے کہا۔ دیکھ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں انہیں کہاں چھوڑتی ہو۔

اس مومنہ نے کہا۔ ظالم تجھے اپنے بچے اتنے پیارے ہیں اور تجھے ان کی یتیمی پر افسوس ہو رہا ہے اور ذریت رسول کے بچوں کو یتیم کر کے تو انعام لے رہا ہے۔ تجھے شرم نہیں آتی۔ یہ کہہ کر یہ مومنہ گھر سے باہر نکلی پھر کوئی پتہ نہ چل سکا کہ اسے آسمان نے اٹھا لیا ہے یا زمین نے نگل لیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

گیارہ محرم کے واقعات

سر مظلوم زہراؑ ابن زیاد کے پاس گیارہ محرم کو اس وقت لایا گیا۔ جب وہ دستر خوان پر بیٹھا تھا۔

ابن زیاد کا سر مختار کو اسی دار الامارہ میں اس وقت پیش کیا گیا جب مختار دستر خوان پر بیٹھا تھا۔

مختار کا سر مصعب ابن زبیر کو اسی دار الامارہ میں دستر خوان پر پیش کیا گیا۔

مصعب ابن زبیر کا سر عبد الملک ابن مروان کو اسی دار الامارہ میں دستر خوان پر پیش کیا گیا۔

ابن زیاد کا سر مدینہ میں جناب سجاد کو ایسے وقت پیش کیا گیا جب آپ دستر خوان پر بیٹھے تھے جب آپ نے دستر خوان پر ابن زیاد اور عمر سعد کے دونوں نجس سر دیکھے تو۔

سجدہ میں گر گئے اور عرض کیا۔

الحمد للہ الذی اجاب	اس اللہ کی حمد ہے جس نے
دعوتی وبلغنی ثاری من	میری دعا قبول فرما کر میرے

Presented by www.ziaraat.com

قتلۃ ابی۔ باپ کے قاتلوں سے میرا انتقام لیا۔

اس کے بعد آپ نے مختار کے حق میں ڈھیروں دعائیں فرمائیں۔

ابن شہر آشوب کے مطابق سر لانے والا سنان ابن انس تھا۔ ابن شہر آشوب کی اس روایت کی بنیاد پہ ضعیف روایت ہوسکتی ہے کہ قاتل غریب زہرا سنان تھا۔ جب کہ معروف اور صحیح قول یہ ہے کہ قاتل مظلوم شمر اور ابن زیاد کے پاس سر لانے والا خولی ہی تھا۔

اکثر مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ سر مظلوم دیگر شہداء اور قافلہ اسیران آل محمد کے ساتھ آیا تھا۔ لیکن یہ کوئی اختلاف والی بات نہیں ہے۔ کیونکہ ہم سابقاً بتا چکے ہیں کہ سر مظلوم دو مرتبہ کوفہ میں لایا گیا تھا۔ پہلی مرتبہ عصر عاشور کو کربلا سے چلا۔ رات خولی یا شمر کے گھر ہی تندور میں یا زیر طشت رہا اور گیارہ محرم کی صبح کو ابن زیاد کو پیش کیا گیا۔

اور دوسری مرتبہ ابن زیاد کے حکم سے سر مظلوم کو کوفہ سے ایک منزل باہر بھیجا گیا تاکہ دیگر سرہائے شہداء اور اسیران آل محمد کے ساتھ کوفہ میں لایا جائے۔ اسی دوسری مرتبہ ہی سر مظلوم کو نجف سے ایک میل باہر مسجد حنانہ میں رکھا گیا تھا۔

بہرصورت اس اختلاف سے قطع نظر ارشاد شیخ مفید کے مطابق محمد ابن قاسم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ سر مظلوم زہراؑ ابن زیاد کو چاندی کے طشت میں رکھ کے تحفہ پیش کیا گیا۔ اس نے طشت کے اوپر سے رومال ہٹایا اور دیکھ کر ہنسنے لگا کافی دیر تک اظہار مسرت کرنے کے بعد اس نے اپنی چھڑی دندان مبارک پر رکھی۔ اور کہنے لگا۔

اے حسین تیرے دانت بڑے ہی حسین تھے ۔

زید ابن ارقم بنی خزرج سے تھا۔ انصاری تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے آنحضور کے حضورؐ بنی خزرج کے منافقین کو ظاہر کیا تھا۔

یہ ان سابقین سے تھا جنہوں نے حضرت علیؑ کو چھوڑنے کے بعد آپ کی طرف رجوع کیا تھا۔

اس نے ابن زیاد سے فرمایا۔ ابن زیاد اپنی چھڑی ہٹالے۔ میں نے کتنی مرتبہ نبی کریمؐ کو دیکھا ہے کہ وہ ان دندان مبارک کے بوسے لیتے تھے ۔

ابن زیاد نے کہا۔

آپ کی عقل بڑھاپے کی بدولت نا کارہ ہو گئی ہے ۔

جناب زید یہ سنکر روتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے گھر چلے گئے

امالی شیخ کے مطابق جب ابن زیاد نے چھڑی سے دندان مبارک مظلوم کربلا سے بے ادبی شروع کی تو جناب زید نے کہا۔

چھڑی یہاں سے اٹھالے۔ مجھے اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اتنی مرتبہ نبی الانبیاءؐ کو ان دانتوں کے بوسے لیتے دیکھا ہے۔ جنہیں میں شمار نہیں کر سکتا۔

پھر آپ رونے لگ گئے ۔

ابن زیاد نے کہا۔

اللہ تیری آنکھوں کے آنسو خشک کرے کیا تو اللہ کی عنایت کردہ فتح پر روتا ہے۔ بخدا اگر بڑھاپے کی وجہ سے تیری عقل نا کارہ نہ ہو گئی ہوتی تو میں اسی وقت تیری گردن مار دینے کا حکم دیتا۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کے بعد جناب زید اپنی جگہ سے اٹھے اور روتے ہوئے گھر چلے گئے اور یہ کہتے گئے۔

اے لوگو!

ذریت رسول تمہارے پاس قرآن کی طرح نبی کریم کی امانت تھی

اب خود دیکھ لو کہ تم نے امانت نبوی کا تحفظ کیسے کیا ہے؟

بحار میں علامہ مجلسی نے انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ میں اس وقت دربار ابن زیاد میں بیٹھا تھا جب سر غریب زہرا اسے پیش کیا گیا۔ ابن زیاد نے چھڑی سے دندان مبارک کی بے ادبی کرتے ہوئے کہا۔

بڑے حسین دانت تھے تیرے اے حسین! میں نے کہا ابن زیاد۔ تو برا تو مان جائے گا لیکن تجھے بتا دوں کہ۔

جہاں تو نے چھڑی رکھی ہوئی ہے اسی جگہ پر میں نے کئی مرتبہ لبہائے رسول دیکھے تھے۔

سعید ابن معاذ اور عمرو ابن سہیل نے یوں بیان کیا ہے کہ جب سر غریب کربلا ابن زیاد کو پیش کیا گیا تو یہ خبیث کبھی مظلوم کربلا کی ناک پر کبھی آنکھ پر اور کبھی بوسہ گاہ نبوی پر چھڑی مارنے لگا۔

صحابی رسول جناب زید ابن ارقم نے یہ دیکھ کر کہا۔ چھڑی اٹھالے میں نے بے شمار مرتبہ تیری چھڑی کی جگہ پر لبہائے رسول دیکھے تھے۔ اس کے بعد جناب زید دھاڑیں مار کے رونے لگے۔

ابن زیاد نے کہا۔ جتنا چاہے رولے۔ ویسے اگر بڑھاپے نے تیری عقل کو ناکارہ نہ کر دیا ہوتا۔ تو میں اسی جگہ تیرا سر اڑا دینے کا حکم دیتا۔

Presented by www.ziaraat.com

جناب زید اٹھے اور جاتے ہوئے فرمایا۔

اے لوگو!

ذریت رسول قرآن کی طرح تمہارے پاس نبوی امانت تھی اب دیکھ لو جو تحفظ تم نے اس امانت کا کیا ہے۔

اے عربو!۔

تم نے شریفوں کو چھوڑ کر غلاموں کو اپنا حکمران بنالیا ہے۔ اب ان کے ظلم سے تم خود بھی پناہ مانگو گے۔ اب یہ لوگ تمہارے اخیار کو قتل اور ہمارے اشرار کو اپنا غلام بنالیں گے۔ یوں سمجھو فرزند زہرا کی شہادت کے بعد ہمیشہ کے لیے غلامی کی ذلت تمہارا مقدر بن چکی ہے۔ تم جس قدر غلامی سے پیچھا چھڑاؤ گے اسی قدر اس میں الجھتے چلے جاؤ گے۔

بحار میں ابوالقاسم ابن محمد سے مروی ہے کہ۔ میں نے ایسا دردناک منظر کبھی نہیں دیکھا جیسا کہ اس وقت دیکھا جب سر مظلوم ابن زیاد کو پیش کیا گیا اور اس نے چھڑی سے سر حسین کی بے ادبی کی۔

امالی شیخ کے مطابق سر مظلوم پیش کرنے والوں نے تو ابن زیاد کو چاندی کے طشت میں پیش کیا تھا۔ لیکن پھر اس خبیث نے حکم دیا۔ چونکہ حسین کا نانا سونے کو ہمارے لیے حرام کہتا تھا اس لیے مناسب ہوگا۔ اگر سر حسین سونے کے طشت میں رکھا جائے۔ چنانچہ سر غریب سونے کے طشت میں رکھا گیا۔ بعد میں اس ملعون نے وہ بے ادبی شروع کی جسے انس ابن مالک اور زید ابن ارقم صحابی رسول برداشت نہ کرسکے۔

بے ادبی کے علاوہ اس نے چھڑی آپ کی خون آلودہ ریش مبارک پر رکھی

اور کہنے لگا۔

حسین تو تو بہت جلد بوڑھا ہو گیا ہے۔

حسین تو بہت ہی حسین تھا۔ اس جملہ پر انس ابن مالک صحابی رسول نے کہا۔

اے ابن زیاد تجھے کیا معلوم ہے کہ شکل و صورت میں حسین سے زیادہ کوئی بھی شبیہ رسول نہ تھا۔

روضۃ الشہداء میں ہے کہ اس ظالم نے کافی دیر تک سر مظلوم کی بے ادبی کرنے کے بعد سر مظلوم کو اٹھایا اور اپنے نجس ہاتھوں پر رکھا۔ لیکن جونہی سر اس کے ہاتھوں پر آیا اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ دل دھڑکنے لگا۔ چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا۔ فوراً اس نے سر مظلوم کو اپنے دائیں زانو پر رکھ لیا مظلوم کربلا کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکا جو اس کے کپڑے پر گرا۔ کپڑے سے پار ہو کر اس کی ران میں آیا۔ اور ران کو چیر کر فرش زمین پر جا گرا۔ اس کی ران میں آگ لگ گئی۔ زخم ہو گیا۔ اس نے سر کو زمین پر دے مارا اور خود چلا کر اٹھا ہر چند علاج کرتا تھا لیکن تا زندگی یہ زخم رہا۔ اس سے اتنی بدبو آتی تھی کہ مشک و عنبر رکھ کر محفل میں بیٹھتا تھا۔ جب ابراہیم ابن مالک اشتر کے ساتھ لڑائی ہوئی تھی تو اس کی لاش کو اسی زخم سے پہچانا گیا تھا۔

یہ بات باعث تعجب نہیں ہے۔ بارش کا قطرہ اگر صدف کے منہ میں گرے تو موتی بن جاتا ہے۔ اور اگر سانپ کے منہ میں آئے تو زہر بن جاتا ہے۔ قرآن کریم اگر بابصیرت کے دل میں آئے تو زنگ کفر دور ہو جاتا ہے اور اگر حرامزادے کے دل میں آئے تو کفر کی تہیں اور گہری ہو جاتی ہیں۔ یہی صورت اس مقدس خون

Presented by www.ziaraat.com

شبیر اور آب چشم کی تھی۔

اگر دختر یہودی پر گرا تو اس کے لیے شفا بن گیا اور جب حرامزادے پر گرا تو اس کے لیے دائمی عذاب بن گیا۔

قدرت نے قدم قدم پر اس خبیث کو درس عبرت دیا لیکن اس کی بدبختی میں شقاوت میں اضافہ کے سوا کچھ بھی نہ ہوا۔

منتخب میں بعض حاضرین دربار سے مروی ہے کہ جب یہ خبیث سر مظلوم سے گستاخی کر رہا تھا اس وقت دارالامارہ کے ایک گوشہ سے آگ کے شعلے لپکے جب اس نے دیکھا کہ شعلوں کا رخ میری طرف ہے تو وہاں سے اٹھ کر بھاگ گیا۔ پورا دربار تتر بتر ہو گیا۔

اس وقت سر مظلوم سے آواز آئی۔

کہاں تک اور کب تک اس آگ سے بھاگے گا۔ فی الحال تجھے جلانے کے لیے نہیں بلکہ تجھے عبرت حاصل کرنے کے لیے ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ۔

سر مظلوم سے یہ آواز سنکر تمام اہل دربار بے ساختہ سجدہ ریز ہو کر اپنے جرم کی معافی مانگنے لگ گئے۔ جب آگ بلند ہو گئی تو سر حسینؑ سے آنے والی آواز بند ہو گئی۔

التبر المذاب میں شعبی سے مروی ہے کہ ابن زیاد کے پاس اس وقت قیس ابن عباد بیٹھا تھا یہ ملعون سر فرزند رسول سے بے ادبی کر رہا تھا۔ ابن زیاد نے قیس سے سوال کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

قیس بھلا۔ تیرا حسینؑ اور میرے متعلق کیا خیال ہے؟

قیس نے کہا۔

یہ سوال ایسا نہیں ہے جو کسی سے پوچھا جائے۔ یہ واضح سی بات ہے کہ۔

قیامت کے دن ایک طرف حسینؑ، حسینؑ کا باپ۔ حسین کا نانا۔ اور حسینؑ کی ماں حسینؑ کے ساتھی ہوں گے اور دوسری طرف تیرا باپ تیرا نانا اور تیری ماں تیرے ساتھی ہوں گے۔

ابن زیاد غصے سے بپھر گیا۔

اور قیس کو دربار سے نکل جانے کو کہا۔

بعض علماء نے اس واقعہ کو ابو برزہ اسلمی سے منسوب کیا ہے۔ ممکن ہے دونوں صحیح ہوں۔ اور دونوں سے اس نے علیحدہ علیحدہ سوال کیا ہو۔ کیونکہ جب انسان کو اس کا ضمیر کسی کام پر ملامت کرتا ہے تو پھر وہ اطمینان خاطر کے لیے ایک ہی سوال متعدد افراد سے کرتا ہے۔

جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ممکن ہے کوئی قسمت کا مارا وہی جواب دے دے جو اسے مطمئن کر سکے۔

ان دونوں واقعات میں صرف اس قدر فرق ہے کہ ابو برزہ کو دربار سے نکل جانے کے حکم کے علاوہ ابن زیاد نے یہ بھی کہا کہ۔ اگر تو ہمیشہ سے ہمارا ساتھی نہ ہوتا تو تجھے اسی وقت قتل کرا دیتا۔

جب جی بھر کے سر مظلوم سے گستاخی اور بے ادبی کر چکا تو اس نے سر خولی کے سپرد کیا اور اسے کہا کہ میرے مطالبہ تک اسے اپنے پاس

محفوظ رکھو۔

اس کے بعد اس نے یزید کو فتح کی مبارک بادی کا خط لکھا اور اسی خط میں مزید احکام کا مطالبہ کیا کہ اب سرہائے شہداء اور اسیران آل محمدؐ کو۔ کوفہ میں قید رکھنا ہے۔ یا آزاد کر کے مدینہ بھیجنا ہے یا شام بھیجنا ہے۔ جواب تک میں انتظار کروں گا اور اسیران آلِ محمدؐ زندان کوفہ ہی میں رہیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

گیارہ محرم کو کربلا میں کیا ہوا

جب گیارہ محرم کی صبح ہوئی تو عمر سعد نے حکم دیا کہ تمام مقتولین آل محمدؐ کے سر لے آؤ۔ تمام لوگ میدان کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے ایک ایک لاشہ پر کئی کئی خبیث بھوکے کتوں کی طرح پل پڑے اور سر کاٹنے لگے۔ تھوڑی دیر میں ابن سعد کے خیمہ کے سامنے سروں کا انبار لگ گیا۔

دوسری طرف جب بے مقنع و چادر بنات زہراؑ نے یہ ہولناک منظر دیکھا کہ شہید ہونے کے بعد ہر شہید تیسری مرتبہ ذبح کیا جا رہا ہے۔ تو کوئی بی بی اپنے بیٹے کو۔ کوئی اپنے شوہر کو کوئی اپنے باپ کو اور کوئی اپنے بھائی کو رونے لگی۔

جب تمام سر جمع ہو گئے تو اس خبیث الدارین نے ان سروں کو صاف کرنے کا حکم دیا۔ اس صفائی میں خاک و خون سے صفائی بھی تھی اور جلدی میں جدا کیے گئے سروں میں کمی بیشی اور تراش خراش بھی تھی۔

جب تمام سر صاف ہو گئے تو اس نے ان سروں کو ابن زیاد کے پاس لے جانے کا حکم دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

لیکن سرداران قبائل نے کہا۔

کہ سر یوں نہیں جائیں گے۔

ابن زیاد کو کیسے پتہ چلے گا کہ کس قبیلہ نے کتنی جانثاری کی ہے۔ لہذا بہتر ہوگا کہ سروں کو قبائل پر تقسیم کیا جائے تاکہ ابن زیاد کے تقرب میں ہر قبیلہ اپنے مرتبہ اور محنت کے مطابق پیش ہو سکے۔

عمر سعد نے اس تجویز کو قبول کیا۔ اور سروں کو حسب ذیل طریقہ سے کربلا میں شریک قبائل پر تقسیم کیا۔

محمد ابن ابوطالب کے مطابق ۷۸ سر تھے۔

بنی کندہ کے حصہ میں تیرہ سر آئے ان کا سردار قیس ابن اشعث تھا۔

بنی ہوازن کے حصہ میں بارہ سر آئے۔ ابن شہر آشوب کے مطابق بنی ہوازن کو بیس سر ملے ان کا سالار شمر تھا۔

بنی تمیم کے حصہ میں سترہ سر آئے۔ ابن شہر آشوب کے مطابق بنی تمیم کو انیس سر ملے۔

بنی اسد کے حصہ میں سولہ سر آئے۔ ابن شہر آشوب کے مطابق بنی اسد کو نو سر ملے۔

بنی مذحج کو سات سر ملے۔

دیگر تمام شرکائے جنگ کو تیرہ سر ملے۔

ابن شہر آشوب کے مطابق دیگر شرکائے جنگ کے حصہ میں نو سر آئے۔

ابن شہر آشوب نے بنی مذحج کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔

مذکورہ حساب سے سروں کی کل تعداد ستر بنتی ہے۔ جب کہ محمد ابن ابوطالب

Presented by www.ziaraat.com

کی روایت کے مطابق کل سر اٹھتر تھے۔

بہر صورت دونوں اعداد زیارت ناحیہ میں نام بردہ شہداء کی تعداد سے کریں زیارت ناحیہ میں جن شہداء کے نام لیے گئے ہیں ان کی تعداد بیاسی ہے۔ بعض معتبر مورخین نے شہداء کی تعداد اٹھاسی بتائی ہے۔

ویسے صحیح یہ ہے کہ تعداد اس سے بھی زیادہ تھی۔ اور اس کی مکمل تحقیق ہم نے جلد اول میں کر دی ہے لہذا یہاں تکرار نہیں کرتے۔

(مترجم۔ ۔ شہدا کی تعداد اور سروں کی تعداد میں مطابقت ضروری نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کافی سے زیادہ شہداء کے سر اتارے ہی نہ گئے ہوں جیسا کہ نادر شاہ کے واقعہ میں ملتا ہے کہ اس نے جب سنا کہ جناب حر کے سر پر جناب سید الشہداء کا رومال بندھا ہوا ہے اور اس نے مزار جناب حر کھلوایا تو اس اطلاع کی تصدیق ہو گئی پھر رومال کو کھولا تو خون بہنے لگا۔

میری ذاتی تحقیق کے مطابق اموی حکومت کا بالذات مقصد بنی ہاشم سے عداوت بنی ہاشم ہی کی تشہیر اور بنی ہاشم کو صفحہ ہستی سے مٹانا تھا اس حقیقت سے عمر سعد سمیت تمام سالاران لشکر آگاہ تھے۔ اس لیے بنی ہاشم کے سر جسموں سے جدا کیے گئے اور انہی کو ابن زیاد یزید کے تقرب کا وسیلہ بنایا گیا۔ ہاشمی خواہ کمسن تھے یا جوان اور بزرگ ان میں سے کسی کا سر جسم کے ساتھ نہیں رہنے دیا گیا۔ دیگر سروں کو غیر اہم سمجھ کر چھوڑ دیا گیا اور اگر بنی ہاشم کے علاوہ سر جدا کیے بھی گئے تو ان شہداء کے جن کے متعلق انہیں علم تھا کہ قبائل عرب میں سے

Presented by www.ziaraat.com

کمزور اور غیر اہم قبائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ بنا بریں یہ قطعاً ضروری نہیں ہے کہ کوفہ اور شام میں تمام شہداء کے سر لائے گئے)

اس مقام پر ہمارے سامنے یہ تحقیق اہم ہے کہ۔

تمام شہداء کے سر عصر عاشور کو کوفہ روانہ کر دیئے گئے تھے یا عصر عاشور کو صرف سید الشہداء کا سر کوفہ بھیجا گیا اور باقی شہداء کے سر گیارہ محرم کو کوفہ بھیجے گئے۔

اس سلسلہ میں ہمیں دو نظریات ملتے ہیں۔

بعض مورخین کے بقول عمر سعد گیارہ محرم کو سر ہائے شہداء اور اسیران آل محمدؐ کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔

شیخ مفید ابن طاؤس اور محمد ابن ابو طالب کے مطابق سر ہائے شہداء اور اسیران آل محمد کو تو گیارہ محرم کے دن کوفہ بھیجا گیا۔ لیکن ابن سعد بارہ محرم کو سوئے کوفہ روانہ ہوا۔

ان دونوں اقوال کو درست تسلیم کیا جا سکتا ہے کیونکہ ان میں تضاد نہیں ہے اور وہ یوں کہ سر ہائے شہداء اور اسیران آل محمدؐ کو گیارہ محرم کو کوفہ بھیج کر عمر سعد اپنے نجس مقتولین کو دفن کرنے کی خاطر رہ گیا ہو اور بارہ کو کربلا سے فارغ ہو کر تیز رفتاری کے ساتھ پیچھے سے جا ملا ہو اور کوفہ میں وارد ان کے ساتھ ہوا ہو مؤلف :۔

اب سوال یہ ہے کہ صرف ایک دن میں عمر سعد کا اپنے مقتولین کو جمع کر کے انہیں دفن کرنا ممکن نظر نہیں آتا۔ کیونکہ ہماری تحقیق کے مطابق کم از کم فوج یزید کے مقتولین کی تعداد بیس ہزار تھی۔

Presented by www.ziaraat.com

اس لحاظ سے مورخین نے یزیدی لشکر کی کل تعداد چھبیس ہزار بتائی ہے وہ بھی غلط ہی ہے۔

مورخین نے صراحت سے لکھا ہے کہ لشکر فرزند رسول سے اگر ایک شہید ہو جاتا تھا تو اس کی کمی محسوس ہوتی تھی۔ لیکن لشکر یزید سے سو کے مرجانے سے بھی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اگر فوج یزید کے کل چھبیس ہزار میں سے بیس ہزار مقتول ہوں تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ لشکر یزید میں کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ کل لشکر سے جب چار حصے نابود ہو جائیں اور پانچواں حصہ باقی رہ جائے تو کون علقمند کہے گا کہ اس لشکر میں کمی محسوس نہیں ہو رہی ہاں اگر ان روایات کو قبول کر لیا جائے جن میں لشکر یزید کی تعداد لاکھوں میں بتائی گئی ہے تو پھر ہزاروں کے مرنے سے لاکھوں کی تعداد میں کمی کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اور لاکھوں کی موجودگی میں بیس ہزار کا دفن آدھے دن میں ناممکن ہوگا۔

بہر صورت یہی گیارہ محرم کا ہی دن تھا جس میں یزیدی مسلمانوں کے نجس جسم سپرد خاک کیے گئے اور آل محمدؐ کے پاکیزہ جسموں کو نیزے کے لیے ریگ صحرا پر چھوڑ دیا گیا زہرزادیوں کو جس طرح بے پالان کے اونٹوں پر سوار کیا گیا۔ اور جس طرح یزیدی مسلمانوں نے وقت سواری بنات زہرا کے گرد دائرہ تنگ کیا۔ یا۔ جب ثانیہ زہراؑ نے عمر سعد سے فرمایا۔ ظالم! بہت ہو چکا ہے اب اپنے کمینوں سے کہہ دے کہ ہمارا تماشہ نہ دیکھیں اور نہ ہی ہم سے تعاون کریں۔ ہم ایک دوسرے کو اونٹ پر سوار کرالیں گے۔ پھر جس طرح ثانیہ زہراؑ نے ایک ایک بی بی کو سوار کیا۔ ان کی چھوٹیوں میں بچے دیئے۔ آخر میں جناب سجاد بی بی کو سوار کراتے ہوئے تین مرتبہ زمین بوس ہوئے اور جناب فضہ نے آکر ثانیہ زہراؑ کو سوار کرا کے خود بمشکل سوار ہوئیں یا جب

Presented by www.ziaraat.com

جناب سجاد بیماری۔ غم۔ تکلیف۔ اور کوڑوں کی سختی سے کمزوری کے باعث اونٹ پر بیٹھ نہ سکتے تھے اور آپ کے پاؤں اونٹ کے نیچے کس کر باندھ دیئے گئے اور ایک رسی گلے میں ڈال کر اونٹ کی گردن سے باندھ دی گئی یہ وہ حالات ہیں جنہیں قلم لکھنے سے قطعاً قاصر و عاجز ہے۔

کیسے لکھا جائے کہ پروردہ امن شہزادیاں جو مدینہ سے کربلا تک قمر بنی ہاشم ہمشکل نبی اور گرد جوانان بنی ہاشم کے سایہ میں محملوں پر سوار ہوتی تھیں۔ آج وہ کس طرح عمر سعد اور شمر جیسے ملاعین کی نگرانی میں رسن بستہ بے پالان کے اونٹوں پر سوار ہوئیں۔

Presented by www.ziaraat.com

اسیرانِ آلِ محمد اور لاشہ ہائے شہداء

جب یہ ملاعین نبی زادیوں کو رسن بستہ بے پالان کے اونٹوں پر بٹھا کر سوئے کوفہ روانہ ہوئے تو ابن سعد اور شمر کے حکم سے مستورات کو مقتل سے گزارا گیا تاکہ ہر ماں اپنے بیٹے۔ ہر بہن اپنے بھائی۔ ہر بیٹی اپنے باپ اور ہر بیوی اپنے شوہر کے بے غسل و کفن بے سر پامال لاشہ کو دیکھے اور اس کے دل کی سوزش میں مزید اضافہ ہو۔

(یہ لوگ اگر مقتولین بدری کا انتقام لے رہے تھے تو کاش انسانیت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے نبی کریم نے کب مقتولین بدر کی بہنوں۔ بیٹیوں۔ بیویوں۔ اور ماؤں کو رسن بستہ کر کے مقتولین بدر کے لاشوں پر سے گزارا تھا۔؟

مترجم)

جب بے مقنع و چادر بے سہارا زہرا زادیوں کی سواریاں مقتل سے گذریں اور ہر ماں نے اپنے بیٹے کو۔ ہر بہن نے اپنے بھائی کو۔ ہر بیوی نے اپنے شوہر کو اور ہر بیٹی نے اپنے باپ کو گرم ریگ صحرا پر بے گور و کفن دیکھا تو بے ساختہ چیخیں نکل گئیں۔

Presented by www.ziaraat.com

ام کلثوم زینب بنت علی سے برداشت نہ ہو سکا اس مخدرہ نے جب اپنے بھائی کو گرم ریت پر دیکھا تو اپنے کو اونٹ سے گرادیا۔ (میرا دل نہیں مانتا کہ ثانیہ زہرا کو اونٹ سے گرتے دیکھ کر بقیہ بی بیاں اونٹوں پر سوار رہ سکی ہوں ہمشکل نبی کی ماں بھی تھی۔ شیر خوار اصغر کی ماں بھی تھی۔ نوشہ قاسم کی ماں بھی تھی۔)

(مترجم)

منتخب التواریخ کے مطابق جب ام کلثوم زینب نے اپنے بھائی کا تقسیم شدہ بے سر لاشہ گرم ریت پر دیکھا تو اپنے کو اونٹ سے گرادیا۔ بھائی کے لاشہ کو رسن بستہ ہاتھوں سے گلے لگایا اور مدینہ کی طرف منہ کر کے عرض کیا۔

یارسول اللہ انظر الی جسد ولدك ملقی علی الارض بغیر غسل کفنه رمله السافی علیه۔ وغسله دمه الجاری من وریدیه یا جداه صلت علیك ملئك السماء وھذا حسین مرمل بالدماء۔	اے رسول نانا ذرا آکر اپنے بیٹے کا بے سر لاشہ ریگ کربلا پر پڑا ہوا دیکھئے جو بے گور و کفن ہے۔ ریگ صحرا اڑ کے کفن بن رہی ہے۔ اور اس کا غسل اس کی شہ رگ سے بہنے والے تازہ خون سے ہو رہا ہے۔ نانا آپ کی نماز جنازہ تو ملائکہ اسماء نے پڑھی تھی۔ اور آپ کا یہ حسینؑ ہے جو خاک و خون میں غلطان ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

پھر بی بی نے یہ مرثیہ پڑھا۔

بنت الرسول انظری	اے دختر رسول آ اور بے گور و
جسما بلا کفن ۔	کفن بیٹے کا لاشہ دیکھ اس بیٹے
حفت بہ من	کا لاشہ جس کے گرد دیگر مومنین
ذوالایمان ابدان ۔	کے لاشے بکھرے پڑے ہیں
قومی الیہ وعی	اے ماں ذرا آکے اپنے بیٹے
صدع اعظمہ فصدرہ	کی شکستہ پسلیاں تو جمع کرے
لخیل الجرد	وہ بیٹا جس کا سینہ گھوڑوں کا
میدان ۔	میدان بنا رہا ہے۔
قبرا و اجرك عند	اے ذرا آکے اپنے نازوں کے
اللہ رضوان یا کربلا	پالے حسین کے لیے ایک قبر تو
فیك آل المصطفیٰ	بنادے اللہ آپ کو اجر دے گا
دفنوا ولیھنك	اے زمین کربلا تیرے فخر کے
الفخر ما عتمك	لیے تا قیامت یہی کافی ہے کہ
اکیان ۔	آل مصطفیٰ کے پاکیزہ نفوس تیری
	گود میں ہیں ۔

مؤلف:۔

اس مخدرہ عالم کی عظمت شان اور جلالت قدر کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آخری الوداع کے وقت جب جناب سجاد عالم غش میں تھے تو امام مظلوم نے اسرار امامت اسی مخدرہ کے سپرد کر کے اسے امینہ اسرار امامت بنا دیا تھا۔

کامل الزیارہ کے مطابق یہ وہ مخدرہ عالم ہے جس نے انتہائی کٹھن حالات میں مصائب میں حوصلہ کیا اور امام وقت کو اس طرح تسلیاں دیں جس طرح امام تسلی دیتے ہیں۔

قدامہ ابن زائدہ نے اپنے باپ زائدہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ جناب سجاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔

تو آپ نے پوچھا۔

اے زائدہ میں نے سنا ہے کہ تو کربلا مظلوم کربلا کی زیارت کو جاتا ہے۔

زائدہ نے عرض کیا۔

قبلہ آپ نے سچ سنا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

تجھے معلوم ہے کہ حکومت وقت اسے اچھا نہیں سمجھتی اور تیرے تعلقات موجودہ حکمرانوں سے اچھے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ فرزند رسول سے محبت کی وجہ سے حکمرانوں سے تیرے تعلقات بگڑ نہ جائیں۔

میں نے عرض کیا۔

قبلہ! اس سلسلہ میں میں نے کبھی اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ کون راضی ہے اور کون ناراض میرا مقصد صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی ہوتا ہے اگر کسی کو میرے اس مقصد سے اختلاف ہو اور وہ مجھ سے

Presented by www.ziaraat.com

ناراض ہو جائے تو پھر مجھے کوئی پروا نہیں ہوگی۔ میں اس موت کو خوشی سے قبول کر لوں گا جس میں مجھے یقین ہو کہ اس جرم میں دی جارہی ہے جس کا انجام اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی تھا۔

آپ نے فرمایا۔

اے زائدہ واقعاً اس طرح ہے؟

میں نے عرض کیا۔

حضور! واقعاً اسی طرح ہے۔

آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا اور میں نے بھی تینوں مرتبہ وہی عرض کیا۔

پھر آپ نے فرمایا۔

اے زائدہ اگر ایسی بات ہے تو پھر سن میں تجھے ایک ایسی بات سناؤں جو مجھے میری حاملہ اسرار امامت اور عالمہ غیر معلمہ پھوپھی ام کلثوم زینب نے سنائی تھی۔

جب ہمارا قافلہ میدان کربلا سے چلا۔ اور ہمیں مقتل سے گزارا گیا۔ تو میں ذریت نبی کے بے گور و کفن لاشوں کو ریگ صحرا پر دیکھ کر گھبرا گیا۔ میری پریشانی کو میری پھوپھی سمجھ گئی۔ اور مجھ سے فرمایا۔ اے حجت خدا! کیا بات ہے میں تجھے پریشانی دیکھ رہی ہوں۔

میں نے عرض کیا۔

پھوپھی جان! کیا اس بیٹے سے یہ بات پوچھنے کی ضرورت ہے جس کے

Presented by www.ziaraat.com

باپ کا لاشہ اس کے سامنے بے گور و کفن ہو اور وہ دفنا نہ سکے۔ یا اس بھائی سے پوچھنے کی ضرورت ہے جس کے سامنے اس کے جوان اور کم سن بھائیوں کے لاشے بے غسل پڑے ہوں اور وہ انہیں غسل تک نہ دے سکے۔

پھوپھی نے فرمایا۔

نہیں بیٹے اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس قربانی کے بغیر نانا کا دین محفوظ نہیں تھا۔ اور ہم سے یہ عہد ہمارے نانا نے لیا تھا۔ ہمارے نانا سے اللہ نے یہ عہد لیا تھا آپ کے بابا اور اس کے شہید ساتھیوں نے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کیا ہے اور ہم اپنا عہد نبھا رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا پھوپھی اماں وہ عہد کیا ہے۔

مجھے پھوپھی نے بتایا۔ بیٹے تا حال میں اس دنیا میں نہیں آئی تھی۔ اور مجھے ام المین نے بتایا ہے کہ ایک دن نبی کونین ہمارے گھر اپنی بیٹی کے پاس آئے اور اس سے کچھ کھلانے کی فرمائش کی۔ اتنے میں میرے بابا علیؑ اور حسنینؑ بھی آ گئے۔ میری ماں نے آنحضور کے لیئے کھجوروں کا حلوہ تیار کیا۔ جسے سب نے مل کر کھایا آپ بہت خوش تھے۔ اس خوشی میں آپ نے سجدہ شکر کیا۔ ابھی سجدہ ہی میں تھے کہ آپ کے رونے کی آواز بلند ہوئی کافی دیر تک آپ سجدہ میں پڑے روتے رہے۔

جب سر بلند کیا تو آپ کو روتا دیکھ کر بابا علیؑ۔ ماں زہراؑ اور حسنینؑ نے بھی رونا شروع کیا اور آنحضور سے گریہ کا سبب پوچھا۔

آپ نے فرمایا۔

آج جب میں نے آپ کو جمع دیکھا اور تمام کو خوش و خرم دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ اور اسی مسرت میں سجدہ شکر ادا کیا۔ دوران سجدہ جبرئیل نے آ کر

Presented by www.ziaraat.com

بتایا کہ۔

اے محمد!

اللہ کی طرف سے تحفہ درود وسلام کے بعد یہ ارشاد ہوا ہے کہ۔ آج آپ اپنے اہل بیت کو دیکھ کر بہت خوش ہیں۔ اللہ بھی آپ کی اس خوشی میں شریک ہے۔ لیکن آپ کو بتایا جا رہا ہے کہ جب کبھی دین کو قربانی کی ضرورت ہوئی تو میرے علم الہی کے مطابق تیرے یہی اہل بیت ہی دین پر قربانی دیں گے اور میں اس کے عوض ان کے چاہنے والوں کو ان کی سفارش پر جنت دوں گا۔

اے میرے حبیب!

تیرا بھائی اور تیرا غمگسار تیرے بعد معتوب امت ہوگا۔ اس سے منبر چھین لیا جائے گا اور اسے مہر بلب کر کے بٹھا دیا جائے گا۔

پھر کائنات عالم کے ہاتھوں ایک تیرہ بخت کی سازش سے ایک روسیاہ کے ہاتھوں جام شہادت نوش کرے گا۔

تیری یہ عزیز بیٹی تیرے بعد تیری امت کے ہاتھوں بہت تکالیف برداشت کرے گی۔

اسکی میراث غصب ہوگی اس کے در کو جلایا جائے گا۔ اس کا پہلو زخمی اور شکستہ ہوگا۔ اس کا محسن شہید ہوگا۔ دایاں ہاتھ میری عبادت کے قابل نہ رہے گا۔

تیرا بڑا بیٹا زہر دغا سے شہید ہوگا اس کے جنازہ پر تیر بازی ہوگی۔ اسے تیرے مزار کا طواف بھی کوئی نہ کرنے دے گا۔

تیرا یہ چھوٹا حسینؑ تین دن کا بھوکا اور پیاسا میدان کربلا میں ہی شہید ہوگا۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کے بھائی بیٹے۔ اور یار و انصار کی لاشیں اس کے سامنے ہوں گی۔ تین دن تک ان کے لاشے بے گور و کفن رہیں گے۔

تیری ذریت کی مستورات کو رسن بستہ بے پالان کے اونٹوں پر سوار کر کے شہر بشہر تشہیر کرایا جائے گا ان کی سواریوں کے آگے ان کے اعزا و اقربا کے سر نوک نیزہ پر ہوں گے۔

پھر اللہ تیری امت سے ایک قوم کو مبعوث کرے گا جنہیں یہ کافر نہیں پہچانتے ہوں گے۔ وہ لوگ تیری ذریت کے خون سے بیرا ہوں گے۔ وہ ان بے گور و کفن لاشوں کو دفن کریں گے۔

سید الشہدار کے مزار پر علامت نصب کریں گے جو تاقیامت اہل حق کی ہدایت کی علامت رہے گی۔

تیری امت سے ایک گروہ ان مقتولین کے غم میں تاقیامت آنسو بہائے گا ان کی تعزیہ داری کرے گا۔ اللہ آسمان میں ایسے ملائکہ پیدا کرے گا جو ان عزاداروں اور سید الشہدار کے زائروں کے لیے تاقیامت استغفار کرتے رہیں گے۔

کچھ لوگ تیری ہی امت سے ایسے بھی ہوں گے جو مزار سید الشہدار کو نابود کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن ان کی کوشش رائیگاں جائے گی۔

سجاد بیٹے جب میں نے اس دنیا میں آکر ہوش سنبھالا تو مجھے ام ایمن نے یہ حدیث سنائی پھر میں ہمیشہ اس انتظار میں رہی کہ کبھی موقعہ ملا تو بابا سے اس کی تصدیق کروں گی۔ پہلے تو مجھے موقعہ نہ ملا البتہ جب ۲۱ ماہ رمضان کی شب جو میرے بابا کی آخری رات تھی میں اور بابا تنہا تھے۔ بابا کا سر میری گود میں تھا میں نے عرض کیا۔ بابا جان! میں نے ایک حدیث ام ایمن سے سنی ہے

چاہتی ہوں آپ کی زبان سن لوں ۔

آپ نے فرمایا ۔

میری بیٹی ام المین نے جو کچھ بتایا ہے سچ ہے ۔ اب علی میں اتنی تاب کہاں رہی ہے کہ تجھے کربلا کے واقعات سنائے تو تیرا کوفہ میں آنا تجھے سنائے کہ تو کیسے آئے گی اور ابن زیاد و یزید کے سامنے کھڑے ہو کر تجھے کس طرح سوال و جواب کرنا ہوں گے ۔

بیٹی نہ خود رو اور نہ مجھے رلا ۔ بس جو کچھ ام المین نے تجھے بتایا ہے وہ سچ ہے ۔

لشکرِ یزید کے جانے کے بعد کربلا میں کیا ہوا؟

جب آلِ محمد کی مستورات اسیر ہو کر اور یزیدی مسلمان بناتِ زہرا کو رسن بستہ کرکے کوفہ کی طرف چلے گئے تو بحار کے مطابق بنی اسد کا ایک کاشت کار یہ روایت کرتا ہے کہ۔

میں نے میدانِ کربلا میں انتہائی حیرت انگیز واقعات دیکھے اکثر واقعات تو ایسے ہیں جنہیں میں بیان ہی نہیں کرسکتا۔ البتہ ایک دو ایسے واقعات ہیں جنہیں میں سنائے دیتا ہوں۔

یزیدی فوج کے جانے کے بعد میدانِ کربلا میں سوائے آلِ رسول کے اور کوئی لاشہ تو باہر تھا نہیں کیونکہ یزیدیوں نے اپنے تمام مقتولین دفن کر دیئے تھے۔

ایسی ہوا میدانِ کربلا سے چلتی تھی کہ اس ہوا سے مشک و عنبر کی خوشبو آتی تھی۔ وقتِ شب آسمان سے تارے ٹوٹ ٹوٹ کر میدانِ کربلا میں

Presented by www.ziaraat.com

گرتے تھے۔

ہر دن کے وقت غروب قبلہ کی طرف سے ایک شیر آتا تھا اور صبح کو واپس سوئے قبلہ چلا جاتا تھا۔

میں نے یہی سوچا کہ چونکہ مقتولین باغی تھے اس لیے شیر گوشت کھانے آتا ہے۔ لیکن جب میں ہوا سے مشک و عنبر کی خوشبو اور وقت شب تارے ٹوٹتے دیکھتا تو پھر سوچا کہ اگر یہ واقعاً باغی ہوتے تو آج تک کبھی ایسے مقتول نہیں دیکھے جیسے یہ ہیں۔ ان کے ساتھ اللہ کی طرف سے ایسا سلوک ہرگز نہ ہوتا۔

چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ آج رات شب بیداری کر کے پہلے تو اس شیر کا معاملہ دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتا ہے۔ کیا ان مقتولین کا گوشت کھاتا ہے یا کچھ اور کرتا ہے۔ جب کہ یہ بھی مجھے معلوم تھا کہ شیر کبھی باسی گوشت نہیں کھاتا۔ انہی خیالات میں سورج غروب ہو گیا اور میں نے شیر کو حسب عادت آتے دیکھا۔ جب شیر لاشوں میں آیا تو میں دیکھ رہا تھا کہ ایک ایک لاشہ پہ جا کر اسے سونگھتا تھا۔ پھر آگے بڑھ جاتا تھا۔

بالآخر ایک ایسے جسم پر آ کر رک گیا۔ جو اس طرح چمک رہا تھا جیسے ماہ دو ہفتہ شیر اس کے قریب کھڑا ہو گیا۔ میں سمجھا اب اس کا گوشت کھائے گا۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ شیر اس کے خون سے اپنا سر اور منہ سرخ کرنے لگا۔ اور ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں۔ یہ دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے۔ اور میں نے کہا۔ اللہ اکبر۔ یہ کیسا شیر ہے اور یہ کیسے مقتولین ہیں۔ اب میری آنکھوں سے نیند از خود اڑ چکی تھی۔ جب تاریکی اچھی طرح چھا گئی تو میدان کربلا میں ہر طرف سے بتیاں روشن ہو کر آنے لگیں۔

ساتھ ہی نوحہ و بکا کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ بے شمار عورتیں ہیں جو۔ واحسیناہ و الاماہ کہہ کر رو رہی ہیں۔

میں ایک عورت کے قریب گیا اور اس سے اس گریہ کی وجہ پوچھی اور یہ بھی پوچھا آپ کون ہیں۔

اس نے جواب دیا ہم قوم جن سے ہیں اور ہمیں اللہ کی طرف سے اس مظلوم پر رونے کا حکم ملا ہے۔

میں نے پوچھا۔ کیا یہی فرزند رسول مظلوم ہے جن کے پاس شیر بیٹھا ہوا ہے؟

اس نے کہا۔ ہاں یہی فرزند نبیؐ ہے۔

کیا اس شیر کو بھی پہچانتا ہے۔؟

میں نے کہا نہیں۔

اس نے کہا۔ یہ ملائکہ کروبین سے ایک ملک ہے۔

مؤلف:۔

اس جگہ ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ، ملک کی روح کسی شیر کے جسم میں کیونکر آسکتی ہے۔؟

جب کہ ملک ایک پاکیزہ روح ہے اور شیر ایک درندہ ہے؟

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ روح ملک شیر میں آسکتی ہے تو پھر یہ سوال ہوگا کہ شیر کا وہ کونسا جسم تھا کیا کسی مردہ شیر کے جسم میں روح ملک آئی تھی یا شیر کا برزخی جسم تھا؟

شیر کا کوئی سا جسم فرض کر لیا جائے پھر ایک سوال ہوگا کہ اگر وہ فی الواقع

Presented by www.ziaraat.com

ملک ہی تھا تو پھر اس کی نشست و برخواست اور طور واطوار شیر جیسے کس طرح ہو سکتے ہیں۔

جواب :۔

اول تو ہم نقضی جواب دیں گے کہ ہمارے پاس احادیث وروایات کا ایسا ذخیرہ موجود ہے ۔

جس میں بتایا گیا کہ ملائکہ مختلف اشکال بدلنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور مختلف اشکال بدل بدل کر آتے رہے ہیں ۔

مثلاً جبرئیل وحید کلبی کی شکل میں وغیرہ وغیرہ۔ ہاں جو حیوانات نجس العین ہیں مثلاً کتا اور خنزیر ان کی شکل ملائکہ تبدیل نہیں کرتے ۔

دوسرا جواب حلی پیش کرتے ہیں۔ البتہ اس کے لیے آپ کو تمہید کی ضرورت ہو گی اور ہم مختصر پیش کیے دیتے ہیں ۔

سب سے پہلے ہمیں نفس انسانی کے متعلق دیکھنا ہو گا کہ ۔

نفس انسان کو جسم انسان سے کونسا رابطہ ہے ؟

کیا نفس انسانی اور جسم انسان میں وہی تعلق ہے جو عرق گل کو گل سے ہوتا ہے ۔ ؟

یا نفس انسان کو جسم انسان سے وہ رابطہ ہے جو سوار کو سواری سے ہوتا ہے ؟

اور نفس انسان جسم انسان پر اس طرح غالب اور متصرف ہوتا ہے جس طرح سوار سواری پر غالب اور حسب منشا متصرف ہوتا ہے ۔

Presented by www.ziaraat.com

یا ان دونوں اقسام میں سے کوئی بھی قسم نہیں ہے۔ اور ہمیں نفس اور جسم میں باہمی ربط کا کوئی علم نہیں ہے۔

بلکہ ہمیں صرف اس قدر معلوم ہے کہ نفس کو جسم میں تصرف حاصل ہے اور جیسے چاہیے جسم سے استعمال کرا سکتا ہے۔

ان تین نظریات میں سے ہر نظریہ کے قائل اور معتقد موجود ہیں۔ ویسے اگر ان تین نظریات میں سے کسی ایک نظریہ کا انکار کیا جا سکتا ہے تو وہ صرف پہلا نظریہ ہے۔

جہاں تک دوسرے نظریے کا تعلق ہے تو ان میں سے جس بھی نظریہ کو اپنا لیا جائے کوئی حرج نہیں ہے۔ اور شبیر کے جسم عنصری میں کسی ملک کا تصرف ان دونوں وجوہ میں سے کسی ایک صورت سے ہو سکتا ہے۔

جسم عنصری میں اس قسم کے تصرفات نہ صرف ملائکہ کر سکتے ہیں بلکہ تمام آئمہ اطہار میں بھی یہ قدرت ہے کہ وہ بھی جس طرح چاہیں اجسام عنصریہ میں تصرف کریں۔ کیونکہ جس طرح انکا اپنا جسم عنصری ان کے لیے ایک عارضی جسم ہوتا ہے اسی طرح تمام اجسام عنصریہ ان کے لیے عارضی ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم اور تمام آئمہ جب چاہتے تھے اور جیسے چاہتے تھے اجسام عنصریہ میں تصرف کرتے تھے۔ اللہ کی جانب سے انہیں اس تصرف کی قدرت سے نہ صرف نوازا گیا تھا بلکہ انہیں ایسے تصرفات کی کھلی اجازت تھی اور ان تصرفات میں وہ کسی وقت یا دعا وغیرہ کے محتاج بھی نہیں تھے۔ بلکہ کسی بھی جسم میں کوئی سا تصرف صرف ان کے ارادہ امر کا محتاج ہوتا تھا۔

جب انہیں اللہ کی طرف سے یہ قدرت حاصل ہے کہ پتھر سے اونٹوں کی

قطار بر آمد کریں۔

جب انہیں اللہ کی طرف سے یہ طاقت حاصل ہے کہ دیوار پر بنی ہوئی شیر کی تصویر کو حکم دیں تو وہ حقیقی روپ دھار کر کسی انسان کو کھائے اور پھر اپنی اصلی شکل میں تصویر بن کر دیوار یا مسند پر چسپاں ہو جائے تو پھر کسی جسم عنصری میں تصرف تو ان کے لیے بڑی معمولی سی بات ہے۔

عیون اخبار الرضا میں منقول ہے کہ۔

احمد ابن مہران نے دوران گفتگو کہا۔

اے پسر موسیٰ۔

اگر آپ نے دعا کی ہے اور بارش آگئی ہے تو اس پر فخر کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ اللہ کے نزدیک بارش کا ایک وقت مقرر ہے اور بارش اس وقت سے نہ پہلے آسکتی ہے اور نہ بعد میں وہ تو ایسا وقت تھا کہ اگر آپ بارش کے لیے دعا نہ بھی مانگتے تو آجاتی۔

اگر آپ ہمیں کمال امامت دکھانا چاہتے ہیں تو اس طرح دکھائیں جسطرح جناب ابراہیم نے چار پرندوں کو ذبح کیا۔ ان کے گوشت کا قیمہ بنایا۔ پھر انہیں چار پہاڑوں پر تقسیم کیا۔

سر اپنے ہاتھ میں لے کر انہیں پکارا اور ہر پرندے کا گوشت پہاڑ سے اڑ اڑ کر اپنے سر سے متصل ہو گیا۔

اگر آپ بھی واقعاً معجزہ نما ہیں تو قالین پر یہ جو دو شیروں کی ایک دوسرے کے مقابل تصویریں بنی ہوئی ہیں۔

انہیں حکم دیں یہ شیر بن کر مجھے کھا جائیں۔

Presented by www.ziaraat.com

امام رضا نے مسکرا کر مامون کی طرف دیکھا۔

مامون نے عرض کیا اے فرزند رسول اگر اس کی یہی خواہش ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں۔

آپ نے ان شیروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

دونکما الفاجر۔ یہ فاجر تمہاری خوراک ہے۔

پھر کیا تھا۔

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ قالین میں حرکت پیدا ہوئی۔ دیکھتے دیکھتے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔

احمد ابن مہران نے بھاگنے کی کوشش کی ایک شیر نے تھپڑ مارا گر گیا دوسرے نے پیٹ پہ پنجہ مارا اور چیر کر نگل لیا۔ دونوں نے کھانا شروع کیا۔ سب اہل دربار دیکھ کر دم بخود ہو گئے اب کسی میں ہلنے تک کی ہمت نہ تھی، شیروں نے جب ہڈی پسلی سب ہضم کر لی تو قالین سے خون چاٹنا شروع کر دیا۔ جب قالین اچھی طرح صاف ہو گیا تو امام رضا کے قدم چومے۔ اور عربی فصیح میں عرض کیا سیّدنا اگر اجازت ہو تو جناتوں کی اس جڑ کو بھی اپنا نوالہ بنا لیں۔ دونوں نے مامون کی طرف اشارہ کیا۔ جب مامون نے شیروں کی یہ بات سنی تو غش کھا کر گر گیا۔ آپ نے فرمایا۔

اس کے منہ پہ پانی چھڑکو جب پانی چھڑکا گیا کافی دیر کے بعد اسے افاقہ ہوا۔ جب مامون اٹھا تو شیر ابھی آپ سے اجازت مانگ رہے تھے۔ مامون کی تو سٹی گم ہو گئی۔

آپ نے شیروں سے فرمایا۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کے سلسلہ میں اللہ کی بھی ایک تدبیر ہے۔ جسے اس کی ذات پورا کرے گی۔

شیروں نے عرض کیا۔

قبلہ اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا۔

اپنی جگہ پر چلے جاؤ۔

دونوں شیر قالین پر بیٹھ گئے۔ اور پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ پہلے جیسی دو تصویریں ہو گئے۔

مامون نے عرض کیا۔ اے فرزند رسول اگر آپ چاہیں تو آپ کے لیے مسند اقتدار خالی کر دوں۔

آپ نے فرمایا۔

جہاں تک مانگنے کا تعلق ہے میں مانگوں گا نہیں۔ تیری اپنی مرضی ہے۔ جس چیز کا تعلق اللہ سے ہے اس نے ہمیں دے رکھا ہے اور تو ابھی ابھی اس کا مشاہدہ کر چکا ہے۔

بنی آدم کے جاہل، حاسد اور متعصب افراد کے سوا کائنات عالم کی ہر چیز ہمارے تابع فرمان ہے۔

یہ بھی اللہ کی ایک تقدیر ہے کہ اللہ نے یوسف جیسے نبی کو حکم دیا تھا کہ عزیز مصر کی غلامی قبول کرے۔

اس قسم کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جنہیں اگر جمع کیا جائے تو علیحدہ کتاب مرتب ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

اسی قدرت الہیہ کی عنایت ہی سے تو نبی کونین اور آئمہ کرام ہر مرنے والے کے پاس تشریف لاتے ہیں۔

جیسا کہ آپ نے صراحتہ حارث ہمدانی سے فرمایا تھا۔

یا حارث همدان	اے حارث ہمدانی جو بھی اس
من یمت یرنی من	دنیا سے جائے گا خواہ مرض
مومن او منافق	ہو یا منافق ہو مجھے اپنے سرہانے
قبلا۔	دیکھے گا۔

بعض علماء نے اس خبریت کی تاویل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ان کی یہ کوشش اس لیے کامیاب نہیں ہو سکی کہ روایت صرف ایک نہیں ہے بلکہ صحیح السند روایات ہیں جو حد تواتر تک پہنچتی ہیں۔

ان لوگوں نے یہ استدلال لیا ہے کہ جسم واحد آن واحد میں مکان واحد پر ہی ہو سکتا ہے متعدد مکانات پر اس کے امکانات نہیں ہوتے۔

جب بے شمار روایات صحیح میں یہ تصریح موجود ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ مرنے والے کے سامنے سے حجابات اٹھا دیے جاتے ہیں اور وہ آنحضور اور حضرت کو دیکھ لیتا ہے۔

بلکہ روایات صحیح کے مطابق ہر مرنے والے کے پاس آنحضور اور آئمہ بنفس نفیس تشریف لاتے ہیں۔

سرکار کلینی اور اس پائے کے دیگر علماء نے امام صادق سے روایت کی ہے کہ اگر:

کوئی مومن اللہ کو قسم دے کہ مجھے نہ مار تو اللہ اسے نہ مارے گا۔ البتہ جب

Presented by www.ziaraat.com

اس کی عمر ختم ہو گی تو اللہ کی طرف سے اس پر دو صورتیں مسلط ہوں گی۔ ایک منیہ اور دوسری مسیخہ منیہ ہوا کے نتیجہ میں مومن اپنے مال اور اولاد وغیرہ سب کو بھول جائے گا۔ اور مسیخہ ہوا کے جھونکے سے وہ اپنی جان جان آفرین کے سپرد کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا۔

جب ملک الموت کسی مومن کی روح قبض کرنے کی خاطر آتا ہے تو مومن اسے دیکھ کر گھبرا جاتا ہے۔ ملک الموت اسے کہتا ہے۔ دیکھ۔ میں آپ کے لیے آپ کے والدین سے بھی زیادہ مہربانی سے پیش آؤں گا آپ گھبرائیں نہیں۔ ذرا آنکھیں کھولیں۔ جب مومن آنکھ کھولے گا تو اسے اپنے ارد گرد آنحضورؐ، حضرت علی امام حسنؑ اور امام حسینؑ نظر آئیں گے۔

اللہ کی طرف سے اسے ندا آئے گی۔

یا ایتہا النفس	اے نفس مطمئنہ محمدؐ و آل محمدؐ
المطئنۃ ارجعی	اور اپنے اللہ کی طرف اس
الی محمد و اہلبیتہ	طرح پلٹ آ کر تو ان سے راضی
ارجعی الی ربک	ہو اور وہ تجھ پر راضی ہوں وہ
راضیۃ مرضیہ،	جب کہ تو ولایت آل محمدؐ پر فائز
بالولا و بالثواب	تھا۔ اس کا ثواب لے میرے
فادخلی فی عبادی	بندوں یعنی محمدؐ و آل محمدؐ کے
وادخلی جنتی۔	ل جا اور میری جنت میں داخل
	ہو جا۔

Presented by www.ziaraat.com

آپ فرماتے ہیں۔ کہ اس ندا کے بعد کوئی مومن ایسا نہیں ہو گا۔ جو اپنی موت میں خوشی محسوس نہیں کرے گا۔

عقبہ ابن سمعان سے امام صادق نے فرمایا۔

اے عقبہ کوئی مومن اور مومنہ ایسے نہیں ہیں جو وقت مرگ آنحضور اور حضرت علی کو نہ دیکھے۔

عقبہ نے عرض کیا۔

قبلہ کیا ان کی زیارت کے بعد وہ دنیا میں بھلا پلٹ آئے گا؟

آپ نے فرمایا۔

نہیں بلکہ وہ ان کے ساتھ جانے میں خوشی محسوس کرے گا۔

عقبہ نے عرض کیا۔

جب وہ تشریف لائیں گے تو کوئی بات بھی کریں گے؟

آپ نے فرمایا۔

ہاں۔ نبی کریم فرمائیں گے۔

اے مومن تجھے بشارت ہو میں محمد مصطفیٰ تجھے جنت کی بشارت دینے آیا ہوں۔ اور یہ تیرا امام علی مرتضیٰ ہے۔

پھر حضرت علی فرمائیں گے۔

اے مومن میں بھی تجھے بشارت دینے آیا ہوں تو نے میری محبت میں بہت زیادہ مصائب برداشت کیے تھے اب تمام مصائب ختم ہو گئے ہیں۔ یہاں سے منتقل ہونے کے بعد تو سیدھا جنت میں جائے گا

میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ بلکہ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

عقبہ نے عرض کیا۔

قبلہ قرآن میں کہاں ہے۔

آپ نے فرمایا۔

سورۃ یونس کی آیت ہے۔

الذین امنوا وکانوا	جو لوگ متقی مومن ہیں انہیں
یتقون لھم البشریٰ	دنیا میں بھی بشارت ملے گی
فی الحیوۃ الدنیا وفی	اور آخرت میں بھی۔ کلمات خدا
الاخرۃ لا تبدیل لکلمات	میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی۔ یہی
اللہ ذلک الفوز العظیم	تو سب سے بڑی کامیابی ہے

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ جب مومن کا وقت وفات آتا ہے۔ تو آنحضور اس کے دائیں جانب اور حضرت علی اس کے بائیں جانب آکر تشریف فرما ہوتے ہیں اور آنحضور فرماتے ہیں۔

اے مومن تجھے بشارت ہو جس کامیابی کے لیے تو سختیاں جھیلتا رہا ہے۔ وہ تیرے سامنے ہے اور جس خوف سے تو گھبرا رہا ہے وہ ختم ہو چکا ہے۔ اگر اب دنیا میں واپس جانا چاہے تو زندگی اور دولت تجھے دیتے ہیں۔ اگر آخرت میں آنا چاہے تو ہمارا پڑوس تیرا حصہ ہے۔

مومن عرض کرے گا قبلہ اب دنیا کی ضرورت ہی نہیں آپ کی زیارت کے بعد دل نہیں کرتا کہ آپ سے جدا ہو جاؤں۔ جب اسے غسل و کفن دے کر دفن کیا جاتا ہے۔

اور نکیرین آکر سوال و جواب کرتے ہیں تو نکیرین اسے کہتے ہیں۔ اب بے فکر

Presented by www.ziaraat.com

ہو کر آرام سے اس طرح سو جا جس طرح دلہن سوئی ہے۔

پھر اس کے سامنے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور وہ جنت کے نظارہ میں محو کر سو جائے گا۔

جب منافق کا وقت وفات قریب آتا ہے تو اس کے بھی دائیں اور بائیں آنحضورؐ اور حضرت علیؑ آجاتے ہیں۔

حضرت علیؑ عرض کرتے ہیں قبلہ یہ ہمارے دشمنوں سے محبت اور ہم سے عداوت رکھتا تھا اس وقت آپ اسے فرماتے ہیں اے بدنصیب تجھے جہنم کی بشارت ہو میں نے تیرا کونسا جرم کیا تھا جسکی سزا تو نے مجھے میرے اہل بیت کی عداوت سے دی۔ قبر میں اس کے سامنے جہنم کا دروازہ کھولا جائے گا اور آتش جہنم کے شعلے اس کی طرف لپک لپک کر آئیں گے جن کی حدت سے وہ جل کر راکھ ہو جائے گا۔

حسب ذیل پانچ علامات میں سے جس مرنے والے کے لیے کوئی ایک علامت ظاہر ہو سمجھ ہو کہ وہ مومن ہے اور بشارت جنت لے کے جا رہا ہے۔

۱۔ مرنے والے کا چہرہ سفید ہو جائے گا۔

۲۔ دونوں ہونٹ سکڑ جائیں گے۔

۳۔ ناک ذرا سی پھیلے گی۔

۴۔ پیشانی عرق آلود ہو جائے گی۔

۵۔ بائیں آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے گا۔

ابن ابی یعفور نے بتایا ہے کہ خطاب جہنمی عداوت آل محمد میں معروف تھا دم مرگ میں اس کی عیادت کو گیا وہ عالم غش میں تھا میں نے اپنے کانوں سے تین مرتبہ سنا وہ کہہ رہا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

مالی و مالک یا ابن ابی طالب۔ اے ابن ابی طالب مجھے تیرے ساتھ کیوں بغض تھا۔

میں نے امام صادقؑ کو آکر یہ واقعہ بتایا تو آپ نے تین مرتبہ یہ قسم کھا کر فرمایا بخدا اس نے میرے جدامجد کو دیکھ لیا تھا۔

جہاں تک بعض علماء کی جسم مثالی کی تاویل کا تعلق ہے وہ قطعاً غیر معقول اور غلط ہے، کیوں کہ اس کا مبنی یہ ہے کہ نفس ناطقہ اجسام مثالیہ میں تصرف کرتا ہے۔ اس مبنیٰ کی بنیاد یہ ہے کہ نفس ناطقہ اجسام متعددہ میں تصرف کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔

حالانکہ اس مفروضہ کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ صرف دعوٰی ہی دعوٰی ہے محقق دوانی۔

علامہ مجلسی اور ان کے علاوہ دیگر فضلائے وقت نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ نفس ناطقہ کے اجسام متعددہ میں تصرف سے کوئی شے مانع نہیں ہے جہاں تک تاویل کنندگان کے اس دعوے کا تعلق ہے کہ جسم واحد آن واحد میں امکنہ متعددہ پر نہیں ہو سکتا تو یہ دعوے آنحضورؐ اور آئمہ کے علاوہ تو قابل قبول ہو سکتا ہے لیکن آئمہ اور آنحضورؐ کے سلسلہ میں قطعاً قابل قبول نہیں ہے۔ کیوں کہ روایات صحیحہ اس دعویٰ کے بطلان میں بمقدار وافر موجود ہیں۔ یہ فلسفہ کا قاعدہ ہے اور فلسفہ وہ علم ہے جو بنیادی طور پر اللہ کا منکر ہے۔

لہذا ایسا علم جس کا مبنی انکار توحید پر ہو اس کے اصول کو اسلامی احکام پر فٹ نہیں کیا جا سکتا۔

فلسفہ تو ہر اس شی کا مخالف ہے جسے عقل انسانی ثابت نہ کر سکے۔ فلسفہ جنت و

جہنم کا منکر ہے۔ فلسفہ معاد و حشر کا منکر ہے۔ فلسفہ نکیرین کے سوال و جواب کا بھی منکر ہے۔

جب کہ اسلام نے بہت سے اعراض کا تجسم ثابت کیا ہے۔ اسلام تجسم اعمال کا قائل ہے۔

اسلام تجسم مال و دولت کا قائل ہے۔

اگر روایات میں صرف اس قدر ہوتا کہ ہر مرنے والا آنحضورؐ کو اور حضرت علیؑ کو دیکھے گا تو پھر یہ تاویل بھی ممکن تھی کہ۔ مرنے والے کے سامنے سے حجابات اٹھا لیے جائیں گے اور ہر مرنے والا آنحضورؐ اور حضرت علیؑ کو ایک جگہ بیٹھا ہوا دیکھ لے گا۔

جب کہ روایات میں دیکھنے کا تذکرہ نہیں ہے روایات میں صراحۃً مذکور ہے کہ آنحضورؐ اور حضرت علیؑ مرنے والے کے پاس آتے ہیں۔ بیٹھتے ہیں۔ اور اسے بشارت دیتے ہیں۔

یہ ایسے امور ہیں جن میں کسی بھی تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ اس مقام پر ارسطو کا فلسفہ اسلامی مسلمات کے خلاف ہے اور آئمہؑ اور آنحضورؐ کا حاضر و ناظر ہونا اسلامی مسلمات سے ہے۔

حضرت علیؑ اور آنحضورؐ سید الملائکہ ہیں۔ جب ملائکہ کے لیے آن واحد میں امکنۂ متعددہ پر حضور تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر ان انوار الہیہ کے لیے کیوں نہ کیا جائے گا۔

تفسیر قمی میں امام صادقؑ نے اپنے آباؤ اجداد کے ذریعہ آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ جب شب معراج میں عالم بالا میں گیا تو میں نے ایک فرشتہ دیکھا جو ایک

لوح پر جھکا ہوا تھا نہ دائیں دیکھتا تھا نہ بائیں اس کی شکل سے غم ٹپک رہا تھا۔ میں نے جبریل سے پوچھا۔

یہ کون ہے؟

جبریل نے بتایا کہ یہ ملک الموت اور قبض ارواح میں مصروف ہے۔

میں نے آگے بڑھ کر ملک الموت سے پوچھا۔ دنیا میں روزانہ جتنے لوگ فوت ہوتے ہیں کیا تو خود ان کی ارواح قبض کرتا ہے یا تیرے ساتھ اور معاون ملائکہ ہیں۔

ملک الموت نے عرض کیا میرا کوئی معاون نہیں ہے۔ میں تنہا ہوں اور خود ہر ایک کی روح قبض کرتا ہوں۔

آنحضور نے پوچھا۔

قبض روح یہیں بیٹھے بیٹھے کرتا ہے یا خود وہاں جاتا ہے۔

ملک الموت نے عرض کیا۔

قبلہ! میں خود ہر مرنے والے کے پاس جاتا ہوں۔ اللہ نے پورے عالم کو میرے سامنے اس طرح کر دیا ہے جس طرح آپ کے ہاتھ میں درہم ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ میں روزانہ ہر گھر میں پانچ مرتبہ داخل ہوتا ہوں۔ جب کسی مرنے والے پر اس کے اہل خانہ روتے ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں۔ مت روؤ میں تو پھر آؤں گا۔

اور جب تک تم میں سے ایک بھی باقی ہوگا اس وقت تک آتا رہوں گا۔ میرا آنا اس وقت ختم ہوگا جب اس گھر میں کوئی متنفس نہ رہے گا۔

انوار نعمانیہ کی ایک روایت کے مطابق ملک الموت نے عرض کیا کہ اللہ نے اس عالم

Presented by www.ziaraat.com

کو میرے سامنے اس طرح کر دیا ہے۔ جس طرح بچے کے ہاتھ میں چڑیا ہوتی ہے

انوار نعمانیہ ہی میں ہے کہ ایک مرتبہ جناب ابراہیم نے ملک الموت سے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ تجھے اس شکل میں دیکھوں جس شکل میں مومن کی روح قبض کرتا ہے۔

ملک الموت نے عرض کیا۔

تو پھر ایک لمحہ کے لیے رخ دوسری طرف فرمالیں۔

جناب ابراہیم نے رخ دوسری طرف کیا۔

ملک الموت نے عرض کیا اب ملاحظہ فرمایئے۔

جب جناب ابراہیم نے دیکھا تو آپ کو ایک انتہائی ایسا حسین و جمیل نوجوان نظر آیا جس کے پورے جسم سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

پھر جناب ابراہیم نے فرمایا۔ اب مجھے وہ صورت بھی دکھا دے جس صورت میں کسی کافر کی روح قبض کرتا ہے۔

ملک الموت نے عرض کیا۔

قبلہ آپ نہ دیکھ سکیں گے۔

جناب ابراہیم نے فرمایا۔ میں جب دیکھنا چاہتا ہوں تو کیسے نہ یہ دیکھ سکوں گا۔

ملک الموت نے عرض کیا۔ جیسے آپ کی مرضی۔

رخ دوسری طرف فرمالیں۔

جناب ابراہیم نے رخ پھیرا۔

ملک الموت نے عرض کیا۔ قبلہ ملاحظہ فرمائیں۔ جناب ابراہیم نے جب دیکھا

Presented by www.ziaraat.com

تو آپ کے سامنے۔

شب تار کی طرح سیاہ۔ کھجور کی مانند بلند ایسا شخص کھڑا تھا جس کے ایک ایک مسام سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔

جناب ابراہیم دیکھتے ہی غش کر گئے۔

جب غش سے افاقہ ہوا تو فرمایا۔

اے ملک الموت اگر مومن کے لیے اور کچھ بھی نہ ہو تو دم مرگ تیری زیارت ہی اس کی خوشی کے لیے کافی ہو گی اور اگر کافر کے لیے اور کوئی بھی عذاب نہ ہو تو دم مرگ تجھے دیکھ لینا ہی اس کے عذاب کے لیے کافی ہو گا۔

اسی کتاب میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ۔

آنحضورؐ اپنے صحابہ میں سے ایک صحابی کی عیادت کو گئے۔ وہ سکرات موت میں مبتلا تھا۔

آپ نے فرمایا۔

اے ملک الموت میرا صحابی ہے ذرا نرمی برتنا۔

ملک الموت نے عرض کیا۔

قبلہ ہر مومن کی روح نرمی سے قبض کرتا ہوں۔

میں تو ہر دن ہر شخص کو پانچ مرتبہ دیکھتا ہوں۔ میں ہر چھوٹے بڑے کو اس کے نام سے پہچانتا ہوں۔

ویسے اگر میں اپنی مرضی سے ایک مچھر کی روح بھی قبض کرنا چاہوں تو یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔

میں صرف اس وقت قبض روح کرتا ہوں جب اللہ کا حکم ہوتا۔

Presented by www.ziaraat.com

ان مسلمہ اور مصدقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت آن واحد میں متعدد مقامات پر بنفس نفیس حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ اور کسی بھی جگہ اس کا کوئی جسم مثالی نہیں ہوتا۔ جب ملک الموت کو ایک وقت میں متعدد امکانات پر حاضر و ناظر ماننے سے شرک نہیں ہوتا تو پھر آئمہ اہل بیت کو اگر آن واحد میں متعدد مقامات پر حاضر و ناظر مان لیا جائے تو کونسا شرک ہوگا اور کیسے شرک ہوگا۔

سرکار طبرسی نے عکرمہ سے اور عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ۔

جب کسی انسان کا آخری وقت آتا ہے تو ملک الموت بذات خود آتا ہے اور مرنے والے کو کہتا ہے۔

بندہ خدا ہر خبر کے بعد دوسری خبر کی توقع ہوتی ہے۔ ہر خط کے بعد دوسرے خط کی امید ہوتی ہے اور ہر قاصد کے بعد دوسرے قاصد کا انتظار ہوتا ہے۔ میں وہ خبر ہوں۔ وہ خط ہوں۔ اور وہ قاصد ہوں جس کے بعد کوئی خط کوئی قاصد اور کوئی اطلاع نہیں آئے۔

اللہ نے تجھے بلایا ہے ما پنے مرضی سے آنا چاہے یا مجبوری سے تجھے بہر صورت لینے آیا ہوں۔

جب متوفی کے گھر والے روتے ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں۔

کس بات پر رو رہے ہو کیا میں نے اس پر کوئی ظلم کیا ہے۔ یا اس کا رزق کھایا ہے۔

میں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اللہ نے اسے بلایا ہے اور میں اسے لینے آیا ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

میں پھر آؤں گا اور پھر آؤں گا حتیٰ کہ اس گھر میں جب تک ایک بھی سانس لینے والا ہوگا اس وقت تک آتا رہوں گا۔ اپنی فکر کرو۔

مؤلف:۔

اس قسم کی احادیث وروایات اتنی مقدار میں ہیں کہ اگر انہیں علیحدہ۔ جمع کیا جائے تو کئی جلدیں مرتب ہوں۔ یہی مقام فکر ہے کہ جب ملک الموت کو اللہ کی طرف سے اتنی طاقت و قدرت عنایت کی گئی ہے تو پھر اولیاء کے لیے اس سے زائد قدرت کا تسلیم کرنا کیسے شرک ہو سکتا ہے۔ جب کہ ہر موجود بشمول ملائکہ انہی کے طفیل پیدا کیا گیا ہے۔

بلکہ ملائکہ تو ان کی شعاہائے نور میں سے ایک شعاع ہیں۔ جب ایک شعاع میں اتنی طاقت و قدرت ہے تو جو کل نور ہے اس میں اتنی قدرت ماننا کیسے شرک ہوگا۔

حضرت علیؑ نے حدیث معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

لقد رای آیات ربہ الکبریٰ۔ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مجھ سے بڑھکر اللہ کی کوئی آیت کبریٰ نہیں ہے۔

سرکار علامہ تبریزی اپنی مؤلفہ بسلسلہ رجال تالیف میں حضرت علیؑ کا معجزہ نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

ولی حق سے اس قسم کے معجزات پر کسی تعجب کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ تمام عالم امکان باذن خدا ولی حق کے تصرف کامل میں ہوتا ہے اور ولی حق کو پورے عالم امکان میں اس طرح تصرف حاصل ہوتا ہے جس طرح روٹی پکانے والے کو ہاتھ میں لیے آٹے کے پیڑے پر تصرف ہوتا ہے یہ اس کی مرضی ہوتی ہے کہ چاہے تو اسے

Presented by www.ziaraat.com

گول شکل دے ۔ چاہے تو چوکور بنا لے۔ چاہے تو مستطیل بنا لے اور چاہے تو مخروطی بنا لے۔ ولی حق کی مرضی ہے چاہے جس طرح تصرف کرے۔ مرد کو عورت بنا دے عورت کو مرد بنا دے۔ شیریں کو تلخ کر دے تلخ کو شیریں کر دے۔ بھیڑیے کو شیر بنا دے یا شیر کو بھیڑ بنا دے۔

مقام امام کو عوام کے مقام پر قیاس کرنا تقصیر ہے یا حماقت۔

امام اللہ کا وہ راز ہے جسے فلسفہ و کلام کے اصول سے نہیں تولا جا سکتا ہے۔

امام اللہ کا اسم اعظم ہے۔

امام من جانب اللہ علی کل شئی قدیر ہے۔

امام دست خدا ہے۔

امام قدرت خدا ہے۔

امام چشم الٰہی ہے۔

امام ایسے ہے جیسے کرہ ارض پر آفتاب۔

امام نور حق ہے۔

امام اللہ کا حجاب اکبر ہے۔

امام نور الٰہی ہے۔

امام سر خالق ہے۔

امام کا اس عنصری جسم سے رابطہ ایک عارضی رابطہ ہوتا ہے جو صرف ہمارے استفادہ کے لیے ہوتا ہے۔

مخلوق کا کوئی فرد خواہ تاریکی میں یا روشنی میں۔ خورد ہو گا بزرگ کسی بھی مقام

Presented by www.ziaraat.com

پر امام سے پوشیدہ نہیں ہوتا۔ نگاہ امام میں پورا عالم اسطرح ہوتا ہے جسطرح انگوٹھی میں نگینہ۔

علامہ جزائری نے شرح غوالی میں۔ ولی اللہ علیؑ کے متعلق فرمایا ہے۔

جہاں تک حقیقت علویہ کا تعلق ہے تو وہ۔ انا وعلی من نور واحد کی نص کے مطابق نور مجرد ہے۔

یہ مشیت ایزدی ہے کہ جس مناسب صورت میں چاہے اسے ہمارے سامنے پیش کر دے۔ مگر یاں ہم امام کسی ایک صورت میں محدود اور منحصر نہیں ہوتا جس صورت میں چاہے۔ جب چاہے۔ جہاں چاہے اور جیسے چاہے ظاہر ہو۔ ہر نبی کے ساتھ حضرت علیؑ سراً مبعوث ہوئے اور آنحضور کے ساتھ ظاہراً مبعوث ہوئے۔

مفتاح حب الولایۃ میں جناب سلمان سے مروی ہے کہ ایکدن حضرت علیؑ اپنے گھر تشریف فرما تھے۔ آپ کے ساتھ دختر رسول اور حسنین بھی تھے کہ دق الباب ہوا آپ تشریف لائے دیکھا جناب مقداد کھڑے ہوئے تھے آپ نے فرمایا مقداد خیریت تو ہے کوئی کام ہے۔

مقداد نے عرض کیا۔ قبلہ ایک خواہش ہے اگر نوازش فرمائیں تو۔؟

آپ نے فرمایا۔

مقداد بتاؤ کیا بات ہے؟

مقداد نے عرض کیا۔ قبلہ آج ماہ رمضان کی اولین شب ہے میری خواہش ہے کہ آج رات آپ میرے غریب خانہ پر گزاریں۔

آپ نے فرمایا۔

مقداد میں ضرور آجاؤں گا۔ انشاءاللہ۔

Presented by www.ziaraat.com

آپ واپس تشریف لائے دختر رسول کے استفسار پر آپ نے بتایا کہ مقداد نے آج رات کی دعوت دی ہے۔

ابھی انہی باتوں میں تھے کہ دق الباب ہوا۔ آپ دروازہ پر تشریف لائے دیکھا تو جناب عمار تھے۔

جناب عمار نے بھی وہی خواہش کی جو مقداد کی تھی۔ آپ نے وعدہ کر لیا۔ واپس آئے مسند پر بیٹھے ہی تھے کہ پھر دق الباب ہوا دروازہ پر آئے تو جناب ابوذر تھے۔

ابوذر نے بھی وہی خواہش کی جو جناب مقداد اور عمار کر چکے تھے۔ آپ نے جناب ابوذر سے بھی وعدہ فرمالیا۔ دوسرے دن جب مسجد میں صحابہ آنحضور کے پاس تشریف لائے تو۔

جناب مقداد ازراہ تفاخر کہا۔ رات ولی خدا حضرت علی میرے گھر تھے ابھی اپنے گھر تشریف لے گئے ہیں۔

جناب عمار نے عرض کیا۔

قبلہ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ مقداد درست نہیں کہہ رہے لیکن خود حضرت علی گواہی دیں گے کہ انہوں نے تمام رات میرے گھر گذاری ہے۔

جناب ابوذر نے عرض کیا۔

قبلہ یہ دونوں آپ کے پرانے صحابی ہیں میں ان کی نسبت ذرا نیا ہوں میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ دونوں درست نہیں فرما رہے لیکن آپ حضرت علیؑ سے پوچھ لیں انہوں نے پوری رات میرے غریب خانہ پر گذاری ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا اب میں تمہیں کیا کہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

رات جناب ام سلمہ نے مجھ سے خواہش کی کہ آج حضرت علیؑ اگر ہمارے گھر رات گزار لیتے تو میں آپ دونوں بھائیوں کی علمی گفتگو سے کچھ حاصل کر لیتی۔ چنانچہ میں نے علی سے کہا۔

اور علی تمام رات میرے ساتھ رہے ہیں۔

شہزادہ حسنؑ نے عرض کیا۔

قبلہ رات تو ہم دونوں بھائیوں نے اپنے بابا کو باہر جانے ہی نہیں دیا اور وہ ہمیں اسرار امامت سے نوازتے رہے۔

اتنے میں جبریل نے آکر سلام ربانی پہنچانے کے بعد عرض کیا۔ قبلہ آپ سب بھی سچ ہی فرماتے ہوں گے۔ لیکن رات تو علی ساتویں آسمان پر ملائکہ کیساتھ تسبیح و تقدیس میں مصروف رہے ہیں۔

جب منافقین نے یہ بات سنی تو کہنے لگے۔

لو نئی بات سنو۔

بندہ ایک ہے اور مقام چھ ہیں اور ہر ایک کہتا ہے کہ علی میرے گھر میں تھا۔ بھلا علیؑ ایک ہے یا چھ؟

آنحضورؐ نے ان سے مسکرا کر فرمایا۔ تم بھی سچ کہتے ہو کیونکہ تم بغض علی پر ادھار کھائے بیٹھے ہو ذرا سا سمجھنے کی کوشش کرو تو بات سمجھ میں آجائے گی۔ اور وہ یوں کہ۔

علی کو اللہ نے آفتاب کی مانند بنایا ہے۔ علی جب بھی چاہے آفتاب کی مانند بن جائے اور کرہ ارض پر ہر باشندہ جس طرح یہ کہتا ہے کہ۔ آفتاب میرے گھر میں چمک رہا ہے اسی طرح اگر علی چاہے تو بھی کرہ ارض کا ہر رہنے والا کہہ سکتا ہے کہ

Presented by www.ziaraat.com

علیؑ میرے پاس تھا یا میرے گھر میں تھا۔

وجہ واضح ہے کہ ذات احدیت نے ان نفوس قدسیہ کو ایسی قدرت کاملہ سے نوازا ہے کہ اگر چاہیں تو ان واحد میں چالیس جگہ رہیں اور اگر چاہیں تو ایک جگہ رہیں۔

اس جگہ یہ کہنا کہ دیگر آئمہ سے ایسا کیوں منقول نہیں صرف حضرت علیؑ سے ایسا کیوں منقول ہے۔

یا آنحضورؐ کے لیے ایسا کیوں منقول نہیں۔

(تو اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ جو علمی کمالات اور شجاعت حضرت علیؑ سے منسوب ہے وہ آنحضورؐ سے کیوں منسوب نہیں۔ یا دیگر آئمہ سے کیوں منسوب نہیں۔ یا شجاعت کے جو جوہر حضرت علیؑ نے آنحضورؐ کے ساتھ دکھائے، وہ جوہر وفات رسول کے بعد کیوں نہ دکھائے۔

اللہ نے حضرت موسیٰ کو کیوں کلیم بنایا اور آنحضورؐ کو کیوں کلیم نہ بنایا جب کہ افضل آنحضورؐ ہیں۔ حضرت عیسیٰ کو کیوں روح اللہ بنایا اور آنحضورؐ کو کیوں روح اللہ نہ بنایا جبریل کو کیوں امین وحی بنایا۔ اسرافیل۔ میکائیل یا عزرائیل کو امین وحی کیوں نہ بنایا۔

اولنا محمدؐ کے مطابق چونکہ تمام کے تمام نور واحد تھے۔ اس لیے جو کمالات ایک میں تھے وہی سب میں تھے۔ ایک سے ظہور کمالات کرا دیئے، دوسروں سے نہ کرائے۔

ایک کو موقعہ فراہم کر دیا دوسروں کو نہ کیا۔ یہ مشیت خدا ہے موقعہ کا نہ ملنا سلب کمالات وقدرت کی دلیل نہیں بن سکتا۔

جیسا کہ بصائر الدرجات میں جناب صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

لو کانت الجدران تحجبنا عنکم فما الفرق بیننا و بینکم۔

اگر یہ دیواریں ہمارے اور تمہارے درمیان حجاب بن جائیں تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان کیا فرق رہ جائے گا۔

یہ اعتراضات بالکل ایسے ہیں جیسے منافقین کیا کرتے تھے۔ اگر آنحضور نے شق القمر کیا ہے اور آپ کے علاوہ کسی اور معصوم نے شق القمر نہیں کیا یہی کہا جائے گا کہ دوسروں میں شق القمر کی قدرت نہ تھی؟

اگر حضرت علیؑ نے رد شمس کیا ہے اور دیگر آئمہ نے رد شمس نہیں کیا تو کیا کہا جائے گا کہ دوسروں میں رد شمس کی قدرت نہ تھی؟

ایسا ہرگز نہیں ہر ایک اپنے وقت میں ولی مطلق تھا۔ اور ولی مطلق ہونے کی حیثیت سے ہر ایک تمام ان کمالات کا جامع تھا جو آنحضور میں تھے۔ عدم اظہار عدم قدرت کی دلیل نہیں ہوتا۔ اور نہ عقلا اسے تسلیم کرتے ہیں۔

سورج ایک ہوتا ہے۔ کرن ایک ہوتی ہے شعاع ایک ہوتی ہے لیکن دھنک میں اس کے رنگ سات نظر آتے ہیں۔ ساتوں میں سے کوئی بھی رنگ غیر اصلی نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی رنگ شعاع آفتاب کا جسم مثالی ہوتا ہے سب کے سب رنگ جسم حقیقی ہوتے ہیں اور اصلی ہوتے ہیں۔

یا اگر سبز آئینہ پر دھوپ پڑے تو سبز نظر آتی ہے۔ سرخ پر پڑے تو سرخ نظر آتی ہے اور زرد پر پڑے تو زرد نظر آتی ہے۔ کوئی عقل مند یہ کہہ سکتا ہے کہ ایک رنگ حقیقی ہے اور دوسرے رنگ مثالی ہیں؟

سب رنگ حقیقی ہیں فرق صرف قابل میں ہوتا ہے سورج ایک ہے چونکہ

Presented by www.ziaraat.com

ظرف مختلف ہیں اس لیے رنگ بھی مختلف ہیں۔

آل محمدؐ کے سلسلہ میں اس قسم کے جتنے اعتراضات ہیں ان کی متعدد وجوہ ہیں۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایسے لوگوں کا نظریہ توحید اتنا محدود ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر فلاں صفت کسی اور میں فرض کر لی گئی تو اللہ بے چارہ تو ختم ہو کر رہ جائے گا اور غیر اللہ میں وہ صفت ماننے والا مشرک ہو جائے گا۔

کچھ لوگوں میں حسد ہوتا ہے کیونکہ آل محمدؐ محسود ہیں۔ اس لیے وہ لوگ کوئی بھی صفت آل محمدؐ کے لیے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔

کچھ احمق ہوتے ہیں ان کے پلے ہی کچھ نہیں پڑتا۔

حالانکہ شرک صرف اور صرف اللہ کے ساتھ کسی غیر اللہ کو معبود سمجھنے میں ہے علاوہ ازیں کوئی صفت ایسی نہیں جو اللہ میں اور مخلوق خدا میں نہ ہو۔

آپ ذرا ٹھنڈے دل سے چند صفات بزرگیہ ہی کا جائزہ لے لیں۔

اللہ قادر ہے۔

اب کون غیر اللہ ہے جو اپنے مقام پر عاجز ہو۔ ہر غیر اللہ بھی قادر ہے۔ لیکن فرق ہے اللہ کی قدرت اس کی ذاتی ہے اور غیر اللہ کی قدرت اللہ کی عطیہ ہے۔

اللہ عالم ہے۔

کون غیر اللہ ہے جو عالم نہیں ہے۔ اللہ بھی عالم ہے۔ انبیاء و آئمہ بھی عالم تھے۔ اور شیخ صدوق وغیرہ بھی عالم تھے۔ علم من حیث العلم میں تو شریک ہیں لیکن اللہ کا علم ذاتی ہے۔ آئمہ و انبیاء کا علم وہبی ہے اور شیخ صدوق کا علم کسبی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

یہی صورت۔ حی۔ مرید۔ مدرک۔ متکلم۔ اور صادق وغیرہ میں ہو گی۔ اللہ کی حیات ذاتی ہے غیر اللہ کی وہبی۔

اللہ کا ارادہ ذاتی غیر اللہ کا وہبی۔

اللہ کا ادراک ذاتی غیر اللہ کا وہبی۔

اللہ کا تکلم ذاتی غیر اللہ کا وہبی اور کسبی۔

اللہ کی صداقت ذاتی غیر اللہ کی وہبی اور کسبی۔

کب کوئی غیر اللہ صفات خالق میں شریک نہیں ہے۔ جب غیر معصوم صفات خالق میں مذکورہ فرق کے ساتھ ہیں تو معصوم کو صفات خالق میں شریک مان لینے سے کیسے شرک ہو گا۔

صفات سلبیہ کو لیجئے۔

اللہ مرکب نہیں ہے۔ روح مرکب نہیں۔

اللہ کسی شے میں حلول نہیں کرتا۔ اکثر ٹھوس اجسام ایسے ہیں جو ایک دوسرے میں حلول نہیں کرتے۔

اللہ محل حوادث نہیں۔ لیکن یہ مطلقاً ایسا نہیں ہے۔ رضا اور غضب حوادث سے ہیں۔ ایک گناہ گار پر اللہ ناراض ہوتا ہے اور صالح پر راضی ہوتا ہے۔

اس صفت میں ہر غیر اللہ اللہ کے ساتھ شریک ہے۔ وہ کون ہے جو اپنے فرمانبردار پر خوش نہ ہو اور نافرمان پر ناراض نہ ہو۔

اللہ نظر نہیں آتا۔ روح نظر نہیں آتی۔ عقل نظر نہیں آتی۔ وغیرہ وغیرہ۔
اللہ کے صفات ذات خدا سے جدا نہیں۔ سرخ سے سرخی۔ سفید سے سفیدی وغیرہ جدا نہیں اگر سرخ سے سرخی جدا ہو جائے تو وہ سرخ نہیں رہے گا۔

Presented by www.ziaraat.com

غرض قدم۔ ازلیت اور معبودیت ان تین صفات کے علاوہ کوئی صفت ایسی نہیں ہے جس میں غیر اللہ شریک نہ ہوں۔

فرق وہی رہے گا کہ اللہ کے یہ صفات کسی سے حاصل کردہ نہیں ہیں اور غیر اللہ کے صفات کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے عنایت کردہ ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو کسبی ہوتے ہیں۔

لہذا قدم قدم پر شرک شرک کی رٹ لگانا۔ نفاق، حسد، بغض اور حماقت ہیں اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

(مترجم)

مجلسی میں جناب مقداد سے مروی ہے کہ میں خندق کے کنارے کھڑا تھا۔ اور کفار قریش کی شکست کا منظر دیکھ رہا تھا۔ میں نے جب جنگ خندق سے بھاگنے والے قریشیوں کے ستر دستے دیکھے اور ہر دستہ کے تعاقب میں حضرت علیؑ کو دیکھا اور جب اس جگہ دیکھا جہاں حضرت علیؑ کھڑے تھے تو وہاں بھی علی موجود تھے۔

یہی حالت جنگ جمل میں بھی مروی ہے۔

اسی لیے طلحہ سے جب پوچھا گیا کہ تجھے کس نے مارا ہے تو اس نے کہا کہ مجھے علیؑ نے مارا ہے۔

جناب جابر نے اسے ملامت کی کہ بندہ خدا اس دنیا سے اب جا رہا ہے پھر بھی تیرے دل سے بغض علی نہیں گیا۔ علی نے تو کبھی تیر اٹھایا ہی نہیں اس کے ہاتھ میں کبھی کسی نے تیر نہیں دیکھا اور تجھے تیر لگا ہوا ہے اور کچھ لوگوں نے دیکھا بھی ہے کہ تجھے مروان نے مارا ہے۔

طلحہ نے کہا۔

Presented by www.ziaraat.com

جابر کاش تم دیکھ سکتے کہ علی کیا ہے ؟۔

اب اس وقت علی سمجھ میں آرہا ہے جب میری سمجھ مجھے فائدہ نہ دے گی جب ہمارے لشکر نے شکست کھائی تو میں دیکھ رہا تھا کہ جس کسی کے پاس جو بھی ہتھیار تھا علی اسے اسی کے ہتھیار سے مار رہا تھا۔ مجھے ہر طرف علیؑ ہی علیؑ نظر آتا تھا۔ میں نے علیؑ کو تیر مارنا چاہا لیکن اس کے تیر نے مجھے پہلے نشانہ بنالیا۔

(بعض علماء نے لکھا ہے کہ طلحہ کو مارا تو مروان ہی نے تھا۔ لیکن طلحہ کو حضرت علیؑ بشکل مروان نظر آئے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اگرچہ حضرت علی اور تمام آئمہ میں تشکل باشکال مختلفہ کی قدرت تھی لیکن حضرت علی کا بشکل مروان متشکل ہونا درست نہیں کیونکہ حضرت علیؑ اپنی قدرت اور قوت متصرفہ کے باوجود عالم کون میں کبھی ایسا تصرف نہیں کیا جو ان کے شایان شان نہ ہو۔

مروان جو طرید رسول تھا کی شکل میں آجانا ان کے شایان شان نہیں ہے۔

میرے خیال میں طلحہ چونکہ بغض حضرت علیؑ کے آخری مرتبہ پر تھا۔ اور بغض علیؑ ہی اس کی موت کا سبب بنا تھا۔

اس لیے اگرچہ اسے مروان نے مارا تھا لیکن اس نے اسے حضرت علیؑ سے تعبیر کیا کہ۔

مجھے بغض علیؑ نے مارا ہے۔ یعنی اگر عداوت علیؑ میں میں اس حد تک آگے نہ جاتا اور آپ کے خلاف لشکر کشی میں برابر کا حصہ دار نہ ہوتا تو آج اس طرح نہ مرتا۔

(مترجم)

Presented by www.ziaraat.com

خلاصہ کلام یہ کہ ملائکہ میں اتنی قابلیت ہے کہ وہ بجنس العین کے علاوہ کسی بھی شکل و صورت میں آ جائیں۔ اور گیارہ محرم سے تا دفن ملک ہی تھا۔ جو بشکل شیر غریب زہراؑ اور دیگر لاشہ ہائے ذریت رسول کی حفاظت کرتا رہا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

دفن غریبان کربلا

سرزمین کوفہ کے فضائل :۔

اگر سرزمین کوفہ کی کوئی اور فضیلت نہ بھی ہو تو بھی شرف کوفہ کے لیے یہی کافی ہے کہ۔

وادی کوفہ امیر المومنین محب رسول رب العالمین اور محبوب خداوند خاتم النبیین کا مدفن ہونے کے علاوہ بہتر شہدائے کربلا کا مدفن ہے۔

سرزمین کوفہ حضرت علیؑ اور اولاد علی کے شیعوں کا مرکز ہے۔

خصال میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ ذات احدیت نے کرہ ارض میں سے چار مقامات کو منتخب فرما کر اسے مشرف اور محترم فرمایا۔ ارشاد قدرت ہے۔

والتین والزیتون
وطور سینین و ھذا

خطہ تین۔ خطہ زیتون۔ کوہ طور
اور اس پر امن شہر کی قسم

Presented by www.ziaraat.com

البلد الامین ۔ کوہ طور سرزمین کوفہ ہے اور پر امن شہر مکہ ہے ۔

بصائر الدرجات میں امام صادق سے مروی ہے کہ ذات احدیت نے ہم اہلبیت کی ولایت جب اہالیان ارض پر پیش کی تو سب سے پہلے اہالیان کوفہ نے لبیک کہی ۔

بصائری میں ابو بصیر نے امام صادق سے روایت کی ہے کہ ذات احدیت نے جب ہماری ولایت اہالیان ارض پر بشمول بر و بحر اور وادی و کوہ پیش کی تو سب سے پہلے جن لوگوں نے ہماری ولایت کو قبول کرنے کا اعلان کیا ہے وہ اہل کوفہ تھے ۔

بصائری میں حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ آپ نے کوفہ کے متعلق فرمایا کوفہ ہمارا شہر ہے ہمارا مقام نزول ہے اور ہمارے شیعہ کا مرکز ہے ۔

بصائری میں امام صادق سے مروی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے سرزمین کوفہ کی وہ مٹی ہے جو ہم سے محبت رکھتی ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں ۔

نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ سرزمین کوفہ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ۔

اے سرزمین کوفہ میں نگاہ امامت سے دیکھ رہا ہوں کہ تو اس طرح پھیلے گی جس طرح ادھوڑی پھیلتی ہے اور تجھے حادثات زمانہ میں رہے ہیں ۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ جس بھی جابر اور ظالم نے تجھے نظر بد سے دیکھا اللہ اسے یا تو کسی مہلک مرض میں مبتلا کر دے گا یا اسے موت کا جام پلائے گا ۔

سچ فرمایا ہے سید الصادقین نے ۔

سرزمین کوفہ نے جتنے حادثات دیکھے ہیں اور جتنا خون اس زمین پر گرا ہے

Presented by www.ziaraat.com

شاید ہی کسی اور زمین پر گرا ہوگا

تاریخ ان حادثات سے بریز ہے جو سرزمین کوفہ پر جا جا کر آتے رہے اور آ آ کر جاتے رہے۔

محمد ابن حسین نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے۔

جن ظالموں کو اللہ نے مبتلائے مصائب کیا ہے۔ ان میں سے معروف ترین حسب ذیل ہیں۔

زیاد ابن ابیہ :۔

اس نے اہالیان کوفہ کو مسجد کوفہ میں اس لیے جمع کیا تاکہ حضرت علیؑ پر سب کیا جائے۔ جب لوگ جمع ہو گئے۔ تو دربان نے لوگوں سے کہا اب واپس چلے جاؤ۔ اب زیاد اس قابل ہی نہیں رہا کہ وہ تمہیں کوئی حکم دے سکے۔ اسے ابھی ابھی فالج ہو گیا ہے۔

عبید اللہ ابن زیاد :۔

اسے جذام ہو گیا تھا۔

حجاج ابن یوسف ثقفی :۔

اس کے پیٹ میں سانپ پیدا ہو گئے تھے۔ جو وقتاً فوقتاً اس کی ناک، منہ اور پاخانہ گاہ سے نکلتے رہتے تھے۔ جنہیں دربار میں بیٹھنے والے بھی دیکھتے تھے۔ اسی حالت میں یہ ملعون واصل جہنم ہوا۔

Presented by www.ziaraat.com

عمرو ابن ہبیرہ :-

اسے برص ہو گیا تھا۔

یوسف ابن عمرو ابن ہبیرہ :-

یہ بھی باپ کی طرح مبروص ہو گیا تھا۔

خالد قسری :-

اسے زندان میں ڈالا گیا تھا اور کھانے کو کچھ نہ دیا۔ بھوک سے مر گیا تھا۔

جو ظالم حکمران موت سے دوچار ہوئے ان کی تعداد تو کہیں زیادہ ہے۔ ان میں سے معروف افراد یہ ہیں۔

عبید اللہ ابن زیاد۔

مصعب ابن زبیر۔

ابو السرایا۔

یزید ابن مہلب وغیرہ۔

انس ابن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن میں آنحضورؐ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ حضرت علیؑ تشریف لائے۔ نبی کریم اپنی مسند سے اٹھے۔ جبین علیؑ کا بوسہ لیا اور فرمایا۔

یا علیؑ اللہ نے تیری ولایت آسمانوں پر پیش کی۔ سب سے پہلے جس نے تیری ولایت کو قبول کیا وہ ساتواں آسمان تھا۔ اللہ نے اسے عرش سے آراستہ کر دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

پھر چوتھے آسمان نے تیری ولایت کا اعلان کیا اللہ نے اسے بیت المعمور سے مزین فرمایا۔

تیسرے نمبر پر آسمان اول نے تیری ولایت کا اعلان کیا اللہ نے اسے ستاروں سے روشن فرمادیا۔

اس کے بعد خلاق کونین نے تیری ولایت کرہ ارض پر پیش کی سب سے پہلے جس زمین نے تیری ولایت کو قبول کیا وہ وادی بطحا تھی جسے اللہ نے کعبہ سے مشرف فرمایا۔

دوسرے نمبر پر ارض مدینہ نے تیری ولایت کا اعلان کیا اسے اللہ نے مجھ سے معزز فرمایا۔

تیسرے نمبر پر سرزمین کوفہ نے تیری ولایت کو قبول کیا۔ اللہ نے اسے تجھ سے محترم فرمایا۔

اور چوتھے نمبر پر سرزمین قم نے تیری ولایت کا اعلان کیا۔ اللہ نے اسے علم کا گہوارہ بنا دیا۔ اور دروازہ جنت میں ایک در جنت سرزمین قم میں کھولا یا۔

تبرکا سرزمین کوفہ کے فضائل میں یہی کچھ کافی ہے۔ ورنہ آئمہ اہل بیت سے اس سلسلہ میں جو کچھ منقول ہے اگر تمام کو جمع کیا جائے تو اولاً ہم اپنے موضوع سے ہٹ جائیں گے اور ثانیاً ایک ضخیم جلد علیحدہ بنے گی۔

البتہ اس مقام پر ایک انتہائی ضروری نکتہ کی طرف متوجہ کرنا اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ۔

اہالیان کوفہ ہمیشہ بے وفا رہے۔

Presented by www.ziaraat.com

یہ کوفہ والے ہی تھے جنہوں نے معاویہ کے مقابلہ میں حضرت علیؑ کا ساتھ نہ دیا۔

یہ کوفہ والے ہی تھے جنہوں نے امام حسنؑ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

یہ کوفہ والے ہی تھے جنہوں نے امام حسینؑ کو بلا کر نہ صرف تنہا چھوڑ دیا بلکہ فوج یزید میں شامل ہو گئے۔

یہ کوفہ والوں ہی کے متعلق تو ضرب المثل ہے

الکوفی لا یوفی۔ کوفی کبھی وفا نہیں کرے گا

اس سوال کا جواب بڑا آسان ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت علیؑ نے اپنی ظاہری خلافت کے زمانہ میں کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیا۔ بلکہ اس سے بھی پہلے جنگ جمل میں ہراول دستہ کوفیوں کا تھا۔ پھر جنگ صفین اور جنگ نہروان میں کوفی ہی آگے آگے رہے۔ اب ظاہر ہے ان جنگوں میں اگر مارنے والے کوفی تھے۔ تو مرنے والے بھی تو کوفی ہی تھے۔ جتنے جنگ میں جاتے تھے اتنے ہی تو واپس نہیں آتے تھے۔

صلحاء اور ابرار کوفہ کی ایک وافر مقدار ان جنگوں میں قربان ہو چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ کے آخری ایام خلافت میں جو خطبات ہیں ان میں آپ اہل کوفہ کا شکوہ فرماتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے جانثاروں کی معتدبہ تعداد کو جمل، صفین۔ اور نہروان کھا گئے تھے۔ دوسری طرف معاویائی پروپیگنڈہ اور جاسوسی کا بچھا ہوا جال تھا جو محلہ محلہ میں اپنا کام کر رہا تھا۔

پھر حضرت علیؑ کے بعد زیاد معاویہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا۔ اب تاریخ سے پوچھے کہ زیاد نے کس طرح محبان آل محمدؐ کے خون سے ہولی کھیلی۔ کس طرح شیعیان آل محمدؐ کے گھر لوٹ کر پھنکوا ڈالے۔ زیاد نے شیعہ چھوڑے ہی کب تھے جو فرزند رسول

Presented by www.ziaraat.com

کی حمایت کرتے۔ زیاد کی تلوار سے تو وہی بچ گئے تھے جو حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ مانتے تھے۔

اس جبر و تشدد۔ اور ظلم کی چکی میں پسنے کے بعد کب ہمت رہ جاتی ہے۔ اور کب کسی سے تعاون کیا جا سکتا ہے۔

بے چاروں کے جذبات تو چاہتے تھے کہ آل نبیؐ کی مدد کریں لیکن حوصلہ اور ہمت جواب دے جاتا تھا۔ جب بھی انہیں حوصلہ میسر آتا تھا اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔

یہ کوفی ہی تھے جنہوں نے مظلومین آل محمدؐ سے انتقام کی آواز دینے پر مختار کو لبیک کہی تھی۔ اور جن چن کو قاتلین شبیر اور ذریت شبیر کو تہ تیغ کیا۔

سلیمان ابن صرد خزاعی اور ابراہیم ابن مالک اشتر کا ساتھ دے کر قاتلان ذریت رسول کو واصل جہنم کرنے والے بھی تو اہل کوفہ ہی تھے۔

امام حسینؑ سے مروی ہے کہ ایکدن حضرت علیؑ نے اپنے ایک کوفی مجاہد کو دیکھا جو بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ بندہ خدا بوڑھے بہت ہو چکے ہو۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ آپ کی محبت میں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ تجھے سزا ملے گی۔

اس نے عرض کیا۔ آپ کی محبت میں ملنے والی سزا تو ہر چیز ہوتی ہے

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ ابھی تیری عمر کافی ہے۔

اس نے عرض کیا۔

اللہ کرے آپ کی محبت میں گزرے۔

Presented by www.ziaraat.com

وہ بھی تو کوئی ہی تھے جنھوں نے حضرت علیؑ کو سب نہ کیا لیکن اپنی جان دے دی

وہ بھی تو کوئی ہی تھے جن سے پوچھا جاتا تھا کہ دو میں سے ایک قبول کر لو۔ موت یا علی پر سب۔ اور وہ کہتے تھے علی پر سب کرنا مشکل ہے اور محبت علیؑ میں جان دینا آسان ہے۔

مجالس میں عبداللہ ابن ولید سے مروی ہے کہ ہم امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ نے پوچھا۔ کہاں سے آئے ہو؟

ہم نے عرض کیا۔ کوفہ سے۔

آپ نے فرمایا۔ روئے ارض پر کوئی شہر ایسا نہیں جس میں ہمارے شیعوں کی تعداد شیعیان کوفہ کے برابر ہو۔

اللہ نے آپ کو ایسے امر کی ہدایت دی ہے جس سے دوسرے لوگ جاہل رہے ہیں۔

تم لوگوں نے ہم اہل بیت سے محبت رکھی۔

جب دوسروں نے ہم سے بغض کیا۔

تم لوگوں نے ہماری تصدیق کی اور دوسروں نے ہمیں جھٹلایا۔

تم لوگ ہمارے نقش قدم پر چلے جب کہ دوسروں نے ہمیں چھوڑ دیا۔ اس کے عوض اللہ نے تمہاری زندگی ہمارے جیسی اور تمہاری آخرت ہمارے جیسی مقدر کر دی ہے۔

عیون اخبار الرضا میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

میں نظر امامت سے دیکھ رہا ہوں کہ قبر حسینؑ کے گرد بڑے بڑے محلات بن

چکے ہیں۔ اور کوفہ سے جوق در جوق لوگ میرے حسین کی زیارت کو چلے آرہے ہیں۔

اس سلسلہ کی آخری بات جو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ امام سجاد اور بنات زہرا نے اپنے خطبوں میں اہل کوفہ کی مذمت کی ہے تو اس مذمت کا تعلق تمام اہل کوفہ سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف ان لوگوں سے ہے جنھوں نے آل محمد کی نصرت نہیں کی۔ جن کے متعلق تاریخ بتاتی ہے کہ۔ ان کے دل امام حسینؑ کے ساتھ تھے اور تلواریں یزید کے ساتھ تھیں۔ ان سے بھی اس مذمت کا تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ وقت اور حالات کے مطابق وہ لوگ خدا معلوم کتنے بے بس اور مجبور تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

دفن شہداء

یہ تو مسلم ہے کہ دفن غاضریہ میں رہنے والے ان بنی اسد نے کیا ہے جن سے آپ نے زمین کربلا خریدی تھی۔ اور جنہیں جناب حبیب ابن مظاہر نویں محرم کی رات کو لینے گئے تھے اور عمر سعد کی فوج نے انہیں واپس بھیج دیا تھا۔

اس بات میں مورخین کا اختلاف ہے کہ بنی اسد کے دفن کا سبب کیا بنا تھا۔

اس سلسلہ میں مورخین کے دو نظریات ہیں۔

ایک نظریہ یہ ہے کہ چونکہ امام حسینؑ نے خرید اراضی کے بعد بنی اسد کے لیے اس زمین میں تصرف کو جائز قرار دیا تھا اور انہیں تین شرائط کا پابند کیا تھا۔ یعنی اگر تم نے ان شرائط کی پابندی کی تو جو زمین میں نے تم سے نقد رقم کے عوض خریدی ہے۔ اس زمین سے کھانا تمہارے لیے جائز ہوگا۔ اور اگر تم نے ان شرائط کی پابندی نہ کی تو پھر تمہارے لیے اس کا تصرف حرام ہوگا۔

ان شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ تم ہماری لاشوں کو دفن کرو گے چنانچہ ایفائے شرط کے لیے بنی اسد نے شہدائے کربلا کو دفن کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ بنی اسد ابن زیاد کے خوف سے سہم گئے تھے۔ اور وہ اس شرط پر عمل کرنے کو تیار نہ تھے۔ بنی اسد کی مستورات جب دریائے فرات سے پانی پانی کی خاطر آئیں اور انہوں نے میدان کو خالی دیکھا سوائے آل محمدؐ کی بے سر لاشوں کے انہیں کوئی نظر نہ آیا۔ تو انہیں یقین ہو گیا کہ ظالم اپنے مقتولین کو دفن کرنے کے بعد مظلوموں کے وارثوں کو بن بستہ کر کے چلے گئے ہیں۔ اب تو نہ ظالموں کی طرف سے کوئی نگران ہے اور نہ مظلوموں کے لاشوں کا کوئی پاسبان ہے۔

یہ دیکھ کر مستورات بنی اسد واپس جب اپنے گھروں میں آئیں تو انہوں نے پانی کے مشکیزے زمین پر پھینک دیئے۔ دوپٹے اتار دیئے۔ سروں میں خاک ڈالی اور نوحہ و بکا میں مصروف ہو گئیں۔ بنی اسد کے مردوں نے جب ان مستورات کا یہ حال دیکھا تو ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان سے اس گریہ کی وجہ پوچھی۔ جب تک تمام مرد جمع نہ ہو گئے۔ اس وقت تک ان مستورات نے کسی کو کچھ نہ بتایا جب تمام مرد جمع ہو گئے تو ان مستورات نے کہا۔

آج تیسرا دن ہے اولاد رسول کے بے گناہ مقتولوں کے لاشوں بے گور و کفن پڑے ہیں۔

کیا تم مسلمان نہیں ہو؟

کیا تم ان مقتولوں کو اہل اسلام نہیں سمجھتے؟

جب وہ تین دن کے بھوکے اور پیاسے ذبح ہوتے رہے اس وقت تم نے ان کی کوئی مدد نہ کی۔ اس وقت تو تمہیں ابن زیاد کا خوف تھا۔ اب تو وہ کل سے واپس چلے گئے ہیں۔ آج میدان میں آل رسول کی پارہ پارہ بے سر لاشوں کے سوا میدان میں کوئی بھی نہیں ہے۔ حد یہ ہے کہ یزیدیوں نے اپنے ہزاروں لاشے تو

Presented by www.ziaraat.com

دفن کر دیے ہیں لیکن آل محمدؐ کے انگلیوں پر گنے جا سکنے والے ان ملاعین نے دفن نہیں کیے۔

آخر تم روز محشر سرور انبیاء کو کیا منہ دکھاؤ گے اگر ہم سے مادر حسینؑ نے پوچھ لیا تو ہم کیا جواب دیں گی۔

تمام مردوں نے کہا۔

زیادہ جذباتی نہ بنو۔ کچھ سوچو۔

آخر ابن زیاد وقت کا حکمران ہے اور حکمران وقت کے مقتول خواہ کوئی بھی ہوں انہیں اس کی اجازت کے بغیر دفن نہیں کیا جا سکتا۔ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ آل رسول کی طرح ہم سب قتل ہو جائیں اور زہرا زادیوں کی طرح تمہیں رسن بستہ کر کے قید میں ڈال دیا جائے۔

مردوں کا یہ جواب سنکر تمام مستورات نے باہمی مشورہ کیا۔ اور مردوں سے کہا۔

ٹھیک ہے تمہیں ابن زیاد سے اپنے لیے خطرہ بھی ہے اور ہمارے لیے بھی خوف ہے۔ جب کہ ہمیں نہ تمہاری جان کی فکر ہے اور نہ اپنی رسن بستگی کا ڈر ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر تم ابن زیاد کے ہاتھوں مارے جاؤ گے تو تمہارا خون اولاد رسول کے خون سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ اور اگر ہمیں آل رسول کے دفن کے جرم میں قید کر لیا گیا تو ہمارا پردہ زہرا زادیوں سے زیادہ نہیں ہے۔ تم آرام سے گھروں میں بیٹھے رہو۔ ہم خود جاتی ہیں اور جا کر ان مظلوموں کی لاشوں کو دفن کرتی ہیں۔

یہ کہہ کر تمام مستورات اپنے اپنے گھروں کو گئیں اور ہر مستور نے قبر کھودنے کا سامان ہاتھ میں لیا اور میدان کربلا کی طرف جانے لگیں۔ جب مردوں نے یہ حالت

Presented by www.ziaraat.com

دیکھی تو ان کی خفتہ غیرت جاگ اٹھی۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے اب دو طرف سے موت ہے۔

ایک یہ موت ہے کہ ہمارے ہوتے ہوئے ہماری مستورات تو شہدائے آل رسول کو دفن کریں اور ہم آرام سے گھر بیٹھے رہیں۔

اور دوسری یہ موت ہے کہ اگر ابن زیاد کو پتہ چل گیا تو وہ ہمیں قتل کر دے گا۔ ان دونوں موتوں سے آسان اور باعزت موت یہی ہے کہ ہم خود جا کر ان غریبوں کو دفن کریں اور اگر ابن زیاد اس کی سزا دے تو قبول کر لیں کیونکہ یہ سزا زندگی میں صرف ایک مرتبہ ملے گی۔

اور اگر ہم دوسری موت کو قبول کریں تو یہ ہمیشہ کی لعنت ہو گی جو مرنے کے بعد بھی رہے گی اور زندگی میں بھی ہو گی

یہ فیصلہ کر کے مردوں نے ان مستورات سے کھدائی کا سامان لے لیا۔ اور میدان کی طرف چلے گئے۔

جب میدان میں آئے تو دیکھا کہ تمام لاشیں ادھر ادھر بکھری پڑی ہیں۔ اور کسی لاش کے ساتھ سر نہیں ہے۔ اب یہ حیران ہو کر سوچنے کہ اگر ہم انہیں دفن کر بھی دیں تو ہمیں کیا معلوم ہو گا کہ کون سا مزار کس شہید کا ہے۔ یہ سوچتے ہوئے سب سے پہلے تو وہ فرزند رسول کے لاشہ پر آئے اور وہاں قبر کھودنے کا ارادہ کیا۔ اپنے تحفظ کی خاطر ان لوگوں نے اپنے دو تین آدمی کوفہ کی راہ میں بٹھا دیئے تھے تاکہ اگر ابن زیاد کی طرف سے کوئی فوج وغیرہ آئے تو وہ اطلاع دیں اور ہم کوئی معقول عذر تراش لیں۔

ان لوگوں نے ابھی تک چند بیلچے مٹی کے اٹھائے تھے کہ ان کے مخبر دوڑے آئے

Presented by www.ziaraat.com

اور آکر بتایا کہ کوفہ کی طرف سے ایک شہسوار آ رہا ہے۔ انہوں نے کھدائی روک دی اور آنے والے کا انتظار کرنے لگے یہ فیصلہ بھی کر لیا کہ اگر آنے والا ایک یا دو ہوئے اور ابن زیاد کے سپاہی ہوئے تو پھر معاملہ آسان ہے پہلے انہیں یہاں دفن کر دیں گے اس کے بعد ان شہداء کو دفن کریں گے۔ انہی باتوں میں وہ شہسوار قریب آ گیا۔ اس نے آکر سلام دیا۔

جب انہوں نے اس شہسوار کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ شخص ابن زیاد کا سپاہی تو قطعاً نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے گلے میں طوق۔ ہاتھوں میں رسیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ہیں اور انتہائی بیمار ہے۔

انہوں نے سلام کا جواب دیا۔

شہسوار نے پوچھا۔ یہاں کیا کر رہے ہو؟

انہوں نے کہا۔ سیدھی سی بات ہے ان بے گور لاشوں کو دفن کرنے کی خاطر آئے تھے۔

شہسوار گھوڑے سے اترا اور ان کے قریب آکر بولا۔ تمہیں مزارات کھودنے کی تکلیف نہیں کرنا پڑے گی۔

خاتم الانبیاء ان سب کے مزارات کھود کر گئے ہیں۔ میں تمہیں نشاندہی کرتا ہوں میری نشاندہی کے مطابق تم صرف اوپر سے مٹی ہٹاتے جاؤ اس کے نیچے تمہیں کھدی کھدائی قبر ملے گی

جہاں وہ کھڑے تھے اس آنے والے بیمار نے ان کے دائیں جانب اشارہ کر کے فرمایا۔ اس جگہ سے مٹی ہٹاؤ۔ جب انہوں نے مٹی ہٹائی تو نیچے سے قبر تیار ملی۔

Presented by www.ziaraat.com

اب انہوں نے چاہا کہ لاشہ غریب زہرا کو اٹھائیں تو اس بیمار نے فرمایا نہیں تم اس لاشہ کے قریب نہ آؤ۔ میرے ساتھ میرے معاون موجود ہیں۔

انہوں نے عرض کی۔

حضور! آپ یہ لاشہ بھلا اٹھائیں گے کیسے؟

اس کے نہ بازو ہیں، نہ پاؤں ہیں۔ نہ سینہ ہے اور نہ پسلیاں ہیں۔ بازو کہیں ہے۔ پاؤں کہیں ہے۔ پسلیاں چور چور ہیں اور سینہ پامال سم اسپاں ہے۔ آخر آپ کیسے اٹھائیں گے۔

آپ نے فرمایا۔

تم ایسا کرو ایک بوریے کا ٹکڑا لے کر آؤ۔ ایک نوجوان دوڑ کر گیا۔ اپنی بستی سے ایک پاکیزہ بوریے کا ٹکڑا اٹھا کر لایا۔ اور بیمار کے حوالے کیا۔

بیمار نے وہ ٹکڑا لیا۔ قبر کے کنارے رکھا۔ اور بکھری ہوئی لاش کے ٹکڑوں کو چن چن کر اس ٹکڑے پر رکھنے لگا۔ جب تمام ٹکڑے جمع ہو گئے آخر میں بوریے میں سینہ کو رکھا۔ پھر انہیں اس طرح ترتیب دی کہ مکمل لاشہ نظر آنے لگا۔ پھر بوریے کا دایاں سرا بائیں طرف اور بایاں سرا دائیں طرف ڈال کر لاشہ کو اس میں لپیٹا اور بسم اللہ و باللہ علی ملۃ رسول اللہ پڑھ کر اٹھایا۔

بقول بنی اسد ہم دیکھ رہے تھے کہ اٹھانے والا ایک نہ تھا۔ اس کے ساتھ کچھ اور بھی تھے۔ لیکن وہ ہمیں نظر نہیں آ رہے تھے۔

جب اس نے قبر میں اتارنا چاہا تو پاؤں میں پڑی ہوئی بیڑیاں۔ ہاتھوں کی رسیاں اور گلے کے طوق از خود نیچے گر گئے۔

لیکن وہ کمزور اس قدر تھا کہ کئی مرتبہ جھکنے کا ارادہ کیا لیکن جھک نہ سکا۔

Presented by www.ziaraat.com

آخر کار اس نے ایک پاؤں قبر میں لٹکایا۔ دونوں ہاتھوں پر لاش کے ٹکڑے تھے

پھر دوسرا پاؤں قبر میں لٹکایا۔

اور یوں آہستہ آہستہ قبر میں اترا۔ لاشہ قبر کے سپرد کیا۔ لپٹے ہوئے بورے کو کھولا یا۔ لاشہ کے اوپر جھکا اپنا سینہ اس پامال سم اسپاں کے سینے پر رکھا۔ اپنا منہ گلوئے بریدہ پر رکھا۔ اور کافی دیر تک اسی عالم میں رہا۔ پھر اٹھا ہم نے دیکھا اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات لگی ہوئی تھی۔

اس کے بعد اس نے ہمیں کنار دریا آنے کو کہا۔ وہاں بھی ایک لاشہ رکھا ہوا تھا جس کے بازو نہیں تھے۔ اس نے دیکھا ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے وہاں سے مٹی ہٹائی نیچے قبر تیار تھی۔ اس لاشہ کو بھی اس نے خود ہی اٹھا کر اس کو سپرد قبر کیا۔

(میرا دل کہتا ہے جناب سجاد نے کہا ہوگا۔ چچا عباس آپ کا سجاد بیمار ہے بڑی مشکل سے آیا ہوں۔ زیادہ بیٹھ نہیں سکتا۔ کہیں آپکی آقازادی نہ بلالے)

مترجم

پھر دوسرے لاشوں کو ایک جگہ دفن کرنے کا حکم دیا۔ آخر میں دو لاشہ بچ رہے ایک نوجوان کا تھا اور دوسرا کمسن لاشہ تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ بے ساختہ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ اور فرزند رسول کے پائینتی دائیں طرف جوان لاشہ اور بائیں طرف کمسن لاشہ دفن کرنے کا حکم دیا۔

جب اس کام سے فارغ ہو چکے تو فرزند رسول کے مزار پر انگلی سے یہ عبارت لکھی۔

Presented by www.ziaraat.com

هذا قبر حسين ابن علی ابن طالب الذی قتلوه عطشانا۔

یہ علی ابن ابی طالب کے جگر گوشہ حسین کا مزار ہے وہ حسین جسے تین دن کا پیاسہ بلا جرم شہید کیا گیا۔

ہم نے عرض کیا۔

حضور آپ کون ہیں؟

اس نے جواب دیا۔

میں اسی حسین کا بیمار بیٹا ہوں میرا نام علیؑ ہے۔ بابا کے بعد اب میں تمہارے لیے حجت خدا ہوں۔

تم گھبرانا مت اگر ابن زیاد اس کے سپاہی تم سے پوچھیں کہ تم نے ان لاشوں کو کیوں دفن کیا ہے تو صاف صاف بتا دینا خوشنودی خدا و رسول کے لیے دفن کیا ہے۔

اس کے بعد وہ ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔

تکفین و تغسیل امام:

امام ہی کرتا ہے۔ ہمارے مسلمہ معتقدات شیعہ سے ہے کہ معصوم کی تغسیل و تکفین معصوم ہی کرتا ہے۔ خواہ وہ اس موقع و مقام پر موجود ہو یا نہ ہو۔

اسماعیل ابن سہل نے امام رضا سے روایت کی ہے کہ۔

میں امام رضا کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ کے پاس علی ابن حمزہ، ابن براج، اور ابن مکاری آئے۔ اور امامت کے سلسلہ میں گفتگو شروع ہو گئی۔ ان لوگوں نے اعتراض کیا کہ اگر آپ کا یہ نظریہ درست ہے کہ امام کو امام ہی غسل و کفن دیتا ہے

Presented by www.ziaraat.com

تو پھر جب آپ کے والد امام موسٰی بغداد میں شہید ہوئے اور آپ اس وقت مدینہ میں تھے تو انہیں غسل و کفن کس نے دیا تھا؟

آپ نے فرمایا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ۔

فرزند رسولؐ حسینؑ امام تھے یا نہیں؟

انہوں نے کہا امام تھے۔

آپ نے فرمایا۔

انہیں کس نے غسل و کفن دیا تھا؟

انہوں نے کہا۔ امام سجادؑ نے۔

آپ نے فرمایا۔

امام سجاد تو قید ابن زیاد میں تھے وہ کیسے آئے تھے؟

انہوں نے کہا باعجاز امامت آئے تھے۔

آپ نے فرمایا۔

اگر امام سجاد باعجاز امامت کوفہ سے کربلا آسکتے ہیں تو پھر باعجاز امامت میں مدینہ سے بغداد کیسے نہیں آسکتا۔

انہوں نے کہا۔ صدقت یا ابن رسول اللہ۔

خرائج میں خلاد سے مروی ہے کہ میں مدینہ میں امام محمد تقی کے پاس تھا آپ نے مجھے فرمایا گھوڑے پر سوار ہو جا۔

میں نے عرض۔ کہاں جانا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

تجھے جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کر۔

Presented by www.ziaraat.com

میں سوار ہو گیا۔

وہ خود بھی ایک گھوڑے پر سوار ہو گئے

ہم ایک وادی میں آئے مجھے حکم دیا یہیں رک جاؤ میں رک گیا خود ایک طرف چلے گئے اور میری نظروں سے غائب ہو گئے۔

کافی دیر بعد جس طرف گئے تھے اسی طرف سے آتے ہوئے دکھائی دیے جب قریب آ گئے تو میں نے عرض کیا۔

قبلہ کہاں تشریف لے گئے تھے؟

فرمایا۔ خراساں میں والد کو غسل وکفن دیئے۔ ان کی شہادت ہو گئی ہے۔

مسیب ابن زہیر سے مروی ہے کہ میں ایک دن اجازت لے کر امام موسیٰ سے زندان میں ملاقات کو آیا۔

کافی دیر تک آپ مجھے چشمہ فیض امامت سے سیراب فرماتے رہے۔ اسی دوران فرمایا۔

شاید سندی ابن شاہک ملعون اس انتظار میں ہے کہ شیعہ کا یہ دعویٰ اب غلط ہو جائے گا کہ امام کو امام کے سوا کوئی دوسرا غسل وکفن نہیں دے سکتا۔ کیونکہ امام موسیٰ بغداد میں ہے اور اس کی اولاد مدینہ میں ہے حالانکہ وہ غلط سمجھتا ہے اللہ نے امام کو اتنی قدرت سے نوازا ہے کہ وہ آن واحد میں متعدد مقامات پر چاہے موجود ہو۔

جناب امیر مدینہ سے مدائن جناب سلمان کی تغسیل و تکفین کے لیے بھی اسی لیے تشریف لائے تھے کہ جناب سلمان حضرت عیسیٰ کے اولیاء میں سے آخری وصی تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

شیخ صدوق نے عیون اخبار الرضا میں ہرثمہ ابن اعین سے روایت کی ہے کہ۔

دم آخر امام رضا نے دیگر احکامات کے علاوہ مجھے یہ بھی فرمایا۔ کہ میرے بعد مامون تجھے چھت کے اوپر سے جھانک کر کہے گا ہرثمہ اب بتاؤ تمہارا تو عقیدہ ہے کہ امام کو امام کے سوا کوئی دوسرا غسل و کفن نہیں دے سکتا۔ اب کیا کرو گے ہم طوس میں ہیں اور تیرا بعد والا امام مدینہ میں ہے۔

اس سوال کے جواب میں اسے بتا دینا۔ طوس اور مدینہ کا فاصلہ تو بہت کم ہے اگر ایک امام مشرق میں شہید ہو اور اس کا وصی مغرب میں ہو تو بھی وہی آکر اسے غسل و کفن دے گا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا امام کو غسل دے سکتا ہے نہ کفن۔

رہی یہ بات کہ امام سجادؑ ابن زیاد کی قید سے نکل کر آئے کیسے تھے؟

تو یہ ایک سوال ہے جو کم از کم کسی ایسے شیعہ کے ذہن میں تو نہیں آ سکتا جو امام کو اپنے جیسا مجبور محض اور عاجزانہ سمجھتا۔ اور جو لوگ امام کو عاجز اور مجبور محض سمجھتے ہیں۔ انہیں یہ بتانے کی ضرورت ہی نہیں کہ وہ آ سکتے ہیں یا نہیں۔

کیونکہ ختم اللہ علی قلوبہم۔

اس قسم کے واقعات سے تاریخ پر یز ہے کہ آئمہ کہاں کہاں کس طرح اور کب کب پہنچے ہیں۔

جب اللہ نے انہیں ولایت مطلقہ کے منصب اعلیٰ پر فائز کر دیا ہے اور انہیں عالم میں ہر تصرف کی قدرت دے دی ہے تو پھر یہ سوچنا کہ وہ کیسے آئے دانشمندانہ

Presented by www.ziaraat.com

سوال نہیں ہو گا ۔

علامہ شہر آشوب نے مناقب میں زہری سے روایت کی ہے کہ ۔

میں اس وقت موجود تھا جب عبد الملک ابن مروان کے حکم سے امام سجاد کو زنجیر پہنائے گئے ۔ ان کا وزن بہت بھاری تھا ۔ اور عبد الملک کے سپاہی آپ کو لے کر شام چلے گئے ۔

بعد میں میرا بھی شام جانا ہوا ابھی تک آپ راستہ ہی میں تھے ۔ میں نے سپاہیوں سے اجازت ملاقات مانگی ۔

انہوں نے اجازت دے دی ۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور رو کر عرض کیا ۔

قبلہ کاش یہ زنجیر میرے گلے اور ہاتھوں میں ہوتے ۔

آپ نے فرمایا ۔

زہری ۔ ایسی بات نہ کر یہ تو صرف اپنے شیعوں کو مصائب برداشت کرنے کی تربیت دینے کی خاطر قبول کر رکھے ہیں ورنہ یہ زنجیر بے چارے کیا کر سکتے ہیں ۔

یاد رکھنا مدینہ سے دو منزل تک میں ان کے ساتھ جاؤں گا میں ان کا پابند نہیں ہوں ۔

اس کے بعد چار راتیں ہی گزری تھیں کہ عبد الملک کے سپاہی مدینہ میں آپ کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے ۔

ہم نے پوچھا ۔ کیا ہوا ۔

وہ کہنے لگے سمجھ نہیں آتی ہمارے ساتھ ہی چل رہے تھے ہم رات کو کبھی

Presented by www.ziaraat.com

نہیں سوتے تھے پہرہ ہی دیتے رہتے تھے ۔ آج صبح دیکھا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ہم آپ کے ارد گرد بیٹھے تھے کہ زنجیر وہیں رہ گئے ہیں اور آپ موجود نہیں ہیں ۔

اس کے بعد میں عبد الملک کے پاس گیا۔ اس نے مجھ سے امام سجاد کے متعلق پوچھا۔

میں نے کہا ۔

کہ اب اس غریب کو تنگ نہ کیا کرو وہ تمہارے لیے کسی قسم کا خطرہ نہیں بن سکتا ۔

وہ ہر وقت مصروف عبادت رہتا ہے ۔

عبد الملک نے کہا ۔

اگر تو مجھے یہ نصیحت نہ بھی کرے تو بھی میں خود اس سے خوف کھا چکا ہوں جس دن وہ میرے سپاہیوں کے ہاتھوں سے نکلا ہے اسی دن میرے پاس آیا تھا اور مجھے کہا تھا۔

ما انا وانت ۔ تجھے میرے ساتھ کیا بیر ہے

میں نے کہا۔

میں تو چاہتا تھا کہ آپ میرے پاس یہیں شام میں رہتے ۔

اس نے کہا ۔

میں یہاں رہنا پسند نہیں کرتا ۔

میں آگے بول تک نہیں سکا۔ تجھے کیا معلوم ہے کہ اس میں کتنا رعب تھا ۔ اس کے چہرہ کی طرف دیکھ کر یقین کر میرے کپڑے نجس ہو گئے تھے ۔

Presented by www.ziaraat.com

ان واقعات اور ان جیسے دیگر بیسیوں واقعات سے قابل اعتماد علماء کی معتبر کتب لبریز ہیں۔

لہذا ان واقعات کے بعد یہ سوچنا کہ کیا کر سکتے ہیں۔ اور کیا نہیں کر سکتے یا مقصدین کا کام ہے یا منافقین کا کام ہے اور یا عقل سے خالی کھوپڑی کا کام ہے۔

مجلس

کوفہ میں ذریت رسولؑ کے استقبال کی تیاریاں

عمر سعد چونکہ خود کربلا میں اپنے مقتولین کو دفن کرنے کی خاطر رک گیا تھا۔ اور آل محمدؑ کو اس نے سوئے کوفہ بھیج دیا تھا۔ اس لیے انتہائی برق رفتاری سے کوفہ سے ایک منزل دور قافلہ آل محمدؑ سے آکر ملا۔ اور ابن زیاد کو اپنی آمد سے مطلع کیا۔

اپنے پیغام میں کہا۔

اے امیر! ذریت رسول کو جس حال سے میں لا رہا ہوں۔ آپ اور آپ کے محب دیکھ کر خوش ہوں گے اور محبان آل محمدؑ کے دل کباب ہو جائیں گے، ہمیں بتایا جائے کہ آپ کوفہ میں ان قیدیوں کے اور ان کے شہداء کے سروں کو کس طرح داخل کرنا چاہتے ہیں۔ کھلے عام یا رازداری سے۔

جب ابن زیاد کو یہ اطلاع ملی تو اس نے اسی وقت گلیوں۔ بازاروں اور کوچوں میں خوشی اور مسرت کی منادی کرائی جگہ جگہ ڈھول بجائے جانے لگے۔ رقص و سرود کی محفلیں جمنے لگیں۔

ابن زیاد نے اپنے دوسرے حکم میں اوباش قسم کے سرداران قبائل اور لنگے قسم

Presented by www.ziaraat.com

کے دولتمندوں کو بلایا۔ ہر ایک کو فوج کی اچھی خاصی تعداد دے کر ہر محلہ کے راستہ ہر گلی کے موڑ، ہر چوک اور ہر کوفہ میں انہیں تعینات کیا۔ تاکہ محبان آل محمدؐ کی طرف مزاحمت کے ہر امکانی خطرہ کا بروقت بندوبست کیا جاسکے۔ کم و بیش دس ہزار افراد کو کوفہ میں مامور کیا گیا۔ ان انتظامات کے بعد تمام شہر میں منادی کرائی گئی کہ ہر محلہ اور ہر بازار کا باشندہ عمر سعد کے استقبال کی خاطر بیرون کوفہ جائے۔ لیکن کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو۔ پولیس کو حکم دیا گیا کہ اگر کوئی شخص مسلح نظر آجائے۔ یا کسی کے پاس سے پوشیدہ ہتھیار برآمد ہوجائے تو اسے گرفتار کرکے ابن زیاد کے پاس لایا جائے۔

ابن زیاد نے خولی کو حکم دیا کہ سر حسین کو ابن سعد کے استقبال کی خاطر بلند ترین نیزہ پر سوار کرکے بیرون کوفہ لے جایا جائے ابن سعد سے کہا جائے کہ تمام سروں کو نیزوں پر بلند کیا جائے اور اپنے معتمد ترین سپاہیوں کو سروں کی حفاظت پر معین کیا جائے۔ ہر محمل کے گرد بہادر اور قابل اعتماد سپاہیوں کا گھیرا ہو ذریت نبی کی قیدی مستورات سے کوئی قابل احترام سلوک نہ کیا جائے۔

ان احکام کے ملتے ہی تمام کوفہ پر بدمعاشوں اور لفنگوں کا راج ہوگیا۔ ہر گلی سے گانے کی صدائیں بلند ہونا شروع ہوگئیں۔ ہر کوفہ میں ڈھول پٹنے لگے ہر چوک پر رقص و سرود کی محفلیں جمنے لگیں۔ ہر خورد و کلاں اور پیر و جوان نے ایک دوسرے کو گلے مل مل کر مبارک باد دینا شروع کردی۔

دوسری طرف جو چند شیعیان آل محمد تھے ان کے جگر چھلنی ہوگئے۔ آنکھوں سے آنسو برسات بنکر بہنے لگے۔ نوحہ و بکا اور نالہ و شیون کی جگر دوز صداؤں سے آسمان سے اڑنے لگا۔ اگر یوں کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اعدائے آل محمدؐ کے لیے

یہ دن روز عید تھا۔ اور محبان آل محمد کے لیے یہ دن روز ماتم و مظلومیت تھا۔ کوفہ میں کتنا عجیب و غریب منظر تھا۔ ایک طرف گانے بجانے کی آواز دوسری طرف گریہ و بکا کی صدا ایک طرف رقص و سرود کی محفل دوسری طرف غم و اندوہ کی صف ایک طرف عید کا سماں دوسری طرف غربت نوحہ خواں۔ ایک طرف یزیدیت کی خوشیاں اور دوسری طرف حسینت کی محرومیاں تھیں۔ کوفہ کے عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ شیعیان آل محمد کا ہر نوحہ و بکا اور گریہ ماتم ڈھول طبقے اور بینڈ باجا کی آواز میں دب کر رہ گیا۔

روضتہ الشہداء کے مطابق جب عمر سعد کوفہ سے تین میل کے فاصلہ پر پہنچا تو اس کے استقبال میں فرزند رسول کا سر پہنچایا گیا اور اسے ابن زیاد کا پیغام دیا گیا۔ مورخین کا بیان ہے کہ جب سر سید الشہداء کو طویل ترین نیزہ پر بلند کیا گیا تو سر اس طرح نورانی اور درخشاں تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے گھمبیر بادلوں کی تہ در تہ تاریکی سے چودہویں کا چاند نکل آئے۔ جب سر کو باقاعدہ بلند کیا گیا تو عمر سعد کے لشکر نے باآواز بلند اللہ اکبر کہا۔

یہ دیکھ کر ثانیہ زہرا ام کلثوم زینب بنت علی نے ایک دلدوز صدائے نوحہ بلند کی کیونکہ خیام سے آخری الوداع کے بعد آج پہلی مرتبہ بھائی کے سر کو دیکھا تھا تمام بنات زہرا نے وا محمدہ وا علیاہ وا حسیناہ کی جگر دوز صدا بلند کی۔ جناب ام کلثوم زینب نے سر مظلوم کو دیکھ کر یہ مرثیہ پڑھا۔

اخی یا ھلا لا غاب طلوعہ	اے میرے چاند سے بھیا آپ
فمن فقدہ اضحی نھاری کلیلتی۔	کہاں غائب ہو گئے تھے آپ کے
	نظر نہ آنے سے میرا دن بھی

Presented by www.ziaraat.com

تاریک رات کی مانند سیاہ ہو گیا تھا۔

اخی یا اخی ای المصائب اشتکی

بھیا میں آپ کو آپ کے بعد اپنی کونسی مصیبت کا شکوہ کروں۔

فراقک ام هتکی وذی وغربتی

تیری جدائی کا غم بتاؤں۔ یا چادر کا اترنا بتاؤں۔ یا خیام سے نکلنا

ام الثوب مسلوبا ام الجسم عاریا

بتاؤں یا سفر میں تنہائی بتاؤں تیرے تیرے لباس کا چھننا بتاؤں

ام النحر منحورا ببیض حقیلة

یا تیرے جسم کی غربت بتاؤں۔ یا تیرے زخمی سینہ پر چمکتی تلواروں

ام اتطهر مرضوضا ام التیب قانیا

کے ہنے بہ ہنے وار بتاؤں۔ بھیا کیا میں تیری لاش پر گھوڑوں

ام الرأس مرفوعا کید رالدجیة

کا دوڑنا بتاؤں یا تیری سفید ریش کا خون سے خضاب ہونا بتاؤں یا

ام الرحل فهوبا ام اطهرنا عیتا

ماہ دو ہفتہ کی طرح نیزہ پر بلند سر کی مظلومیت کو رد دوں۔

ام الوجه کلیوبا بحر الظهیرة

بھیا میں تجھے خیام کے لٹنے کی کیفیت بتاؤں یا ذوالجناح کی خبر شہادت

ام الضایعات القاقدات حواسرا

سناؤں یا گرم ریت پر تیرے کیے ہوئے سر کے رکھنے کا حالت سناؤں

Presented by www.ziaraat.com

کمثل الاماد شیھرن فی کل بلوۃ	یا کیا تجھے بے نوا مستورات سر برہنہ مستورات کی حالت زار سناؤں
اخی یا لیت ھذا النحر کان بمنحری	جنہیں کنیزوں کی طرح شہر بشہر پھرایا جا رہا ہے۔
و یا لیت ھذا السھم کان بمھجتی	بھیا کاش یہ خنجر میرے گلے میں چل جاتا اور کاش تیرے دل میں
اخی بلغ المختار طہ سلامنا	لگنے والا تیر میرے دل سے گزر جاتا۔
و قل ام کلثوم بکرب و محنۃ	بھیا صاحب طہٰ اور مصطفیٰ نانا کو ہمارا سلام عرض کر دینا اور انہیں
اخی بلغ الکرار عنی تحیتہ	بتا دینا آپ کی ام کلثوم مصائب کے گرداب میں حیران ہے۔
و قل زینب اضحت تسائل بذلۃ	بھیا کرار بابا کو میرے سلام عرض کر کے بتا دینا۔ بابا تیری زینب بے مقنع و چادر مجبور ہاتھوں سے تشہیر کی جا رہی ہے۔

سب کے آگے سر مظلوم زہرا تھا۔ اس کے بعد دیگر شہداء کے سر تھے۔ سروں کے بعد ذریت زہرا کی سواریاں تھیں جن پر بے پالان کے اولاد نبی کو سوار کیا گیا تھا۔

تاریخ طبری کے مطابق ذریت رسول کے سروں پر چادریں اور اونٹوں پر پالان نہیں تھے۔ جونہی یہ قافلہ کوفہ کے قریب پہنچا تو ہر طرف سے فتح یزید کے نعرے۔

Presented by www.ziaraat.com

گانوں کی بلند آوازیں۔ ڈھول تالیاں۔ اور شادیانوں کی آوازوں کا ایک فلک شگاف شور بلند ہوا۔ ایسی آوازیں جن سے کان پھٹ رہے تھے۔ دل دہل رہے تھے ذریت رسول کے ڈرے ہوئے بچے اور سہم رہے تھے۔ استقبال کرنے والوں نے سروں کے گرد رقص کرنا شروع کر دیا۔ کچھ لوگ انگشت بدندان ہو کر سروں کے حسن اور تازگی کو دیکھنے لگے جن سے آج تیسرے دن بھی تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ فوج یزید کی چند ٹولیوں نے بے کجاوہ محملوں کے گرد گھیرا ڈال کر فتح یزید کے نعرے لگا لگا کر ناچنا شروع کر دیا۔ کچھ لوگ سروں اور بنات رسول کے بیکسی پر آنسو بہانے لگے۔ کچھ اپنی عبائیں اور سروں سے رومال اتار اتار کر بی بی کے سروں پر نیچے سے پھینکنے لگے۔ دوسری طرف فوج یزید کے سپاہی نیزوں سے چادریں اور رومال اتارنے لگے۔

ابن زیاد نے اعلیٰ پولیس آفیسر کو خاص طور پر ہدایت کر رکھی تھی کہ۔ دختران رسول اور سرہائے شہداء کا خاص خیال رکھا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بھیڑ میں کوئی محب آل محمد موقعہ پا کر کسی سر یا کسی دختر رسول کو اپنی پناہ میں نہ لے لے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سروں اور سواریوں کے گرد ایک طرف تماشہ بینوں کا دوسری طرف کا بوس کا اتنا رش ہو گیا کہ ایک مرتبہ گر جانے والے آدمی کے لیے اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ممکن نہ تھا۔ اونٹوں کے لیے چلنا دشوار ہو گیا۔

جناب ام کلثوم زینب نے پولیس افسر سے فرمایا۔ بندہ خدا! اس وقت میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا جو تم کربلا میں لوٹ لیا سوائے منت اور سماجت کے کچھ بھی نہیں دے سکتی۔ تیرا احسان ہو گا اگر تو سروں کو ذرا آگے لے جا تا کہ تماش بین سر ان کی عظمت ان کا حسن و جمال اور ان کی مظلومیت اور غربت و بے کسی دیکھنے میں مصروف ہو جائیں اور ہم دختران رسول کا پردہ بچ جائے۔

Presented by www.ziaraat.com

پولیس افسر نے کچھ دیر کے لیے تو ایسا کیا لیکن پھر عمر سعد اور شمر کی ڈانٹ سے اس نے سروں کو اونٹوں کے درمیان لانا پڑا۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق شہر زور کا ایک حاجی کہتا ہے کہ اتفاقاً اسی سال میں حج سے واپس آ رہا تھا اور میری بدقسمتی مجھے ان دنوں کوفہ لے آئی جب آل محمد کوفہ میں آ رہے تھے۔ میں نے دیکھا تمام بازار بند ہیں ہر طرف عید کا سماں ہے۔ ہر چوک پر طوائف ناچ رہی ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کو گلے مل مل کر مبارکبادیاں دے رہیں ہیں ہر طرف طبلے کی تھاپ پر گانے گائے جا رہے ہیں میں دل میں سوچنے لگا کہ مسلمان ہونے کے ناطے عالم اسلام کی تمام عیدیں مجھے معلوم ہیں۔ آج تو مجھے کوئی بھی عید نظر نہیں آتی لیکن آج کوفہ مجسم عید بنا ہوا ہے۔ یہ کیسی عید ہے اور کونسی عید ہے؟ انہی خیالات میں میں نے ایک مقامی بوڑھے سے پوچھا۔ اے عبد خدا! اگر تجھے معلوم ہو تو مجھے بتا یہ امت مسلمہ کی کونسی عید ہے۔ میں نے آج تک اس عید کے متعلق کبھی نہیں سنا۔

جونہی میں نے پوچھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے اس کی آنکھوں کا رکا ہوا خون ٹوٹ گیا وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا اور روتا ہوا مجھے مجمع سے ایک علیحدہ اور تنہا جگہ لے گیا۔

میں اسے اس قدر بے تحاشا روتا دیکھ کر حیران ہو گیا۔ کہ یا اللہ یہ معاملہ ہے! ایک طرف ہنسنے مسکرانے اور تالیاں بجانے والے زیادہ سے زیادہ ہو رہے ہیں اور دوسری طرف یہ بوڑھا روتے جا رہا ہے۔ اللہ خیر کرے۔

جب وہ مجھے علیحدہ لے گیا تو میں نے اس سے پوچھا اے عبد خدا! کیا بات ہے؟ اس نے کہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تو اس شہر میں نووارد اور مسافر ہے۔؟

میں نے کہا۔ تو نے سچ کہا ہے۔ میں شہر زور کا مسافر ہوں۔ حج پر گیا تھا حج سے فارغ ہو کر گھر واپس جا رہا ہوں آج کوفہ میں یہ جشن عید دیکھ کر اس میں شامل ہو گیا ہوں

Presented by www.ziaraat.com

اور اس عید کی حقیقت جاننا چاہتا ہوں۔

اس بوڑھے نے کہا۔ اگر نہ پوچھے تو بہتر ہے ہم لٹ گئے ہیں۔

میں نے کہا۔ اگر واقعاً ہم لٹ ہی گئے ہیں تو پھر بھی تو مجھے معلوم ہونا چاہیے تاکہ میں جب واپس گھر جاؤں گا اور اپنے حالات سفر میں کوفہ کی عید کا ذکر کروں گا تو مجھ سے لوگ پوچھیں گے میں کیا جواب دوں گا۔

اس نے کہا۔ یہاں قریب ہی صحرائے کربلا ہے تو نے اس کا نام تو سنا ہو گا۔

میں نے کہا۔ ہاں میں نے سنا ہوا ہے۔

بوڑھے نے کہا بس اسی صحرا میں پرسوں قیامت ٹوٹ گئی ہے۔

میں نے کہا۔ وہ کونسی قیامت ٹوٹی ہے۔

اس نے کہا۔ پرسوں میدان کربلا دو فوجوں کا آپس میں ٹکراؤ ہوا ہے ایک فوج کم تھی دوسری زیادہ تھی۔ زیادہ فوج نے کم فوج کو شہید کر دیا ہے۔ آج یہ فاتح فوج کا جشن ہے۔

میں نے کہا۔ یہ دونوں فوجیں کس کس کی تھیں؟

اس نے کہا۔ ایک طرف فرزند رسول حسین ابن فاطمہ کے چند سپاہی تھے۔ اور دوسری طرف یزید کی لاکھوں پر مشتمل فوج تھی۔ فرزند رسول کے ساتھی کم ہونے کے ساتھ ساتھ تین دن کے بھوکے اور پیاسے تھے۔ مقابل میں یزید کی تازہ دم فوج تھی آج فوج یزید کا سالار فرزند رسول اور اس کے ساتھیوں کے سر اور دختران زہرا کو قید کر کے ابن زیاد کے پاس لا رہا ہے۔ یہ جشن فتح یزید اور دختران رسول کے استقبال کی خاطر منعقد ہو رہے ہیں۔

انہی باتوں میں ڈھول کی آواز قریب آ گئی اور ساتھ ہی منادی کی آواز آئی۔

Presented by www.ziaraat.com

فرزندرسول حسین ابن علی اور اس کے ساتھیوں کے سر آگئے ہیں۔ میں نے دیکھا سب سے آگے فرزندرسول کا سر تھا۔ اس کے پیچھے دوسرے شہداء کے سر تھے۔ اور ان کے بعد بے پالان کے اونٹوں پر چند بے مقنع وچادر مستورات تھیں جن کے ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے تھے جب ایک چوک پر آئے تو ایک مستور نے باآواز بلند کہا۔

یا اھل الکوفۃ نحن سبایا	اے کوفیو! آنکھیں جھکا لو۔ ہم
محمد غضوا ابصارکم عنا وعن	نبی زادیاں ہیں۔ ہم سے رخ موڑ
النظر الینا اما تستحیون من اللہ	لو۔ کیا تمہیں اللہ۔ رسول علی اور
ومن رسولہ ومن المرتضی ومن فاطمۃ الزھرا[4]	دختر رسول زہرا سے حیا نہیں آئی

اس کے بعد اس قافلہ کو باب بنی خزیمہ پر کافی دیر تک رکا رہا اور سر غریب رسول سورۃ کہف کی تلاوت کرتا رہا۔ اس قافلہ کو اس چوک پر اتنی دیر تک روکا گیا کہ سر مظلوم نے اول سے آخر تک سورۃ کہف کی تلاوت مکمل کرلی۔

Presented by www.ziaraat.com

کوفہ میں ورود

جب آل محمد کو کوفہ میں لایا گیا تو کوفہ کی گلیاں اور کوچے مردوں۔ عورتوں، بوڑھوں، جوانوں۔ بچوں اور بزرگوں سے اٹے پڑے تھے۔ ان میں ہر قسم کے لوگ تھے۔ اپنے بھی تھے اور پرائے بھی ماننے والے بھی اور نہ ماننے والے بھی۔ کچھ رو رہے تھے اور کچھ ہنس ہنس کر تالیاں بجا رہے تھے۔

سہل ابن سعد نے جذیمہ اسدی سے روایت کی ہے کہ میرا بھائی اس دن میں کوفہ میں موجود تھا جس دن اسیران آل محمد کو کوفہ لایا گیا۔

میں نے بے پالان کے اونٹوں پر بیٹھی ہوئی مستورات کو دیکھا جنھوں نے بالوں سے پردے بنا رکھے تھے۔

میں نے ایک بزرگ سے پوچھا۔ یہ کیا ہے؟

اس نے کہا۔

ہماری بدبختی ہے۔ تو نہیں دیکھ رہا۔ کہ بلند نیزے پر دختر رسول کے بیٹے حسین کا سر ہے اور ان بے پالان کے اونٹوں پر شہزادیوں نے بے مقنع و چادر بالوں سے پردے بنائے ہوئے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

جب سروں والے نیزے گزر گئے اور قیدیوں کے اونٹ آنا شروع ہوئے تو میں نے پہلے پہلے اونٹ پر ایک بیمار کو دیکھا جس کے ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے تھے۔

اس کے گلے میں ایک رسی تھی جو اونٹ کی گردن سے بندھی تھی اس کے دونوں پاؤں اونٹ کے نیچے سے بندھے تھے۔ اور دونوں سے خون رس رہا تھا۔

میں نے ایک شخص سے پوچھا۔ یہ کون ہے۔

اس نے جواب دیا۔ یہ علی ابن حسینؑ ہے۔

اس کے بعد دوسرا اونٹ آیا اس پر ایک مستور تنہا بیٹھی تھی۔ پالان نہیں تھا۔ اس مستور کے ہاتھ بھی پس گردن بندھے تھے۔ بالوں سے وہ بھی منہ چھپائے تھی۔

میں نے اونٹ والے سے پوچھا۔

یہ مستور کون ہے؟

اس نے جواب دیا علی و بتول کی بڑی بیٹی ام کلثوم زینب ہے۔

پھر تیسرا اونٹ آیا اس پر ایک بچی تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ پس گردن بندھے تھے۔ اس کے بال چھوٹے تھے اس نے اپنی دونوں کہنیوں میں منہ چھپا رکھا تھا۔

مجھے پوچھنے پر بتایا گیا۔

یہ سکینہ بنت حسینؑ ہے۔

پھر چوتھا اونٹ آیا۔ اس پر تین کمسن بچیاں اکٹھی بیٹھی ہوئی تھیں اونٹ

Presented by www.ziaraat.com

پر پالان نہیں تھا۔ تینوں کے ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے تھے۔ اور تینوں کے گلے میں ایک رسی تھی جسے اونٹ کی گردن سے باندھ گیا تھا۔

مجھے بتایا گیا کہ۔

دو جناب مسلم کی بچیاں ہیں ایک تو بیوہ فاطمہ کبریٰ ہے۔

پھر ایک اونٹ آیا اس پر تنہا ایک عورت تھی اس نے بھی بالوں سے پردہ بنا رکھا تھا۔ اور اس کے ہاتھ بھی پس گردن بندھے ہوئے تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ مادر علی اکبر ام لیلیٰ ہے۔

اتنے میں میں نے دیکھا کہ جن مستورات کی آغوش میں بچے تھے۔ چھتوں سے کوفی مستورات نے کھجوریں اور روٹی کے ٹکڑے دینا شروع کیے۔ اس وقت ام کلثوم زینب بنت علیؑ نے ایک طرف عورتوں سے فرمایا۔

او کوفی عورتو!

ہمیں صدقہ مت دو۔ ہم آل محمد ہیں۔ ہم پر صدقہ حرام ہے۔ دوسری طرف سے بچوں سے فرمایا۔

کوئی بچہ صدقہ کی کھجور نہ کھائے۔ میں نے دیکھا تمام بچوں نے اپنے منہ میں لیے ہوئے کھجور کے دانے پھینک دیئے۔

ایک روایت کے مطابق ایک عورت چھت پر بیٹھی ان مستورات کو دیکھ دیکھ کر بڑی خوش ہو رہی تھی۔

پھر اس نے اس خوشی میں سوال کیا۔

تم کہاں کے قیدی ہو؟

جناب ام کلثوم زینب نے پوچھا تو کس لیے پوچھتی ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

اس نے جواب دیا۔

بخدا میں نے بہت سے قیدی دیکھے ہیں۔ لیکن تم جیسے معزز۔ محترم مظلوم اور ستم رسیدہ قیدی نہیں دیکھے۔

جناب ام کلثوم زینب نے فرمایا۔

ہم آل محمدؐ کے قیدی ہیں۔

یہ سنکر اس عورت نے وا محمداہ، واعلیاہ کے بین کرنا شروع کیے۔ مکان سے نیچے اتری۔ اپنی بیٹیوں۔ بہنوں اور پڑوسنوں سے چادریں مانگ کر بازار میں آئی اور دختر علی سے آکر درخواست کی کہ آپ قبول فرمالیں۔

اتنے میں زجر ابن قیس نے دیکھ لیا یہ ظالم تازیانہ لے کر اس مستور کی طرف بڑھا۔ وہ تمام چادریں وہیں بازار میں پھینک کر زجر کو لعنت کرتی ہوئی واپس پلٹ گئی۔

علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ جب قافلہ آل محمد بازار کوفہ میں آیا تو ایک شخص بیان کرتا ہے کہ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ام کلثوم زینب بنت علیؑ نے۔

لوگوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔

اسکتوا۔

تمام لوگ اس طرح خاموش ہوگئے جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ سانس حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہر طرف ایسے سناٹا چھا گیا۔ جیسے اس بازار میں کوئی بلنے والا نہیں ہے۔ حالانکہ اس لفظ کہنے سے پہلے ڈھول بج رہے تھے۔ تالیاں بج رہی تھیں۔ کسی طرف سے مرثیے پڑھے جا رہے رجز ہے اونٹوں کے گلے میں پڑی ہوئی گھنٹیوں کی آواز تک خاموش ہوگئی۔

Presented by www.ziaraat.com

بخدا!

میں نے کبھی کوئی ستم رسیدہ عورت ایسی نہیں دیکھی جو اتنی قادر الکلام ہو جتنی بنت علیؑ تھی۔

اس کے بعد بی بی نے فرمایا۔

یا اهل الکوفة یا	اے فریب کار اور دھوکے باز
اهل الغی والخذل۔	کوفیو!
فلا رقأت العبرة	نہ کبھی تمہارے آنسو رکیں گے اور
ولا رقأت الرنة	نہ کبھی تمہارا گریہ بند ہوگا تمہاری
فانما مثلکم مثل التی	مثال اس عورت جیسی ہے جس
نقضت غزلها	نے اپنا سوت کاٹنے تم نے
من بعد قوة	ایمان کو ایک دوسرے کا خون
انکاثا تتخذون	بہانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے بھلا
ایمانکم دخلا بینکم۔	تم میں سوائے بے کار۔ اور
الا وهل فیکم	بے فائدہ کے علاوہ بھی کوئی
الا اللغو والرف۔	ہے۔ میدان جنگ میں بزدل ہو
خوارون فی	دشمن کے مقابلہ میں عاجز، بیعت
اللقاء عاجزون	کر کے توڑنے والے اور وعدہ
عن الاعداء۔ ناکثون	کر کے ضائع کرنے والے ہو تم
ببیعة مضیعون للذمة	نے بہت برے اعمال آگے بھیجے
جنتی ما قدمت لکم انفسکم	ہیں۔ اللہ تم سے ناراض ہے تم

Presented by www.ziaraat.com

ان سخط اللہ علیکم وفی	ہمیشہ کے لیے عذاب میں رہو
العذاب انتم خالدون۔	گے۔
اتبکون ای واللہ	آج روتے ہو۔ ہاں بخدا تمہیں
فابکو کثیرا واضحکو	رونا زیادہ اور ہنسنا کم چاہیے
قتلا نلقد فزتم	تم نے دائمی ملامت اور ہمیشہ
بعار و شنار	کی لعنت حاصل کر لی ہے۔ یہ
ولن تغسلواد نسھا	وہ داغ ہے جسے قیامت تک
ابدا رقیسل خاتم	تم نہ مٹا سکو گے۔ خاتم الانبیاء کا
الرسالۃ و سید	فرزند۔ جوانان جنت کا سردار
شباب الجنۃ ولاذخیرلکم	جو تمہارے نیکوں کی جائے پناہ
ومفزع نازلتکم	اور تمہارے مصائب میں ملجا تھے
امارۃ محجتکم ومدرجۃ	جو تمہاری راہ کی علامت اور
حجتکم خذ لتموہ	تمہارے دلائل کی سیڑھی تھے
وقسلمتموہ الاساء	اسے تم نے بے یار و مددگار
ماتذرون فتعسا	کرکے شہید کر دیا ہے تم نے
ونکسا ولقد خاب	بہت بڑا بوجھ اٹھایا ہے۔ تف
السعی و تبت	ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر تمہاری
الاید ی وخسرت	ہر کوشش رائگاں گئی۔ تمہارے
الصفقہ وبؤتم	ہاتھ رسوا ہو گئے۔ تمہاری تجارت
بغضب من اللہ	خسارے میں رہی تم نے غضب

Presented by www.ziaraat.com

وخریت علیکم	غضب الٰہی خریدا ہے دائمی
الذلۃ والمسکنۃ	ذلت اور رسوائی تمہارا مقدر
ویلکم اتدرون	ہو چکی ہے۔ ہلاکت ہو تمہارے
ای کبد لمحمد	لیے بھلا جانتے محمدؐ کے کس
فریتم وای دم لہ	پارہ جگر کو تم نے ٹکڑے کیا ہے؟
سفکتم لقد جئتم	محمدؐ کا کون سا خون تم نے زمین
شیئا ادا	پر بہایا ہے؟
تکاد السماوات	محمدؐ کی کن بیٹیوں کے سروں سے
یتفطرن منہ.	تم نے چادریں چھین کر انہیں
وتنس الارض	قیدی بنایا ہے؟
وتخر الجبال ھدا	تم نے بہت برا کام کیا ہے
ولقد اتیتم بہا	یہ وہ بد عملی تھی جس سے آسمانوں
خرما شوھا اطلاع	کا حق تھا گر جاتے زمین پھٹ
الارض والسماء	جاتی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو
فعجبتم ان قطر	جائے۔ ارض و سما کی تمام وسعتوں
السماء دما و	میں تم نے بہت بڑا رخنہ ڈال
لعذاب الاخر	دیا ہے۔ تمہیں اس بات پر
ناخزی فلا	تعجب ہے کہ آسمان سے خون
یستخفنکم المھل	کیوں برسا ہے جب کہ قیامت
فانہ لا یحفزہ	کا عذاب زیادہ رسوا کن ہوگا۔

Presented by www.ziaraat.com

البداء ولا یخاف علیه البستار کلا ان ربک لبالمرصاد۔	اللہ کی طرف سے دی گئی یہ مہلت سے بے فکر نہ رہنا کسی بھی جلدی سے وہ عاجز نہیں ہے۔ اس سے کسی انتقام کے رہ جانے کا خطرہ نہیں ہوتا یقیناً اللہ نگرانی پر ہے۔

اس کے بعد یہ مخدرہ خاموش ہو گئی۔ میں نے دیکھا لوگ انگشت بدنداں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے۔

میں نے ایک سن رسیدہ کو دیکھا جس کی روتے روتے تمام داڑھی بھیگ چکی تھی اور وہ کہہ رہا تھا۔

بخدا ان کے جوان جوانوں سے، بوڑھے بوڑھوں سے اور عورتیں عورتوں سے اچھی ہیں۔

اہل کوفہ کے نوحہ و بکا کی آواز اتنی بلند ہوئی کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ بچے تھے یا بڑے، عورتیں تھیں یا مرد تمام کے تمام زار و قطار رو رہے تھے۔

پھر اسی مخدرہ نے فرمایا۔

تقتلنا رجالکم وتبکینا نسائکم۔	تمہارے مرد ہمیں قتل کرتے ہیں اور تمہاری عورتیں ہمیں روتی ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

تذکرہ الائمہ میں ہے کہ جب قافلہ آل محمد کوفہ میں آیا تو جو لوگ اسیران آل محمد کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے ان میں سے ایک بدنصیب نے جناب سجاد کو انتہائی مظلومیت سے جب اونٹ پر بیٹھے دیکھا تو کہنے لگا۔

اللہ نے واقعاً اچھا کیا ہے۔ ان لوگوں نے دین میں بدعات شروع کر دی تھیں اور امت میں انتشار پھیلا رہے تھے۔

دختر علی نے اس کی یہ بات سنی تو رسن بستہ ہاتھوں کے باوجود سوئے آسمان رخ کیا اور عرض کیا۔

بار الہا یہ کربلا تو نہیں ہے کہ جیسا کہتے رہیں ہم برداشت کرتے رہیں۔ اس ظالم کو اپنا انجام دکھا تاکہ دوسروں کے لیے عبرت ہو۔

اسی وقت آسمان سے پتھر گرا اس خبیث کے منہ پر لگا وہ وہیں گرا اور فی النار و السقر ہو گیا۔

منتخب میں مسلم جصاص سے روایت ہے کہ میں دار الامارہ کے بیرونی حصہ کی ابن زیاد کے حکم سے سفیدی کر رہا تھا کہ بازار سے گریہ وزاری اور آہ و بکا کی آوازیں آنے لگیں۔ میں اپنا کام چھوڑ کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔ پہلے تو نیزوں پر سر آنا شروع ہوئے۔ ہر نیزہ بردار خوشی سے ناچ رہا تھا۔ اور رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

سروں کے بعد اونٹ آنا شروع ہوئے میں نے اونٹوں کو گنا تو ان کی تعداد چالیس تھی ہر اونٹ پر ایک رسن بستہ مستور سوار تھی جس نے بالوں سے پردہ بنا رکھا تھا۔ صرف دو یا تین اونٹ ایسے ہوں گے۔ جن پر دو یا تین بچیاں رسن بستہ سوار تھیں۔

Presented by www.ziaraat.com

ایک مخدرہ بڑی دردناک آواز کے ساتھ مرثیہ پڑھ رہی تھی۔ جب ایک مقام پر بھیڑ کی وجہ سے قافلہ رکا تو اس مخدرہ نے فصیح و بلیغ خطبہ دیا کہ لوگوں کو حضرت علیؑ کی یاد آگئے۔

ایک نابینا نے تو مجھ سے پوچھ بھی لیا کہ کیا بازار کوفہ میں پھر سے علیؑ آگئے ہیں؟

میں نے کہا بندہ خدا علیؑ کہاں ہے!

اس نے کہا علی کی آواز آرہی ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ علیؑ کی بڑی بیٹی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ غش کھا کر گر گیا۔

شیخ صدوق نے امالی میں ابن زیاد کے دربان سے روایت کی ہے کہ چودہ محرم کو جب اسیران آل محمدؐ کا قافلہ کوفہ میں آیا تو چونکہ دربار حسب دلخواہ نہیں سجا تھا۔ اس لیے جناب سجاد کو مع مستورات کے زندان میں بند کر دیا گیا۔

جب تک اسیران آل محمد اس زندان میں رہے اس وقت تک نہ تو انہیں کھانا پورا ملتا تھا اور نہ پینے کو پانی پورا دیا جاتا تھا۔

زندان اتنا تنگ تھا کہ اس میں تمام مستورات اور بچے بیک وقت سو تک نہیں سکتے تھے۔

بحار میں علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ۔

جب عمر سعد اسیران آل محمدؐ اور سرہائے شہداء کو لے کر کوفہ آیا۔ اور ابن زیاد اور عمر سعد ایک جگہ بیٹھے تو۔

ابن زیاد نے عمر سعد سے کہا۔

جو عہد نامہ میں نے تجھے حکومت رے اور نقد انعام کی صورت میں لکھ دیا تھا

Presented by www.ziaraat.com

وہ کہاں ہے مجھے دے۔

عمر سعد نے کہا۔ وہ تو مجھ سے گم ہو گیا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔

چلو یہ تو اور اچھا ہوا کہ گم ہو گیا ہے۔ اب ہم کسی عہد کے پابند تو نہیں رہے ہیں۔

عمر سعد نے کہا۔ اگر میں تلاش کروں اور مل جائے تو؟

ابن زیاد نے کہا۔ تو کیا تلاش کرے گا مجھے معلوم ہے تو میرے ساتھ دھوکا کر رہا ہے وہ تیرے پاس ہے صرف اسے یزید کے سامنے سند بنانے کی خاطر مجھ سے چھپا رہا ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ آپ اس سے کیوں گھبراتے ہیں جب آپ نے حکم دیا تھا۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں نے تجھے کب کہا تھا کہ حسینؑ کو قتل کر دے۔

عمر سعد نے کہا۔

اب انکار کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ ساری دنیا گواہ ہے کہ میں نے صلح کی کوشش کی اور تو نے میری کوشش کو ناکام بنایا۔ صرف وہ ایک معاہدہ ہی تو نہیں ہے تیرے وہ خطوط بھی تو ہیں جو تو مجھے کربلا میں بھیجتا رہا۔ وہ خط بھی ہے جس میں تو نے لکھا تھا کہ۔ میں نے تجھے صلح کے تئیں بھیجا۔ اگر حسینؑ اپنے کو میرے حوالہ نہیں کرتا تو اس کا سر مجھے چاہیے۔

وہ خط بھی تو ہے جس میں تو نے لکھا تھا کہ یزید کا حکم آیا ہے کہ لاش حسینؑ کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے تاکہ نہ لاش کا نشان ہو گا۔ اور نہ قبر حسینؑ بنے گی۔

Presented by www.ziaraat.com

ابن زیاد نے کہا۔

اچھا تو تو نے میرے خلاف کافی ثبوت فراہم کر رکھے ہیں۔ اب تو بھی لے لے گا رے کی حکومت۔

عمر سعد کہا کرتا تھا۔

بخدا مجھ جیسا بد نصیب کوئی نہ ہوگا۔ سچ کہا تھا حسین نے عمر سعد تجھے عراق کی گندم نصیب نہ ہوگی۔ جس قدر میں نے خسارے کا سودا کیا ہے اس قدر کوئی بھی نہ کرے گا۔

Presented by www.ziaraat.com

دربار کوفہ میں پیشی

دعا ہے خدائے قدوس ان آنکھوں کو کبھی نہ رلائے جو غم زہرا میں روتی ہیں جب سیدہ کونین سر پہ چادر لے کر گھر سے مسجد نبوی تک گئی تھیں جہاں تمام مہاجرین و انصار جمع تھے اور دختر رسول نے اپنے حق کا مطالبہ کیا تھا تمام مہاجرین وانصار نے اسے سنا بھی تھا سمجھا بھی تھا مگر کسی نے کوئی پروا نہیں کی تھی۔

جناب زہراؑ کا پہلی حکومت کے دربار میں جانا ہی بنات زہراؑ کا ابن زیاد کے دربار میں جانے کا پیش خیمہ تھا۔

اور جناب سیدہ نے دربار سے محروم واپس آنے کے بعد جناب فضہ کے اس سوال پر کہ۔

اے دختر رسول ایسا کیوں ہوا ہے؟

امت مسلمہ سے یہ توقع تو نہ تھی؟

جواب دیا تھا۔

فضہ تجھے توقع نہیں ہو گی۔ مگر ہمیں حالات کا پہلے سے علم تھا۔

کیا تو نے دیکھا نہیں کہ میرے محسن انسانیت بابا کا جنازہ تین دن گھر رکھا رہا

Presented by www.ziaraat.com

اور امت مسلمہ حصول اقتدار میں مصروف رہی۔

فضہ یہ جنگ بدر کے کینے ہیں جو میرے بابا کے انتظار میں تھے۔ اب ابھر ابھر کر سامنے آئیں گے۔ اگر بنت رسول کی عصمت اور علم لدنی سے قطع نظر کر کے بھی دیکھا جائے تو یہ بی بی کی بصیرت کی بڑی واضح دلیل ہے۔ کہ ۱۱ھ میں بی بی فرماتی ہیں۔ فضہ۔

تلك احقاد بدرية یہ بدر کے کینے ہیں۔

اگر وفات رسول کے بعد بنت رسول کو دربار میں آنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو ابن زیاد جیسے حرامزادوں کی کب جرات تھی کہ وہ بنات زہرا کے بے مقنع و چادر پس گردن دست بستہ پیش ہونے کا حکم دیتے۔

میرا دل کہتا ہے عرض کروں اے دختر رسول تو تو خوش نصیب تھی ذرا آج پندرہ محرم کو دربار کوفہ کا منظر دیکھ۔

اے بنت رسولؐ تو صرف گھر سے مسجد تک گئی تھی۔

تیری بیٹیاں زندان سے دربار میں آئی ہیں۔

تو اپنی میراث لینے گئی تھی۔

تیری بیٹیوں نے کوئی حق نہیں مانگا تھا صرف اس جرم میں لے جائی گئیں ہیں کہ وہ تیری بیٹیاں ہیں۔

تو اپنی مرضی سے گئی تھی۔

تیری بیٹیوں کو مجبور کر کے لے جایا گیا ہے۔

تو نے سر پہ چادر کر رکھی تھی۔

تیری بیٹیوں کے سروں سے چادریں اتار لی گئی تھیں۔

Presented by www.ziaraat.com

تیرے ارد گرد ہاشمی مستورات کا حلقہ تھا۔

تیری بیٹی کے گرد بے ردا ہوئیں تیری پوتیاں اور تیری نواسیاں تھیں۔

تیرا خطبہ سننے والے مہاجرین و انصار تھے۔

لیکن تیری بیٹی کے خطبے سننے والے بازاری لوگ تھے۔

تیرے سامنے تیرے بابا کا منبر تھا۔

تیری بیٹی کے سامنے ایک حرامزادہ تھا۔

تجھے صرف ایک بابا کی وفات کا داغ تھا۔

تیری بیٹی نے ستر قدم کے فاصلے پر کھڑے ہو کر اپنے بھائی کو پیاسا ذبح ہوتے دیکھا تھا۔

نو بھائیوں کی شہادت جوان بھتیجوں کی لاشوں کے ٹکڑے اور کمسن بیٹیوں کی پامال شدہ لاشوں کا درد تھا۔

تو اپنے بابا کا مزار دیکھ کے دربار میں آئی تھی۔

تیری بیٹی بہتر پامال اور بے سر لاشے گرم ریت پر دیکھ کے آئی تھی۔

جب پندرہ محرم کی صبح ہوئی ابن زیاد نے دربار لگایا۔ تمام امرائے شہر اور سالاران لشکر جمع ہو گئے۔ ہر ایک اپنے مقام اور مرتبہ کے مطابق کرسی نشین ہو گیا۔

پولیس اور فوج ہر طرف پھیل گئی ہو۔

اس ملعون نے پہلے تو سر مظلوم زہرا اور دیگر سرہائے شہدا لانے کا حکم دیا۔ فرزند رسول کا سر چاندی کے طشت میں اور دیگر سر نیزوں کی نوک میں پرو کر پیش کیے گئے۔

Presented by www.ziaraat.com

جب تمام سر پیش کر دیئے گئے پھر اس نے حکم دیا کہ۔

اب تمام قیدیوں کو حاضر کیا جائے

جب مخدرات عصمت کو دربار میں لایا گیا مورخین کے مطابق سب سے آگے جناب سجاد تھے ان کے بعد بصورت قطار ایک رسی میں مقید تمام ذریت رسول کو پیش کیا گیا۔

بعض مخدرات نے بالوں سے پردہ بنا رکھا تھا اور جن کے بال کمسنی کی وجہ سے چھوٹے تھے انہوں نے پس گردن بندھے ہاتھوں کے درمیان کہنیوں میں منہ چھپا رکھے تھے۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق تمام مستورات کھڑی رہ گئیں۔ لیکن ثانیہ زہرا بیٹھ گئیں۔

شیخ مفید کے مطابق بنت علی نے انتہائی میلا اور بوسیدہ لباس پہن رکھا تھا۔ اور مسجد میں بیٹھ گئیں۔

جب ابن زیاد نے دیکھا تو سوال کیا کہ۔

میری اجازت کے بغیر یہ بیٹھ جانے والی مستور کون ہے۔

اس کے سپاہیوں نے بتایا کہ یہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ ہے۔

ابن زیاد نے بی بی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

الحمد لله الذی	اس اللہ کی حمد ہے جس نے
فضحکم و قتلکم	تمہیں رسوا کیا۔ تمہیں قتل کیا
واکذب احد و	اور تمہارے دین کی پیدا کردہ
ثتکم۔	بدعت کو باطل کر دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

دختر زہراؑ نے جواب دیا۔

الحمد لله الذی	اس اللہ کی حمد ہے جس نے
اکرمنا بنبیہ	ہمیں اپنے نبی محمدؐ سے شرف فرمایا
محمد و طھرنا	ہے اور ہمیں اس طرح پاک
من الرجس	رکھا ہے جس طرح پاک رکھنے
تطھیرا۔	کا حق ہے۔
انما یفتضح الفاسق	شاید تجھے معلوم نہیں کہ رسوا
ویکذب الفاجر	بدکردار ہوتے ہیں اور جھوٹ
و ھو غیرنا والحمد	زناکار بولتے ہیں۔ جب کہ
لله۔	بحمداللہ وہ ہمارے اغیار ہیں۔

ابن زیاد نے کہا۔

کیف رأیت	بھلا اب بتا کہ تم نے کیا محسوس
فعل الله باھل	کیا ہے کہ اللہ نے تیرے اہلبیت
بیتك۔	سے کیا سلوک کیا ہے۔

دختر زہرا نے فرمایا۔

کتب الله علیھم	اللہ نے میرے اہلبیت کے مقدر
القتل فبرزوا الی	میں شہادت لکھی تھی۔ وہ اپنی مقتل
مضاجعھم و سیجمع	میں آئے اور اپنا حصہ وصول کیا
الله بینك و بینھم	عنقریب اللہ تجھے اور ان کو ایک
فیحاجون الیه	جگہ (میدان محشر میں) جمع کرے گا

Presented by www.ziaraat.com

و یختصمون عندہ | وہ اپنا دعویٰ دائر کریں گے اور
فانظر لمن | اللہ سے انصاف کی درخواست
الفلج یومئذ | کریں گے اس دن دیکھ لینا اے
ثکلتک امک یابن | ابن مرجانہ تیری ماں تیرے غم میں
مرجانہ | روئے کہ کون کامیاب ہے۔

شیخ مفید کے مطابق ابن زیاد بپھر گیا اور اس نے جلاد کو دختر زہراؑ کے قتل کا حکم دیا۔

لیکن عمرو ابن حریث نے کہا۔

اے امیر یہ دررسیدہ عورت ہے۔ اور عورتوں سے مواخذہ نہیں کیا جاتا چنانچہ اس نے اپنا حکم واپس لے لیا۔

اور کہا۔

قد شفی اللہ | اللہ نے تیرے باغی اور سرکش
نفسی من طاغیتک و | اہل بیت کے قتل سے میرے دل
العصاۃ من اھل بیتک۔ | کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔

بنت زہرا نے ایک سرد آہ کھینچی پھر رو کر فرمایا۔

لعمری لقد | بخدا تو نے میرے بوڑھے شہید
قتلت کھلی و ابرزت | کیے۔ ہمیں دربدر کیا تو نے ہماری
اھلی وقطعت فرعی | شاخیں کاٹ ڈالیں۔ ہماری جڑیں
واجتثثت اصلی | منقطع کر دیں اگر تیرا دل اسی طرح
فان یشفک ھذا | ٹھنڈا ہونا تھا تو واقعا تیرا دل

Presented by www.ziaraat.com

فقد اشتفیت۔ ٹھنڈا ہو چکا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔

ان ھذہ سجاعۃ ولقد کان ابوھا سجاعاً شاعراً۔ یہ عورت بڑی قافیہ بندی کرتی ہے۔ اس کا باپ بھی بڑا قافیہ بند اور شاعر تھا۔

بی بی نے فرمایا۔

اے ابن زیاد۔

ما للمرأۃ و السجاعۃ ان لی من السجاعۃ لشغلا و لکن صدری نفث بما قلت۔ بھلا عورت اور قافیہ بندی کا کیا جوڑ ہے، میرے پاس تو ویسے ان چیزوں کے سوچنے کا وقت نہیں ہے (بھتر لاشہ گرم ریت پر بے گور و کفن دیکھ کر آئی ہوں۔) یہ تو صرف تیری باتوں کا جواب تھا جو جلے ہوئے دل نے کہہ دیا۔

وانی لا عجب ممن یشتفی بقتل آئمتہ ویعلم انہم منتقمون منہ فی اخرتہ۔ ویسے مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو اپنے آئمہ حق کو قتل کر کے دل کو ٹھنڈا سمجھتا ہے اور اسے یہ بھی یقین ہے کہ قیامت میں مجھ سے انکا انتقام بھی لیا جائیگا۔

Presented by www.ziaraat.com

مؤلف ۔

چونکہ ابن زیاد کو بنی ہاشم سے بالعموم اور حضرت علی سے بالخصوص بغض و عداوت تھی اس لیے وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اولاد علی میں سے ایک فرد بھی زندہ نہ رہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر اس نے یہ سوچا کہ مرد تو وہی تھے جو کربلا میں شہید ہو گئے ہیں، اب کسی نہ کسی طریقہ سے عورتوں کو قتل کرنے کا بہانہ بھی مل جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے دختر زہراؑ سے اشتعال انگیز باتیں کیں تاکہ جواب میں بنت علیؑ بھی اشتعال انگیز باتیں کرے اور مجھے موقعہ مل جائے۔ لیکن جب اس نے یہ دیکھا کہ۔

بنت زہرا نے میری اشتعال انگیزی کے باوجود انتہائی حلم اور بردباری سے ایسے مناسب جواب دیئے ہیں کہ نہ صرف مجھے موقعہ نہیں مل سکا بلکہ اہل دربار کی ہمدردیاں بھی اس نے اپنی طرف کر لی ہیں تو پھر یہ خبیث جناب سجاد کی طرف متوجہ ہوا۔

جناب سجاد نے فرمایا۔

الی کم تھتک عمتی بین	اللہ تیرے ہاتھ اور پاؤں قطع
من تعرفها و بین من لایعرفها	کرے اے ظالم کب تک تو
قطع اللہ یدیک و رجلیک۔	بنت زہرا کا دل جلاتا رہے گا

یہ تو اسی موقعہ کی تلاش میں تھا اس نے پوچھا۔

من انت ۔ تو کون ہے۔

جناب سجاد نے فرمایا۔

Presented by www.ziaraat.com

انا علی ابن الحسینؑ ۔ میں علی ابن حسینؑ ہوں ۔

ابن زیاد نے کہا ۔

ألیس قد قتل الله علیؑ ابن الحسینؑ ۔ کیا اللہ نے علیؑ ابن حسینؑ کو قتل نہیں کر دیا ۔

جناب سجاد نے فرمایا ۔

الله یتوفی الانفس حین موتها ۔ اللہ تو ہر نفس کو اس وقت وفات سے دوچار کرتا ہے جب طبعی عمر پوری ہو جاتی ہے ۔

ابن زیاد پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا ۔

بك جرأة علی جوابی وفیك بقیة لله و علی اذ هبوا به فاضربوا عنقه ۔ ابھی تک تجھ میں ترکی بترکی جواب دینے کی جرات ہے اور تو میری بات میرے منہ پر مارنے کی ہمت کرتا ہے اسے لے جاؤ اور گردن اڑا دو ۔

یہ سنتے ہی بنت زہراؑ اپنی جگہ سے اٹھی اور مجبور ہاتھوں سے جناب سجاد پر گر گئی ۔

اور فرمایا ۔

لئن قتلته فاقتلنی معه ۔ ظالم اگر اسے قتل کرنا ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے ۔

جناب سجاد نے عرض کیا ۔

Presented by www.ziaraat.com

پھوپھی جان آپ ایک طرف ہو جائیں مجھے اس سے بات کر لینے دیں۔ پھر آپ ابن زیاد کی طرف متوجہ ہوئے۔

اور فرمایا۔

أبا لقتل تهددنی	اے ابن زیاد تو مجھے قتل کی
یابن زیاد اما علمت	دھمکی دیتا ہے۔ ابھی تک تجھے
ان القتل لنا عادة و	یقین نہیں ہوا کہ قتل ہماری عادت
کرامتنا الشهادة۔	ہے اور شہادت ہمارا فخر ہے

ابن زیاد نے کہا۔

بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر اس بیمار کو قتل کیا گیا تو یہ مخدرہ اپنی جان اس پر دے دی گی۔

اسے چھوڑ دو۔ میں دیکھ رہا ہوں یہ بیمار ہے۔

ایک مرتبہ پھر دختر زہرا کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

لقد کذبتم وکذب	تم نے بھی جھوٹ بولا تھا اور
جدکم وافتضحتم	تمہارا جد امجد بھی (نعوذ باللہ)
د کلنی الله منکم۔	جھوٹا تھا اب اللہ نے مجھے تم
	پر غلبہ دیا ہے۔

دختر زہراؑ نے فرمایا۔

یا عدو الله یابن	اے دشمن خدا! اے حرامزادے
الدعی انما یکذب	کی اولاد جھوٹا فاسق ہوتا ہے
الفاسق ویفتضح المنافق	اور منافق رسوا ہوا کرتے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

وانت واللہ حق بالکذب والفجور فابشر بالنار۔	بخدا تو کذاب ہے۔ اور تو فاجر ہے۔ تجھے دائمی جہنم مبارک ہو۔

ابن زیاد نے کہا۔

ان صرت الی النار فقد شفیت صدری منکم۔	اب اگر جہنم بھی چلا بھی گیا تو پروا نہیں ہے تمہارے خون سے دل کو ٹھنڈا کر لیا ہے

دختر زہرا نے فرمایا۔

فقد رویت الارض من دم اھل بیت۔	ظالم تو نے اہلبیت محمد کے خون سے زمین سیراب کر دی ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔

یا ابنۃ السجاع لولا انك امرأۃ لاموت بضرب عنقك۔	اے شاعر کی بیٹی۔ اگر تو عورت نہ ہوتی تو میں تیری گردن اڑا دینے کا حکم دیتا۔

اس کے بعد ابن زیاد نے مختار کو دربار میں لانے کا حکم دیا۔ تاکہ مختار جن کی مدد کے لیے تیار تھا وہ بھی بچشم خود ان کا حال دیکھے جب مختار کو لایا گیا تو اس نے دربار کی حالت دیکھی جناب سید الشہدا اور ذریت رسول کے سر دیکھے تو بے ساختہ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ ابن زیاد اور مختار کے مابین کافی دیر تک یہ مکالمہ جاری رہا۔

پھر ابن زیاد نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ۔

Presented by www.ziaraat.com

اب اسیروں کو زندان میں لے جاؤ اور سر ہائے شہدا ء کو کوفہ کے ہر گلی اور کوچہ میں پھراؤ۔

مؤلف۔

سر غریب کربلا نے جسم اطہر سے جدا ہونے کے بعد متعدد مقامات پر کلام کیا ہے۔ جن میں سے بعض مقامات پر تو صرف خواص نے کلام سنا ہے اور بعض مقامات پر خاص و عام ہر ایک نے سنا ہے۔

سب سے پہلے مرتبہ سر نے اس وقت کلام کیا جب شمر نے سر مبارک کو جسم اطہر سے جدا کیا یہ کلام شمر نے سنا اور وہی اس کا راوی ہے۔ کہ سر سے تین مرتبہ۔ عباس عباس عباس کی آواز آئی۔

دوسری مرتبہ زوجہ شمر نے تو رے سے زیر طشت سر کا گریہ سنا۔

تیسری مرتبہ دربار ابن زیاد میں سر نے کلام کیا سابقاً ہم ذکر کر چکے ہیں جیسے دربار میں موجود ہر شخص نے سنا۔

چوتھی مرتبہ جب اسیران آل محمد کا قافلہ کوفہ میں آیا تو سر نے جناب مسلم کے سر سے کلام کیا۔

پانچویں مرتبہ سر نے لا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون کی تلاوت بازار کوفہ میں کی۔

چھٹی مرتبہ سر نے دوران طواف بازار کوفہ تلاوت کی جسے زید ابن ارقم صحابی رسول نے سنا اور روایت کی کہ سر غریب کربلا ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبا کی تلاوت کر رہا تھا۔

میں نے جواب میں عرض کیا۔

اے فرزند رسول آپ کا واقعہ تو اصحاب کہف سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔ علاوہ ازیں تا شام سر کا کلام کرنا اپنے مقام پر آئے گا۔ اب سب مسلمہ حقائق سے دو چیزیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ ولی خدا میں موجود قوت متصرفہ جسم عنصری کی محتاج نہیں ہوتی۔ ولی خدا ہر وقت ہر حالت میں ہر جگہ اور ہر حیثیت سے تمام تر تصرفات میں خود مختار اور قادر ہوتا ہے۔

۲۔ دوسری یہ کہ سر سے کلام کا موجد اللہ ہو۔ یعنی یا تو اللہ خود متکلم ہو یا اللہ سر میں آواز کا موجد ہو۔ بہر صورت سب نکات قابل غور و فکر ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

عبداللہ ابن عفیف کی شہادت

جب اس ظالم نے اسیران آل محمدؐ کو زندان میں بھیج دیا اور سرہائے شہداء تشہیر کا حکم دے چکا۔

تو اس کے بعد یہ منبر پر آیا اور یوں خطبہ دیا۔

الحمد لله الذی	اس اللہ کی حمد ہے جس نے
اظهر الحق و	حق اور اہل حق کو غلبہ دیا اور
نصر امیر المومنین	امیر..... یزید اور اس کے
یزید و حزبه و قتل	گروہ کو فتح دی۔ کذاب ابن
الکذاب ابن الکذاب	کذاب اور اس کے انصار کو
و شیعته۔	قتل کیا۔

جناب عبداللہ ابن عفیف جو صحابہ حضرت علیؑ سے تھے اس مجمع میں تشریف فرما تھے۔

فوراً اٹھے اور فرمایا۔

یا عدو الله ان الکذاب	اے دشمن خدا۔ تو کذاب ہے

Presented by www.ziaraat.com

انت و ابوك والذی	تیرا باپ کذاب تھا۔ جس نے
ولاك وابوه بابن	تجھے گورنر بنایا ہے۔ وہ کذاب
مرجانه ۔ تقتل	ہے اور اس کا باپ کذاب
اولاد النبیین وتقوم	تھا۔ اے مرجانہ کے بیٹے۔ یہ
علی المنبر مقام	ذریت رسول کو قتل کر کے اس
الصدیقین ۔	منبر پر بیٹھا ہے جو صدیقین کا
	مقام ہے۔

اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ۔ جونہی سپاہی گرفتاری کو دوڑے۔ جناب عبداللہ نے چونکہ ازد سے تھے اس لیے انہوں نے بنی ازد کا نعرہ لگایا۔ بنی ازد سے سات سو تلوار باز اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے سپاہیوں کو روک دیا۔ جب رات ہو گئی تو ابن زیاد نے سپاہی بھیجے جو اس مرحوم کو شہید کر کے اس کا سر لے آئے۔

مقتل ابو مخنف میں یہ واقعہ قدرے تفصیل سے ہے۔ اور وہ یوں کہ جب بنی ازد نے سپاہیوں کو جناب عبداللہ کی گرفتاری سے روکا تو اس وقت ابن زیاد خاموش ہو گیا۔

رات کے وقت اس نے خولی کو پانچ سو سپاہی دے کر بھیجا تاکہ جناب عبداللہ کا سر لے آئیں۔

جب خولی اس کوچہ میں داخل ہوا جس میں جناب عبداللہ کا گھر تھا تو جناب عبداللہ کی کمسن بیٹی نے گھوڑوں کی ہنہناہٹ کی آواز سنی اور عرض کیا۔ ابا جان میرا خیال ہے دشمن آ گئے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

جناب عبداللہ نے فرمایا۔

بیٹی تلوار مجھے دے دے اور ایک طرف کھڑے ہو کر مجھے بتاتی رہ کر دشمن دائیں ہیں یا بائیں ہیں۔

اس مخدرہ نے حسرت سے کہا۔

بابا کاش آج میں آپ کا بیٹا ہوتی۔

اتنے میں سپاہی دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔ جناب عبداللہ آمادہ جنگ ہو گئے۔ بیٹی کی نشاندہی پر دشمنان خدا اور رسول کو واصل جہنم کرنے لگے۔ بالآخر گرفتار ہوئے۔ ابن زیاد کے پاس لائے۔

ابن زیاد نے کہا۔

الحمد لله الذی اعمی یمینك۔	اللہ کی حمد ہے جس نے آپ کو نابینا کر دیا ہے۔

جناب عبداللہ نے فرمایا۔

الحمد لله الذی اعمی قلبك و ابصر قلبی۔	اس اللہ کی حمد ہے جس نے تیرے دل کو اندھا اور میرے دل کو بابصیرت کیا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔

قتلنی الله ان لم اقتلك اشر قتلة۔	اللہ مجھے ہلاک کرے اگر میں نے تجھے بدترین طریقہ سے قتل نہ کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

جناب عبداللہ نے فرمایا۔

میں اللہ سے ہمیشہ دعا کرتا تھا کہ مجھے شہادت نصیب فرما۔ لیکن جب سے جنگ صفین میں میری بینائی ضائع ہوئی ہے اس وقت سے مایوس ہو گیا تھا۔ لیکن آج نظر آرہا ہے کہ اللہ نے میری دعا قبول فرمالی ہے۔ اور مجھے اپنی مخلوق میں سے بدترین فرد کے ہاتھوں شہادت دلوا رہا ہے۔

پھر ابن زیاد نے اس محب آل محمد کے قتل اور بعد از قتل جسم کو سولی چڑھانے کا حکم دیا۔

منتخب میں علامہ طریحی نے اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے یوں بیان کیا ہے کہ۔

جب بنی ازد نے جناب عبداللہ کو اپنے گھر پہنچایا۔ تو ابن زیاد اس افسوس سے کہ بھرے دربار میں کیوں ایک شخص نے مجھے ٹوکنے کی جرأت کی ہے منبر سے اترا اور کمرہ کے اندر چلا گیا۔ ابن زیاد مزاج مصاحب اس کے ساتھ تھے انہوں نے کہا۔

اے امیر اگر آپ اس طرح خاموش ہوتے رہے تو شیعیان آل محمدؐ کا حوصلہ بڑھ جائے گا۔

آپ بنی ازد کو معاف نہ کریں۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو قبائلی طور پر ازد کے دشمن تھے۔

ابن زیاد نے روساء بنی ازد میں سے ایک ایک کو بلایا اور انہیں زندان میں ڈال دیا۔ پھر عمرو بن حجاج۔ شبث ابن ربعی اور ابن اشعث کو فوج دے کر بھیجا کہ جا کر ابن عفیف کو قتل کر ڈالو۔ جب بنی ازد کو معلوم ہوا تو وہ مسلح ہو کر

Presented by www.ziaraat.com

باہر آگئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ بنی ازد کا پلہ بھاری رہا۔ عمرو ابن حجاج نے ابن زیاد کو حالات سے آگاہ کیا۔

چنانچہ ابن زیاد نے بنی مضر کو ان کی مدد کے لیے بھیجا۔ بنی مضر کے جانے سے جنگ کا پانسہ یزیدی مسلمانوں کے حق میں پلٹ گیا۔ یہ لوگ جناب عبداللہ کا دروازہ توڑ کر اندر جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد وہی واقعہ ہے جو سابقا گزر چکا ہے۔

مؤلف۔

کاش یہی لوگ میدان کربلا میں فرزند رسول کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے۔

سرکار ابن طاؤس نے لہوف میں جناب عبداللہ کے گرفتار ہو کر ابن زیاد کے پاس آنے کا واقعہ یوں لکھا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔

الحمد لله الذی اخزاك۔	اس اللہ کی حمد ہے جس نے تجھے رسوا کیا ہے۔

جناب عبداللہ نے فرمایا۔

یا عدو الله بما اخزانی۔	اے دشمن خدا اللہ نے مجھے کیسے ذلیل کیا ہے۔

ذرا اپنے کتوں سے پوچھ لے کہ بینائی نہ ہونے کے باوجود میں نے کتنے قتل کیے ہیں۔ اگر بینائی ہوتی تو پھر تجھے اندازہ ہوتا کہ میں کون ہوں۔

ابن زیاد نے کہا۔

Presented by www.ziaraat.com

تیرا عثمان ابن عفان کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟

جناب عبداللہ نے فرمایا۔

اے بنی علاج کے غلام۔ اے مرجانہ زادے تجھے عثمان سے کیا واسطہ۔ عثمان اللہ کے پاس پہنچ چکا ہے اور وہ عادل ہے جو فیصلہ کرے گا عدالت سے کرے گا۔ تو اپنے اور اپنے باپ کے متعلق مجھ سے پوچھ۔ تو یزید اور اس کے باپ کے بارے میں مجھ سے سوال کر۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں تجھ سے کچھ بھی نہ پوچھوں گا۔ تجھے قتل کروں گا۔

جناب عبداللہ نے فرمایا۔

الحمد للہ رب العالمین۔

سابقاً ہم بتا چکے ہیں کہ جناب مختار ابن زیاد کی قید میں تھے۔ جس دن جناب عبداللہ شہید ہوئے اسی دن اس نے جناب مختار کو بھی شہید کرنے کا پروگرام بنایا لیکن عین وقت پہ عبداللہ ابن عمر ابن خطاب اور عمر ابن سعد کی سفارش سے اسے جناب مختار کو رہا کرنا پڑا۔ کیونکہ جناب مختار کی ایک بہن عمر سعد کی بیوی اور دوسری عبداللہ ابن عمر کی بیوی تھی۔

البتہ ابن زیاد نے جناب مختار سے یہ شرط کی تھی کہ قید سے رہائی کے بعد تو کوفہ میں تین دن سے زیادہ نہیں رہے گا۔

جناب عبداللہ کی شہادت کے بعد جمعہ تک جناب مختار کوفہ میں رہے جمعہ کے خطبہ میں ابن زیاد نے جب حضرت علیؑ۔ جناب زہرا اور جناب حسنین کے خلاف لاف زنی کی تو جناب مختار نے اٹھ کر اس کا گریبان پکڑا اور اسے اس لاف زنی سے روکا۔

Presented by www.ziaraat.com

چونکہ یزید نے ابن زیاد کو جناب مختار کے سلسلہ میں رہائی کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا کہ خبردار پھر مختار کو قید نہ کرنا۔ اس لیے یہ خبیث مجبور تھا۔ کچھ کہہ نہ سکا۔ لیکن جناب مختار نے بھی پھر کوفہ میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور کوفہ سے بھی نکل گئے۔

سرکار ابن نما نے مثیر الاحزان میں لکھا ہے کہ جناب عبداللہ کو شہید کرنے کے بعد ابن زیاد نے جندب ابن عبداللہ ازدی کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ جب جناب جندب گرفتار ہو کر آئے تو۔

ابن زیاد نے پوچھا۔

کیا تو ابو تراب کا صحابی نہیں ہے؟۔

جناب جندب نے کہا۔

میں نے کب انکار کیا ہے۔ نہ پہلے انکار کیا ہے اور نہ اب معذرت کرتا ہوں میں ابو تراب کا صحابی تھا۔ اب اس کا محب ہوں اور آخری سانس تک اس کا محب رہوں گا۔

ابن زیاد نے کہا۔ میں قربۃً الی اللہ تجھے قتل کروں گا۔

جناب جندب نے فرمایا۔

غلط سوچ رہا ہے۔ میرے قتل سے تجھے قرب خدا نہیں بلکہ اور دوری نصیب ہو گی۔

صاحب روضۃ الصفا نے جناب جندب اور ابن زیاد کی گفتگو یوں لکھی ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ اے دشمن خدا کیا تو جنگ صفین میں علی ابن ابو طالب کے ساتھ نہیں تھا؟۔

Presented by www.ziaraat.com

جناب جندب نے فرمایا۔ میں نے کب انکار کیا ہے۔ میں نے تو آنکھ ہی محبت علیؑ میں کھولی ہے۔ اور تادم آخر اسی محبت پر رہوں گا اور مجھے اس پر فخر ہے۔ محبت علیؑ کو اپنی عزت اور شرف سمجھتا ہوں۔ میں تجھے اور تیرے باپ کو ساری زندگی ناپسند کرتا رہا۔ اور اب جب سے تو نے فرزند رسول کو شہید اور ذریت رسول کو بے مقنع و چادر کیا ہے میری تجھ سے عداوت میں اور اضافہ ہو گیا ہے اس کے بعد ہی شیر الاحزان والا واقعہ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مدینہ میں خبر شہادت

لہوف۔ ارشاد، بحار، وغیرہ کا ملخص۔

پندرہ محرم کو اسیران آل محمد کو زندان میں بھیجنے، ابن عفیف کو شہید کرنے اور مختار کو رہا کرنے کے بعد ابن زیاد نے تمام مملکت کو مبارک بادی کے خطوط بھیجے ان میں سے ایک خط عمرو ابن سعید گورنر مدینہ کے نام اور دوسرا خط یزید ابن معاویہ کے نام بھی تھا۔

البتہ دیگر خطوط اور نامہ یزید میں فرق یہ تھا کہ۔

ابن زیاد نے یزید سے مزید ہدایات مانگی تھیں کہ اب ان سروں اور قیدیوں سے کیا سلوک کیا جائے۔

انہیں یہیں کوفہ میں قید رکھا جائے۔

یا سروں کو کربلا یا کوفہ میں دفن کر کے قیدیوں کو رہا کر دیا جائے؟

یا سر آپ کو بھیجے جائیں اور قیدی کوفہ میں رکھے جائیں۔؟

یا سر آپ کو بھیج کر قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔

یا سر اور قیدی دونوں آپ کے پاس بھیجے جائیں۔

Presented by www.ziaraat.com

جب یزید کو خط ملا تو اس نے پہلے تو لوگوں کے دکھاوا کی خاطر مکاری سے کام لیا۔

اور کہنے لگا۔

ابن زیاد نے بہت برا کیا ہے۔ میں نے تو اسے صرف یہی لکھا تھا کہ اگر حسینؑ بیعت نہیں کرتا تو نہ کرے اسے کسی سرحد پر رہنے دے۔ لیکن اندرونی طور پر یہ بڑا خوش تھا۔ کہ چلو یہ کانٹا اب نکل گیا ہے۔ ابن زیاد کو جواب یوں لکھا۔

شہداء کے سر، اسیران آل محمد۔ اور ان کے خیام سے لوٹا ہوا مال سب کا سب میرے پاس بھیج دے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسیران آل محمد کی کوفہ میں زیادہ رہائش لوگوں میں انتشار کا باعث نہ بن جائے۔ اور تیرے ہاتھ سے معاملہ نکل جائے۔

چنانچہ ابن زیاد نے۔ شمر ابن ذی الجوشن مذجر ابن قیس۔ اور خولی کو پانچ ہزار کا لشکر دے کر شام کی طرف روانہ کر دیا۔

دوسرا خط عبد الملک ابن ابو الحارث سلمی کو دے کر مدینہ بھیجا اور اسے کہا کہ جا عمرو ابن سعید کو فتح کی مبارک باد دے۔

عبد الملک کہتا ہے کہ میں مدینہ کی طرف روانہ ہوا طے منازل کے بعد جب داخل مدینہ ہوا تو ایک قریشی ملا اس نے پوچھا۔

کوئی نئی خبر ہے؟

میں نے کہا۔

ہاں ہے لیکن گورنر کے پاس چل کر سن لو۔

اس نے کہا۔ کیا جا کر سنانا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون فرزند رسول شہید ہو گیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

میں جب عمرو ابن سعید کے پاس گیا تو اس نے پوچھا۔

کیا حال ہے؟

میں نے کہا۔

وہ حال ہے جسے سنکر آپ خوش ہو جائیں گے۔ فرزند رسول اپنے انصار کے ساتھ شہید ہو گیا ہے۔

یہ سنکر عمرو مسکرایا مجھ سے خط لیا اور کہا۔ جب اتنا لمبا سفر کیا ہے تو ایک کام اور بھی کر دے

میں نے کہا وہ کونسا؟

عمرو نے کہا۔

میں چاہتا ہوں کہ جس طرح میں نے قتل حسین کی بشارت تیری زبان سے سنی ہے۔ اسی طرح تمام اہل مدینہ یہ خوشخبری تیری زبان ہی سے سن لیں۔

چنانچہ میں اسی گھوڑے پر سوار ہوا اور مدینہ کی تمام گلیوں میں قتل حسینؑ کا اعلان کیا۔

میں نے اپنی پوری زندگی اتنا کہرام کبھی نہیں دیکھا اور نہ سنا جتنا میرے اس اعلان سے مدینہ میں ہوا۔ کوئی تمیز نہیں تھی کہ رونے والے ہاشمی ہیں یا غیر ہاشمی بس جو جو سنتا گیا خواہ عورت تھی یا مرد۔ بچہ تھا یا جوان۔ اور بوڑھا تھا یا ضعیف دھاڑیں مار کر رونے لگا۔

مردوں میں سے کچھ نے جناب محمد ابن حنیفہ کے گھر کا رخ کیا۔ کچھ جناب عبداللہ ابن جعفر طیار کے گھر کی طرف آئے اور عورتیں کچھ جناب ام سلمہ کے پاس۔ کچھ جناب ام البنین کے پاس اور کچھ جناب فاطمہ صغریٰ بنت حسین کے پاس۔ جمع ہونا شروع

Presented by www.ziaraat.com

ہو گئیں۔

صرف دو گھر ایسے تھے جن میں کوئی نہ گیا۔ ایک امام حسنؑ کا گھر۔ اور دوسرا جناب مسلم ابن عقیل کا گھر کیونکہ ان گھروں میں کوئی نہ تھا۔ یہ گھر مقفل اور خالی تھے ان گھروں میں رہنے والے تمام کے تمام کربلا میں جا چکے تھے۔

ویسے بعض مورخین کے مطابق امام حسینؑ کی سوئے کربلا روانگی کے بعد اس عمرو ابن سعید خبیث نے امام حسینؑ۔ امام حسنؑ۔ اور جناب مسلم کے گھر گرا دینے کا حکم دیا تھا۔

اور اب یہاں کسی مکان وغیرہ کا نشان تک نہ تھا۔ جناب ام البنین حضرت علی کے گھر میں اور جناب فاطمہ صغریٰ بنت حسین جناب ام المومنین ام سلمہ کے گھر میں رہتی تھیں۔

جب تمام مستورات مدینہ ان تمام گھروں میں جمع ہو گئیں تو جناب ام البنین اپنے گھر آنے والی تمام مستورات کو لے کر جناب ام المومنین ام سلمہ کے گھر آئیں جناب فاطمہ بنت حسین غش پر غش کھا رہی تھیں۔ کافی دیر تک نوحہ و بکا کے بعد جناب ام المومنین ام سلمہ نے فرمایا کہ۔

میرا دل چاہتا ہے چلو کر روضہ رسول پہ جا کر آنحضورؐ کو ان کے راکب دوش کا پرسہ دیں۔ چنانچہ مستورات کا پہلا پہلا ماتمی جلوس جناب ام المومنین ام سلمہ کی قیادت میں خانہ رسول سے نکلا اس جلوس کے آگے آگے جناب ام المومنین ام سلمہ۔ جناب ام البنین۔ جناب فاطمہ صغریٰ بنت حسین اور زینب بنت عقیل تھیں۔

جناب ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جب ہم روضہ رسول پر آئے اور میں نے آ کر پرسہ دیا اور عرض کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

اے رسول عالمین ہم آپ کو آپ کے عزیز بیٹے کی شہادت کا پرسہ دینے آئی ہیں۔

تو مدینہ کی ہر عورت نے دیکھا کہ روضہ رسول لرزنے لگا۔ حتیٰ کہ بعض مستورات سنبھل نہ سکیں اور بیٹھ گئیں۔ اور بعض مستورات خوف سے باہر آگئیں۔

قتلت شرار بنو امیه	بنی امیہ کے لفنگوں نے ایسے
سیدًا خیر ابریة	سردار کو شہید کر ڈالا ہے جو افضل
ماجدًا ذا شان۔	کائنات، صاحب مجد اور ذی شان تھا۔

پھر اسی رات کو اہل مدینہ میں سے ہر شخص نے مغرب اور عشاء کے درمیان یہ آواز سنی۔

ایها القاتلون	اے فرزند رسول کو شہید کرنے
جهلاً حسینا ابشروا	والے جاہلو! تمہیں دائمی عذاب
بالعذاب والتنکیل	اور سزا کی بشارت ہو اہل سماء
کل اهل السماء	کا ہر باسی خواہ وہ نبی ہے یا
یدعو علیکم من	ملک اور ملائکہ کی ہر قسم تمہیں
نبی وملك وقبیل	بددعا دے رہی ہے تم پر
قد لعنتم علی لسان	تو قبل ازیں حضرت داؤد،
ابن داؤد و	حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ
موسیٰ وصاحب	کی زبانی بھی لعنت کی جا چکی
الانجیل۔	ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

جعفر ابن محمد ابن نما کے مطابق اپنے گھروں کو خالی چھوڑ گئے تھے۔ بنی امیہ کے حکم سے وہ تمام گھر اور مکان صفحہ زمین سے مٹا دیئے گئے تھے۔ اور ان کے گھروں کی جگہ خالی میدان بن گیا تھا۔ ان تمام میں سے زیادہ متاثر اولاد جناب عقیل ہوئی تھی۔

جناب مختار نے اپنے دور اقتدار میں جناب سجاد کی خدمت میں کچھ رقم بھیجی تھی۔ اور جناب سجاد نے اسی رقم سے تمام وہ مکانات جو بنی امیہ نے گرا دیئے تھے۔ دوبارہ تعمیر کرائے۔

٭ ٭ ٭

Presented by www.ziaraat.com

کوفہ میں قاتلینِ فرزندِ رسول پر

چند ایک حادثات

منتخب التواریخ کے مطابق کوفہ کا ایک لوہار تھا جو بڑا اچھا صحت مند اور تندرست تھا۔ ایک دن وہ صبح سے پہلے بیدار ہوا تو اس کا نصف نچلا جسم خشک ہو چکا تھا۔ اور اس کی زبان لمحہ لمحہ میں لکڑی کی طرح خشک ہو جاتی تھی جب اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو پہلے تو وہ بتانے پر راضی نہ ہوتا تھا اور جب بتانے پر راضی ہوا تو بڑی مشکل سے اس نے اپنا یہ واقعہ پورا کیا۔

میں کوفہ کے لوہاروں میں ایک ہوں۔ جب میں نے جنگ کربلا کی خبریں سنیں تو میں بھی دوسرے پیشہ ور لوگوں کے ساتھ زرہ، خود، تلوار اور نیزے وغیرہ کی اصلاح کا سامان لے کر کربلا میں پہنچ گیا۔ میں پانچ محرم کو کربلا پہنچا۔ میں چونکہ معروف لوہاروں سے تھا اس لیے میرے پاس وافر کام رہا۔ میں خیموں کی میخیں۔ نیزوں کی انیاں اور گھوڑوں کی نعلیں وغیرہ بناتا رہا۔

Presented by www.ziaraat.com

ساتویں سے آل محمدؐ پر پانی بند کر دیا گیا۔ چونکہ میرا پیشہ اس قسم کا تھا جس میں ہر قسم کے افراد کو ہمارے پاس آنا پڑتا تھا۔ ان آنے والوں میں مزدور بھی ہوتے تھے، سپاہی بھی ہوتے تھے اور فوجی افسران بھی ہوتے تھے اس لیے ایک تو ہمارے پاس ہر وقت مجمع لگا رہتا تھا۔ اور دوسرے تازہ بتازہ اطلاعات بھی ہمیں پہنچتی رہتی تھیں۔ رات کو جو کچھ بھی صلاح مشورے اور منصوبہ بندی یا مذاکرت ہوتے تھے۔ وہ سب کے سب صبح صبح ہمیں اپنے مکان پر بیٹھے بٹھائے معلوم ہو جاتے تھے۔

ہم نے یہ بھی سنا کہ ایک طرف یزیدی مسلمان ہیں اور دوسری طرف نواسہ رسول ان کے احباء اقربا۔ اور اللحرم ہیں۔

ہم نے یہ بھی سنا کہ نواسہ رسول نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھے واپس مدینہ جانے دو۔

ہم نے نواسہ رسول کی یہ پیش کش بھی سنی کہ مجھے کسی دور پار کی سرحد پر جانے دو۔

ہم تک یہ اطلاع بھی پہنچ گئی کہ نواسہ رسول نے مملکت حجاز و عراق سے نکل جانے کی اجازت بھی مانگی ہے۔

ہم نے یزیدی مسلمانوں کو کھلے عام شراب پیتے بھی دیکھا۔

ہم نے رات کے وقت یزیدی لشکر میں راگ و رنگ کی محفلیں اور رقص و سرور بھی دیکھا۔

ہم نے شب عاشور خیام حسین سے تلاوت قرآن کی آواز بھی سنی اور فوج یزید سے ڈھول اور طبل کی صدا بھی سنی۔

Presented by www.ziaraat.com

ہم نے خیام حسینؑ سے بچوں کے بلک بلک کر رونے اور العطش کی جگر خراش آوازیں بھی سنیں۔ اور لشکر یزید کی طرف سے احد و بدر کے انتقام کے نعرے بھی سنے۔

ہم نے صبح عاشور پہلے اصحاب حسینؑ پھر خود فرزند رسول کی طرف سے اتمام حجت بھی سنا اور یزیدی لشکر کی طرف سے یہ جواب بھی سنا کہ اب موت ہی تمہیں ہمارے انتقام سے بچا سکتی ہے۔

ہم نے یوم عاشور آل محمدؐ کی شجاعت بھی دیکھی اور یزیدی فوج کی بزدلی بھی دیکھی۔

ہم نے پیاسوں کے حملے بھی دیکھے اور تازہ دم یزیدی مسلمانوں کو بھاگتے بھی دیکھا۔

ہم نے قمر بنی ہاشم کی مجبوری بھی دیکھی ہے اور ہم شکل نبی کی بے بسی بھی دیکھی۔

ہم نے شیر خوار کے گلوئے نازنین پر حرمل کے تیر کا نشانہ بھی دیکھا اور قاسم نوشہ کے لاشہ پہ دوڑتے گھوڑے بھی دیکھے۔

ہم نے نواسہ رسول کی شجاعت کے جوہر بھی دیکھے۔ اور ان کی مظلومیت بھی دیکھی۔

ہم نے فرزند زہرا کو گھوڑے سے اترتے بھی اور تین گھنٹے تک زین اور زمین کے درمیان تیروں کی نوکوں پہ بحالت سجدہ دیکھا۔

ہم نے پسر علی کے وہ اسی رکوع بھی گنے جو انھوں نے تیروں سے زمین پہ آنے کے بعد مقتل کے پہنچنے تک کیے۔

Presented by www.ziaraat.com

ہم نے سنان ابن انس، عمر وابن حجاج، خولی، شمر اور دیگر ظالموں کے طمانچے مظلوم کے پہلو میں نیزے، حلق میں تیر، اور سینہ پر نیزے کے وار بھی دیکھے۔

پھر ہم نے تاراجی خیام کا وہ اندوہناک سماں بھی دیکھا جس میں چاروں طرف آگ کے شعلے اور دھوئیں کے بادل تھے اور انہیں گھری ذریت رسول بھی۔

ہم نے وہ وقت بھی دیکھا جب نعل بند گھوڑوں سے آل محمدؐ کے لاشوں کو پامال کیا گیا۔

ہم نے ایک بے غیرت کے مدفون لاشہ کو تلاش کرنے کی خاطر نیزہ بردار دستوں کو زمین کربلا کو چھانتے بھی دیکھا۔

گیارہ محرم کو یزیدی مسلمانوں کے لاشوں کو دفن ہوتے ہوئے اور آل رسول کے لاشوں کو ریگ صحرا پر بے گور و کفن بھی دیکھا۔

اور آخر میں رسول زادیوں کو پابند رسن ہوتا بھی دیکھا۔

بارہ محرم کو میں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ واپس آیا۔ اچھی خاصی دولت کما کر لایا تھا۔

کچھ دن تو آرام سے گزر گئے۔ دل میں بڑا خوش تھا کہ مختصر دنوں میں بہت کچھ کما لیا ہے۔

کچھ دنوں بعد حسب عادت رات کو سو رہا تھا۔ عالم خواب میں اپنے کو اس حد تک پیاسا دیکھا کہ میری زبان سوکھ کر لکڑی بن گئی ہے۔ ہر طرف گرمی ہی گرمی ہے ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے زمین آگ اگل رہی ہو اور آسمان آگ برسا رہا ہو۔ میری طرح دوسرے بے شمار لوگ بھی پیاس سے بدحال تھے۔ کسی کو کسی کا خیال نہ تھا۔ ہر ایک پریشان اور حواس باختہ تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

میں نے بھی سنا کوئی کہہ رہا تھا کہ قیامت آگئی ہے میں پانی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا کہ۔

یکایک آنکھوں میں روشنی کی ایسی کرنیں آنے لگیں جن سے سورج کی روشنی ماند پڑگئی۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ سامنے ایک شہسوار نظر آیا جس کی جبین مبین سورج کی طرح جگمگا رہی تھی اس کے گرد بہت سے سفید جبینوں کا جم غفیر تھا وہ میرے قریب سے گھوڑا دوڑاتے ہوا گزرا اور میدان کے وسط میں جا کر کھڑا ہوگیا۔

پھر ایک اور نوجوان آیا۔ جس کا پر نور چہرہ ماہ دو ہفتہ کی طرح تک رہا تھا اس کے دائیں ہاتھ میں علم تھا اور اس کے گرد بھی ایک بہت بڑا جم غفیر تھا۔ دوسرا نوجوان پہلے کے قریب با ادب ہو کر کھڑا ہوگیا۔

پہلے نے ان کو حکم دیا ان سب کو گرفتار کرلو۔

دوسرا نوجوان اپنے آدمیوں کو لے کر چلا اور حکم دیتا جا رہا تھا کہ اس کو گرفتار کرلو اسکو گرفتار کرلو۔ اس کے ملازم گرفتار کرنے لگے۔ ایک میرے پاس آیا اور میرے کندھے پر زنجیر ڈال دی۔

میں نے پوچھا۔

تو کون ہے؟

وہ حکم دینے والا شخص کون ہے؟

اور گرفتار والا کون ہے؟

اس نے جواب دیا۔

میں داروغہ جہنم کے ملازموں سے ہوں. حکم دینے والا نبی کونین ہے۔

اس کے ساتھ انبیاء اور ملائکہ ہیں۔

جسے حکم دیا گیا ہے وہ امیر المومنین علی ہیں اور جن کی گرفتاری کا حکم دیا گیا ہے وہ قاتلان حسینؑ ہیں۔

میں نے کہا۔

میں کربلا میں گیا تو ضرور تھا لیکن فرزند رسول کے خلاف میں نے تو ایک تیر بھی نہیں مارا تھا۔

میرا کندھا جیسے کٹ رہا ہے مہربانی کر کے زنجیر کا وزن تھوڑا سا ہلکا کر دیں اس نے وزن کم کرنے کی بجائے پہلے سے دگنا کر دیا اور کہا۔

اپنی بے گناہی چل کر آقا و مولا کے سامنے پیش کرنا ہمیں جو حکم ملا ہے ہم وہی بجا لا رہے ہیں۔

جب میں اس نوجوان کے پاس پیش کیا گیا۔ تو وہ آنحضور کے پاس گئے۔

انہوں نے پوچھا۔

یا علی کیا کیا ہے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔

قبلہ تمام گرفتار کر لیے ہیں۔

آنحضور نے فرمایا۔ انہیں میرے پیش کرو۔

حضرت علیؑ نے ملائکہ کو پیش کرنے کا حکم دیا۔

ملائکہ نے پیش کیا۔

میں نے دیکھا تو مجھے تمام وہ افراد جو میدان کربلا میں لشکر یزید میں شامل تھے سب نظر آنے لگے۔ عمر سعد بھی تھا۔ شمر بھی تھا۔ غرض اعلیٰ ادنیٰ کی تمام بصورت مجرم

Presented by www.ziaraat.com

سامنے کھڑے تھے۔

انحضور ایک ایک کو اپنے قریب بلاکراس سے پوچھنے لگے۔ تو نے کیا کیا تھا۔

ہر ظالم اپنا ظلم بتلانے لگا۔

کوئی کہتا تھا کہ میں نے قمر بنی ہاشم کے بازو کاٹے تھے۔ کوئی کہتا تھا میں نے ہم شکل نبی کے سینہ میں نیزہ مارا تھا۔

غرض ایک ایک سے مفصل واقعہ سنکر آپ خود بھی روتے تھے اور آپ کے گرد جتنے انبیا تھے سب روتے تھے آپ کسی وقت فرماتے تھے میرے محترم بابا آدم آپ ذرا میری ذریت پر ہونے والے مظالم سنیں۔ کسی وقت فرماتے تھے بھائی نوح میری اولاد کی مظلومیت دیکھیں۔

آپ ایک ایک سے تفصیل پوچھنے کے بعد ملائکہ سے فرماتے تھے اسے جہنم میں لے جاؤ۔

میں دل میں خوش تھا کہ چونکہ میں نے اولاد رسول پر کوئی ظلم نہیں کیا اس لیے امید ہے آقا مجھے معاف فرمادیں گے۔

پھر ایک شخص کو پیش کیا گیا۔

انحضور نے اس سے پوچھا کیا تو بڑھی تھا؟

اس نے عرض کیا۔

ہاں حضور میں بڑھی تھا۔ لیکن میں نے آپ کی ذریت میں سے کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

آپ نے فرمایا۔

Presented by www.ziaraat.com

تو بھول رہا ہے تو نے تین ظلم کیے ہیں۔

۱۔ تو نے میری ذریت کے خوف میں اس طرح اضافہ کیا ہے کہ تو نے فوج یزید میں ایک عدد کا اضافہ کیا ہے۔

۲۔ تو نے میری آل پر دوسرا ظلم یہ کیا ہے کہ میرے حسینؑ کی صدائے استغاثہ سنکر بھی تو نے اس کی مدد نہیں کی۔

۳۔ تو نے تیسرا ظلم یہ کیا ہے کہ تو نے اس وقت حصین ابن نمیر کے خیمہ کی وہ لکڑی درست کی تھی جو قتل حسینؑ کے بعد چلنے والی آندھی سے ٹوٹ گئی تھی۔

پھر آپ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ اسے بھی جہنم میں لے جاؤ۔ اس وقت میں بھی مایوس ہو گیا کہ اب میری جان بھی مشکل سے بچے گی۔ اسی فکر میں تھا کہ مجھے پیش کیا گیا۔

میں نے جاتے ہی آنحضورؐ کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے اور عرض کی قبلہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔

آپ نے فرمایا۔

ہاں جب تیر سے میری ذریت پر ٹوٹتے رہے تو انہی کی مرمت کرتا رہا اور تو نے کچھ نہیں کیا۔

میں نے آپ کے قدم پکڑ لیے۔

آپ نے رخ پھیر لیا اور ملائکہ سے فرمایا۔ اسے بھی جہنم میں لے جاؤ چنانچہ ملائکہ مجھے جہنم میں لے جانے لگے۔ میں خوف سے بے دار ہو گیا۔ جب بے دار ہوا تو میری زبان۔ اسی طرح خشک تھی جس طرح خواب میں میں نے دیکھی تھی۔ اور اب تک

Presented by www.ziaraat.com

ویسے ہی خشک ہے۔ اور میرے جسم کا نصف نچلا حصہ بے کار تھا۔ جس نے بھی اس سے یہ داستان سنی اس نے اس سے تبرا کیا۔ اور وہ اسی عذاب میں مبتلا رہ کر واصل جہنم ہوا۔

سرکار علامہ ابن طاؤس نے لہوف میں قاضی عبداللہ ابن رباح سے روایت کی ہے کہ مجھے ایک نابینا شخص ملا۔ میں نے اس سے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے تو تو اچھا بھلا تھا؟

اس نے جواب دیا۔

جب بد نصیبی آتی ہے تو پھر سب کچھ ہو جاتا ہے۔

میں نے پوچھا۔

پھر بھی بتا تو سہی کہ ہوا کیا ہے۔

اس نے کہا میں ان دس افراد میں شامل تھا جنہوں نے فرزند رسول کو تیروں سے زمین پر آنے کے بعد جا گھیرا تھا۔ اور ہم میں سے صرف شمر نے ہمت کی تھی اور اس نے جگر گوشہ زہرا کا سر قلم کیا۔ جب بارہ محرم کو واپس گھر آیا تو رات کو عالم خواب میں ایک شخص نے آکر کہا۔

چل تجھے سرور کونین نے بلایا ہے؟

میں نے کہا۔ مجھ سے آنحضور کو کیا کام ہے؟

مجھے کس لیے بلایا ہے؟

اس نے میرے گریبان سے پکڑا اور کھینچ کر لے گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو اپنے دوسرے نو ساتھیوں کو آنحضور کے سامنے کھڑے دیکھا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چابک سا تھا۔ اور آپ کے پاس ایک فرشتہ کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ وہ آپ کے حکم سے

Presented by www.ziaraat.com

باری باری ایک ایک کی پشت پر تلوار مارتا تھا اور تلوار کی ضرب کے بعد ایسے آگ کے شعلے نکلتے تھے، کہ ان کی ہڈیاں پگھل جاتی تھیں۔ انہیں پھر اٹھایا جاتا تھا۔ اور پھر تلوار سے انہیں پگھلایا اور جلایا جاتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر کانپنے لگا۔

آنحضور نے فرمایا۔

او ظالم! تجھے مجھ سے کیا بیر تھا؟

میں نے عرض کیا۔

قبلہ میں نے نہ تو تلوار اٹھائی ہے۔ نہ تیر چلایا ہے۔ نہ نیزہ مارا ہے۔ نہ پتھر پھینکا ہے اور نہ مشت خاک ڈالی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

ایک تو تو نے فوج یزید میں ایک عدد کا اضافہ کیا ہے۔ اور دوسرے تو ان لوگوں کے اس ظلم پر خوش تھا جو میری ذریت سے روا رکھا گیا۔ پھر آپ نے مجھے گرفتار کرنے والے سے فرمایا اسے میرے قریب لا۔ اس نے مجھے آپ کے قریب کیا۔ آپ نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ میں بیدار ہوا تو بینائی سے محروم تھا۔

ابو رجاء عطاردی سے مروی ہے کہ۔ اہلبیت کا تذکرہ سوائے اچھائی کے نہ کیا کرو میں نے اپنی آنکھوں سے ایسے بدنصیب کو دیکھا ہے جو امام حسینؑ کو ناسزا بکتا تھا۔ اللہ نے اسے آنکھوں سے محروم کر دیا۔

امالی طوسی میں سدی سے مروی ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا اس سے تارکول کی بدبو آتی تھی میں نے اس سے پوچھا کیا تو تارکول کی خرید و فروخت بھی کرتا ہے۔

اس نے کہا نہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

میں نے کہا پھر تجھ سے یہ تارکول کی بدبو کیوں آتی ہے۔

اس نے کہا میں ابن زیاد کے لشکر میں میخیں فروخت کرتا تھا۔ کربلا سے واپس آنے کے بعد ایک رات خواب میں آنحضور اور حضرت علیؑ کو دیکھا حضرت علیؑ کے ہاتھ میں جام کوثر تھا۔ اور پانی پلا رہے تھے۔

چونکہ میں بھی پیاسا تھا۔

میں نے جا کر پانی مانگا۔

حضرت علیؑ نے مجھے پانی دینے سے انکار کر دیا۔

پھر میں نے آنحضور سے پانی مانگا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تو بھی ان لوگوں سے نہیں جنہوں نے میری ذریت پر کربلا میں ظلم کیے تھے؟۔

میں خاموش ہو گیا۔

آپ نے فرمایا یا علیؑ اسے تارکول پلا دے۔

حضرت علیؑ نے مجھے تارکول دیا۔

اور میں نے خواب میں پی لیا۔

بیدار ہونے کے تین دن بعد تک تو مجھے پیشاب میں تارکول آتا رہا اب وہ سلسلہ تو بہت کم ہو گیا ہے لیکن میرے جسم سے تارکول کی بدبو آتی ہے۔

ابن حاشر کی روایت ہے کہ کوفہ میں ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا جو میدان کربلا میں یزیدی فوج کا سپاہی تھا۔ جب وہ واپس آیا تو خیام اہلبیت کی لوٹ سے زعفران اور ایک اونٹ لایا۔ یہ لوگ جب بھی زعفران کو کھرل کرتے تھے تو بھی آگ ہو جاتا تھا۔ اس کی عورت نے وہی زعفران ہاتھوں پر لگا لیا اسی وقت اس کا تمام جسم

مبروص ہو گیا۔

جب اونٹ کو انہوں نے نحر کیا اور اس کا گوشت پکایا تو وہ تمام کا تمام پتھر بن گیا۔ اور پکانے والے کھانے کی بجائے اپنے دانتوں سے محروم ہو گئے۔

ایک روایت کے مطابق اونٹ کا گوشت تمر کی مانند کڑوا ہو گیا۔

شہادت مظلوم کربلا کے بعد تین ہفتوں تک سورج گرہن رہا۔

زمین پر جہاں سے بھی مٹی اٹھائی جاتی یا پتھر اٹھایا جاتا ہے نیچے سے خون ابلنے لگتا۔

ایک برس تک قوم جن مزار رسول پر صبح و شام گریہ و زاری کر کے آنحضورؐ کو پرسہ دیتے رہے۔

انساب النواصب میں مروی ہے کہ شمر کو خیام اہل بیت سے کچھ دینار ملے تھے جب یہ انہیں گھر لایا تو اس نے ان میں سے کچھ اپنی بیٹی کو دیئے۔ دختر شمر نے ایک دینار ایک زرگر کو دیا تاکہ اسے زیور بنا دے۔ زرگر نے جب اسے کٹھالی میں رکھ کر آگ دی تو تمام سونا دھواں بن کر اڑ گیا۔ زرگر حیران ہوا۔ اس نے آ کر دختر شمر کو بتایا لڑکی نے اپنے باپ کو بتایا۔ شمر نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور دو تین دینار اور اٹھا کر زرگر کے پاس لایا اور اسے کہا انہیں میرے سامنے پگھلا تاکہ تیرا سچ یا جھوٹ معلوم ہو جائے۔ جب زرگر نے ان دیناروں کو کٹھالی میں رکھ کر آگ دی تو وہ بھی شمر کے سامنے دھواں بن کر اڑ گئے۔

پھر اس خبیث نے تسلیم کیا کہ واقعی تو سچا تھا۔

تذکرۃ الائمہ میں ہے کہ فوج یزید میں سے جو بھی خیام اہلبیت سے کچھ اٹھا کر لایا۔ یا وہ خون ہو گئی۔ یا پتھر بن گئی۔ کسی کے نصیب میں کچھ نہ آیا۔

Presented by www.ziaraat.com

بختری ابن ربیعہ بھی لشکر کا تے میدان کربلا سے تھا۔ جب یہ واپس آیا ایک دن گھر میں بیٹھا تھا اس کا ایک مرغ تھا اس نے اچھل کر اس کی آنکھ کا ڈھیلا چونچ سے نکال لیا۔

جب اس کا وہ زخم مندمل ہو گیا تو مرغ نے پھر دوسرا ڈھیلا نکال لیا۔ یوں یہ دونوں آنکھوں سے مرغ کے ہاتھوں محروم ہو گیا۔

بحار الانوار میں یعقوب ابن سلیمان سے مروی ہے کہ ایک رات، ہم چند افراد جمع تھے گھر میرا ہی تھا۔ باتوں باتوں میں ذکر جنگ کربلا آ گیا۔ ہم تمام نے کہا کہ جو شخص بھی کربلا میں فوج یزید میں شامل تھا وہ آج تک محفوظ نہیں رہا۔ یا اس کی جان چلی گئی یا اس کا مال چلا گیا اور یا اس کے گھر کو آگ لگ گئی۔

ان ہی افراد میں ایک شخص بیٹھا تھا اس نے کہا یہ سب اس طرح اتفاقی حادثات ہیں ورنہ جنگ کربلا کی وجہ سے کوئی بھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔

ہم نے کہا۔

اگر اتفاقی حادثات ہیں تو پھر ان لوگوں کو ایسا کوئی حادثہ کیوں درپیش نہیں ہوا جو فوج یزید میں شامل نہ تھے۔

اس نے کہا۔ اگر ان اتفاقی حادثات کو تم لوگ فوج یزید پر اللہ کا عذاب سمجھتے ہو تو پھر میں بھی تو ان افراد سے ہوں۔ آج تک میں کیوں محفوظ ہوں۔ حالانکہ میں نے بیمار کربلا کو بستر سے الٹ کر ان کے نیچے سے بستر کھینچا تھا۔

ہم اسے دیکھ کر حیران بھی ہوئے اور لاشعوری طور پر ہمارے ذہن میں اس کے خلاف نفرت بھی پیدا ہو گئی

اتفاقاً چراغ کی لو ذرا دھیمی ہوئی میں اسے درست کرنے کی خاطر اٹھا۔ چونکہ چراغ

اس شخص کے قریب پڑا تھا اس لیے اس نے مجھے کہا۔ آپ تکلیف نہ کریں۔ اسے میں ہی درست کیے دیتا ہوں۔

جونہی اس نے ہاتھ بڑھایا۔ اور لو کو درست کرنے لگا اس کی انگلی کو آگ لگ گئی۔ اس نے انگلی کو منہ کے قریب کیا تاکہ پھونک مار کر آگ بجھائے اس نے پھونک ماری اور آگ بجھنے کی بجائے اس کی داڑھی کو لگ گئی۔ اب اس کے تو حواس گم ہو گئے۔ وہ دوڑا اور نہر فرات میں کود گیا۔ ہم سب اس کے عقب میں دوڑے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ پانی میں غوطہ لگاتا تھا تو آگ پانی پر تیرے لگ جاتی تھی۔ جونہی سر نکالتا تھا۔ آگ اسے جلانا شروع کر دیتی تھی۔ کافی دیر تک یہ تماشہ جاری رہا۔ ہمارے ساتھ دوسرے بھی کافی لوگ کنارے پر جمع ہو گئے تھے۔ میں دل ہی دل میں اسے ملامت بھی کر رہا تھا اور خوش بھی ہو رہا تھا کہ۔

چلو آج اس ظالم کو خود بھی تصدیق ہو گئی ہے کہ میدان کربلا میں جو شخص بھی فوج یزید میں شامل ہوا اس کی موت یا اس کے مال نقصانات یا اس کے خانگی نقصانات اتفاقی نہیں تھے۔ بلکہ اللہ کی طرف سے عذاب تھا۔ اور دوسرے دیکھنے والوں کو بھی درس عبرت مل گیا۔ اور وہ خبیث بالآخر جلے ہوئے کوئلے کی طرح مردہ ہو کر پانی پر تیرنے لگا۔

امالی مفید میں محمد ابن سلیمان سے مروی ہے کہ زمانہ حجاج میں، ہم چند افراد نے زیارت غریب زہرا کا پروگرام بنایا۔ چونکہ حجاج ملعون شیعیان آل محمد کے نام کا دشمن تھا۔ اور غریب زہرا کے مزار کی زیارت شیعان آل محمد کے سوا کوئی نہ کرتا تھا اس لیے ہم چھپ چھپ کر کوفہ سے نکلے۔

جب کربلا میں پہنچ گئے تو چونکہ اس وقت تک کربلا میں اموی حکومت کی طرف سے

آل محمد کے اس ظالمانہ قتل میں شریک نہ تھے ۔

اس نے کہا۔

جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر یہ سچ ہے تو پھر میں تمہارے سامنے اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہوں ۔ کہ اس وقت میری عمر ستر اور اسی کے درمیان ہے میں اولاد زہرا کے خلاف جنگ میں فوج یزید کا ایک سپاہی تھا اور امکانی طور پر مجھ سے جو ہو سکا تھا وہ کیا تھا۔ لیکن آج تک میں کیوں محفوظ ہوں ۔

ہم خاموش ہو گئے ۔ ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا ۔ ویسے دل میں اس سے نفرت کرنے لگے کہ خدا معلوم ذات احدیث نے اس خبیث کو کیوں مہلت دے رکھی ہے ۔

اتنے میں چراغ کی لو ذرا دھیمی ہوئی وہ اسے ٹھیک کرنے کی خاطر اٹھا اس نے ہاتھ لو کے قریب کیا۔ آگ لپک کر اس کے ہاتھ کو چمٹ گئی۔

اس نے فریاد کی اور دریا میں کود گیا ۔ ہم کنارے پر کھڑے ہو کر یہ تماشہ دیکھتے رہے ۔ حتےٰ کہ آگ نے پانی میں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور وہ جل کر کوئلہ ہو گیا ۔

منتخب میں سدی سے مروی ہے کہ ایک رات کوفہ میں میں بہت پریشان تھا اور دل چاہتا تھا کہ آج کوئی ایسا ساتھی مل جاتا جو ساری رات اچھے اچھے واقعات سناتا رہتا اور میری رات کٹ جاتی ۔ اسی فکر میں تھا کہ ایک شخص آگیا ۔ میں نے اسے بٹھایا دو چار باتوں میں پتہ چل گیا کہ وہ شخص انتہائی قادر الکلام شخص تھا ۔

اس کی باتوں نے میرا کافی غم غلط کر دیا ۔ باتوں باتوں میں ذکر کربلا بھی چل نکلا ۔

Presented by www.ziaraat.com

کسی کو آباد ہونے کی اجازت نہ تھی اس لیے میدان کربلا جوں کا توں صحرا تھا۔ وہاں کوئی مناسب جگہ نہ تھی جس میں دھوپ یا سردی سے بچا جاتا۔ دور ہمیں ایک جھونپڑی سی نظر آئی ہم اسی میں آکر بیٹھ گئے۔ ہم بیٹھے ہی تھے کہ باہر سے ایک مسافر شخص آیا۔ اس نے کہا۔

میں ایک مسافر ہوں اگر اجازت دو تو میں بھی تمہارے ساتھ رات گزار لوں صبح کو چلا جاؤں گا۔

ہم نے کہا۔

ہم بھی مسافر ہیں ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ شوق سے رات گزاریں چنانچہ وہ بھی اسی جھونپڑی میں آگیا۔

چونکہ ہمارے پاس رات کو روشنی کرنے کی خاطر چراغ کا انتظام تھا اس لیے ہم نے چراغ جلا لیا۔ اور واقعات کربلا پر تبصرہ کرنے لگے۔ ہم میں سے ایک شخص نے کہا جتنے افراد نے بھی ذریت رسول کے خلاف فوج یزید میں حصہ لیا تھا۔ ان کا بڑا بھیانک اور عبرتناک انجام ہوا۔ کوئی مبروص ہوا ہے۔ کوئی جذام سے مرا ہے کچھ مختار کے ہاتھوں مبتلائے عذاب ہو کر مرے ہیں۔ کچھ پاگل ہو گئے ہیں۔ کچھ نابینا ہوئے ہیں۔ کچھ مفلوج ہو گئے ہیں۔ جو مسافر بیٹھا تھا اس نے کہا۔ یہ سب بکواس ہے۔ ذریت رسول کے مقتول سے پہلے بھی لوگ ان حادثات کا شکار ہوتے تھے۔ جن چیزوں کا آپ تذکرہ کر رہے ہیں۔ ان کا تعلق ذریت رسول کی مخالفت یا ان سے جنگ نہیں ہے بلکہ یہ اتفاقی حادثات اور طبعی واقعات ہیں۔

ہم نے کہا۔

اگر ایسا ہی ہے تو پھر وہ لوگ ان اتفاقی حادثات کا شکار کیوں نہیں ہوتے جو

Presented by www.ziaraat.com

میری سرد آہ نکل گئی۔

اس نے کہا۔ کیا بات ہے آپ کی آنکھیں کیوں بھیگ گئی ہیں۔

میں نے کہا۔ کون کم نصیب ہے جو واقعات کربلا سنکر گریہ کو روک سکتا ہے۔

اس نے پوچھا۔ کیا تو کربلا میں نہیں تھا؟

میں نے کہا۔ الحمد للہ میں کربلا میں نہیں تھا۔

اس نے کہا۔ تو کس چیز پر حمد خدا کر رہا ہے؟

میں نے کہا اس بات پر کہ میں جنگ کربلا میں آل رسول کے خلاف فوج یزید میں شامل نہ تھا۔

اس نے کہا۔ آخر کس لیے۔

میں نے کہا۔

حدیث پیغمبر ہے کہ جس شخص سے میرے حسین کا خون کا مطالبہ یوم حشر کیا گیا اس کا کوئی نیک عمل اس برائی کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

اس نے کہا۔ کیا واقعا جد حسین نے یہ فرمایا ہے۔

میں نے کہا۔

واقعاً اسی طرح فرمایا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ میرا حسین بیٹا مظلوم شہید ہوگا اور اس کے قاتل کو تمام اہل جہنم کا نصف عذاب دیا جائے گا۔

وہ جہنم کے تابوت میں ہوگا اس کے ہاتھ اور پاؤں آتشیں زنجیروں میں بندھے ہوں گے۔

قاتل حسینؑ کی بدبو سے تمام اہل جہنم اللہ کی پناہ مانگیں گے۔ جتنے لوگ قتل حسینؑ

پر بیعت کریں گے۔ جتنے لوگ قاتلین حسینؑ کا ساتھ دیں گے اور جتنے لوگ قاتلین حسینؑ اور قتل حسینؑ پر راضی ہوں گے انہیں اس طرح معذب کیا جائے گا کہ جب ان کا ایک چمڑہ جل جائے گا تو انہیں دوسرا چمڑا پہنا کر معذب کیا جائے گا۔

وہ کہنے لگا۔

بھائی جان یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں۔ ان پر زیادہ ایمان رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

میں نے کہا۔

پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور نہ ہی اللہ نے مجھے کبھی جھٹلایا ہے۔

وہ کہنے لگا۔ اگر یہ سب باتیں سچ ہیں تو پھر یہ بات بھی تو سچ ہونا چاہیے جو آنحضورؐ سے منسوب ہے کہ میرے حسینؑ بیٹے کے قاتل کی عمر طویل نہیں ہو گی۔

میں نے کہا۔

ہاں یہ بھی آنحضورؐ ہی کا ارشاد گرامی ہے۔ اور ہم نے دیکھا ہے کہ قاتلین حسینؑ زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکے۔

وہ مسکرا دیا۔

اور کہنے لگا کاش تو مجھے پہچانتا۔ اس وقت میری عمر نوے برس سے گذر رہی ہے۔ اور میں واقعہ کربلا میں نہ صرف موجود تھا۔ بلکہ میں اس شہسواروں کا سالار تھا جنہیں عمر سعد نے لاش حسینؑ پامال کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی۔ میں وہ کیفیت نہیں بتا سکتا کہ کس طرح ہم نے لاش حسینؑ کو پامال کیا تھا۔ صرف اتنا بتا سکتا ہوں۔ کہ ہمارے نعل بند گھوڑوں کے بار بار دوڑانے سے غریب زہرا کی ایک ایک پسلی کے

کئی کئی ٹکڑے ہو گئے تھے۔

میں ہی وہ شخص ہوں جس نے کم سن دختر حسین کے کانوں سے گوشوارے اتارے تھے اور میں جلدی میں تھا گوشوارے نہیں اتر رہے تھے تو میں نے گوشواروں کے کنڈے کھولنے کا وقت بچانے کی خاطر دونوں گوشواروں میں ہاتھ ڈال کر جب کھینچا تو مجھے آج بھی وہ منظر یاد ہے۔ کہ دختر حسین زمین سے کئی فٹ بلند ہو کر زمین پر گری تھی۔ میں اخنس ابن زید ہوں۔

میں یہ سنکر بے ساختہ رونے لگا۔ دل میں سوچ رہا تھا کہ خدا معلوم فاتا احدیث نے اس خبیث کو کیوں اتنی چھوٹ دی ہے کہ آج یہ بیٹھ کر نہ صرف میدان کربلا میں اپنے مظالم پر فخر کرتا ہے بلکہ رسول کو بھی جھٹلاتا ہے۔ اور ذریت رسول سے توہین آمیز سلوک کو اپنے لیے باعث عزت بھی سمجھتا ہے۔

وہ یونہی بکے جا رہا تھا اور میں انگشت عبرت منہ میں ڈالے روئے جا رہا تھا۔ چراغ کی لو ذرا دھیمی ہوئی میں لو کو درست کرنے کی خاطر اٹھنے لگا۔ اس نے کہا آپ تکلیف نہ کریں۔ میرے قریب رکھا ہوا ہے۔ میں درست کیے دیتا ہوں۔

جونہی اس نے ہاتھ بڑھایا آگ نے اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ اس نے ہاتھ فوراً مٹی میں دبا دیا۔ لیکن آگ نے نہ چھوڑا اور جیسے مٹی میں بھی آگ تھی۔ اس نے ہاتھ باہر نکالا اور میرا نام لے کر پکارا کہ پانی لاؤ۔ میں اٹھا۔ پانی کا جام لیا۔ اور اس کے ہاتھ پر ڈال دیا۔ جونہی میں نے پانی ڈالا ایسے معلوم ہوا جیسے میں نے پانی نہیں تیل ڈال دیا۔ باہر آگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔

میں نے کہا۔ دوڑ کر دریا میں چھلانگ دو وہ آگے دوڑا میں اس کے پیچھے تھا

Presented by www.ziaraat.com

اس نے دریا میں چھلانگ لگائی میں کنارے پر کھڑا دیکھتا رہا۔ ایسے معلوم ہوا جیسے پورا دریا پانی کا نہیں تیل سے بریز تھا پانی کو آگ لگ گئی۔ اور جب تک وہ جل کر کوئلہ نہ ہو گیا اس وقت تک آگ کے شعلے لپکتے رہے۔ جب وہ جل کر سطح آب پر تیرنے لگا پھر آگ از خود بجھ گئی۔

منتخب التواریخ کے مطابق ایک مومن صالح نے عالم خواب میں دیکھا کہ میدان کربلا ہے۔

ایک طرف آل رسول کے پیاسے مقتولین کے لاشے ہیں دوسری طرف جلے اور لٹے ہوئے خیام اہل بیت رسول ہیں۔ ایک سیاہ پوش مستور ہے جو کبھی خیام کی راکھ پر جاتی ہے۔ اور کبھی لاشوں میں جاتی ہے۔ ایک ایک لاش کے قریب جا کر کہتی ہے۔

اے رسول بابا۔ آپ نے دیکھا ہے کہ آپ کی امت نے میرے حسینؑ کو کس طرح پیاسا شہید کیا ہے۔

اے نبی بابا۔ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ آپ کی امت نے میرے حسینؑ کو کس طرح پس گردن ذبح کیا ہے۔

اے رحمت للعالمین بابا۔ آپ نے دیکھا ہے کہ آپ کی امت نے میرے حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے ہیں۔

اے فخر کائنات بابا آپ نے دیکھا ہے آپ کی امت نے میری بیٹیوں کے خیمے کس طرح لوٹ کر جلائے ہیں۔

بابا کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ۔

فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔

بابا کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ جو فاطمہ کو اذیت دے گا وہ مجھے اذیت دیگا جس نے مجھے اذیت دی ، وہ کافر ہوگا ۔

بابا آپ نے دیکھا کہ مجھے آپ کے غم میں آپ کی امت نے رونے نہ دیا ۔

بابا آپ نے دیکھا کہ میرے دروازے کو جلایا گیا ۔

بابا آپ نے دیکھ لیا کہ آپ کی امت نے میرے صدف عصمت میں میرے محسن کو شہید کردیا ۔

بابا آپ نے دیکھا کہ مجھے میرے حق اور آپ کی میراث سے محروم کردیا گیا ۔

بابا مجھ سے پہلے کسی نبی کی بیٹی سے اس کی امت نے ایسا سلوک کیا تھا ۔

بابا آپ نے دیکھا کہ میرا بیت الحزن منہدم کردیا گیا ۔

بابا آپ نے دیکھا میرے شوہر کا منبر کر لیا گیا ۔

بابا آپ نے دیکھا آپ کی امت نے میرے شوہر کو محراب مسجد میں بحالت سجدہ شہید کیا ۔

بابا آپ نے دیکھا آپ کی امت نے میرے لال حسنؑ کو زہر سے شہید کردیا ۔

بابا آپ نے دیکھا کہ آپ کی امت نے میرے حسنؑ کے جنازہ پر بھی تیر برسائے ۔

بابا آپ نے دیکھا کہ آپ کی امت نے میری زینب کو رسن بستہ کیا ۔

بابا آپ نے دیکھا کہ آپ کی امت نے میری کمسن بچیوں کو بے پالان کے اونٹوں پر رسن بستہ سوار کیا ۔

Presented by www.ziaraat.com

بابا آپ نے دیکھا کہ آپ کی امت نے میری بیٹیوں کو درباروں اور بازاروں میں بے مقنع وردا تشہیر کیا۔

بی بی کے اس نوحہ و بکا کے جواب میں آنحضور نے فرمایا۔

میری زہراؑ میں دکھوں سے غافل نہیں ہوں۔

میری بیٹی کل فردائے محشر دربار خالق میں میں خود مدعی ہوں گا اور تیری اولاد کے بے گناہ خون کا دعوٰے بھی میں خود دائر کروں گا۔

عبداللہ اہوازی سے مروی ہے کہ ایک دن میں بازار کوفہ میں جا رہا تھا کہ ایک بھکاری پر میری نظر پڑ گئی۔ اس کی شکل عجیب طرح سے بدوضع تھی۔ اسکا نصف چہرہ اس طرح سیاہ تھا جیسے آگ سے جلایا گیا ہو اور نصف چہرہ اس طرح سفید تھا جیسے اس پر چونا پلستر کیا گیا ہو۔ اس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔

اور زبان خشک تھی۔ انتہائی بدوضع اور بدشکل تھا۔ جو بھی اسے دیکھتا تھا خوف کے مارے بھاگ جاتا تھا۔ میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ اچھا خاصا کھاتے پیتے گھرانے کا فرد تھا۔ معروف قبیلے سے تھا۔

میں نے اسے بلایا۔

جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا۔

تیرا یہ حال کیسے ہوگیا حالانکہ تو بڑا خوبرو تھا۔

میرے پوچھنے پر اس نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

میں نے کہا۔ تجھے اپنے پیدا کرنے والے کی قسم مجھے ضرور بتا کہ اس حال کو کیسے پہنچا۔

Presented by www.ziaraat.com

اس نے کہا۔ بتاؤں گا۔

مگر ایک شرط پر

میں نے کہا وہ کون سی شرط ہے۔

اس نے کہا۔ مجھے کھانا کھلادے پھر بتاؤں گا میں آج کئی روز سے بھوکا ہوں۔ جو بھی مجھے دیکھتا ہے دور بھاگ جاتا ہے۔

میں نے کہا۔

میرے ساتھ گھر چل وہیں بیٹھ کر میں تیرا حال بھی سنوں گا۔ اور کھانا بھی کھلاؤں گا۔

اس نے قبول کرلیا۔ میرے ساتھ چلا آیا۔ جب میں اسے گھر لے آیا تو اسے کہا کہ۔

اب اپنا حال بیان کر۔

اس نے کہا۔

کہ پہلے کھانا کھلادے پھر بتاؤں گا۔

میں نے دیکھا کہ وہ اپنا حال بتانے سے کترا رہا ہے۔ مجھے خطرہ کا بھی احساس ہوا کہ کہیں کھانا کھانے کے بعد ٹال ہی نہ جائے۔ چنانچہ میں نے کہا۔ کہ میں نے گھر کھانے کو کہہ دیا ہے۔ کھانا تیار ہو رہا ہے۔ جب تک کھانا تیار ہوتا ہے تک تم اپنا واقعہ سنادو۔

اس نے کہا۔

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ میں اسحاق ابن غنوہ حضرمی ہوں۔

میں نے کہا ہاں یہ تو جانتا ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

اس نے کہا۔

واقعہ کربلا بھی آپ نے سنا ہوگا اور جو کچھ فرزند رسول کے ساتھ ہوا ہے وہ بھی آپ نے سن رکھا ہے۔

میں نے کہا۔

ہاں وہ بھی کچھ کچھ سنا ہے۔

اس نے کہا۔

میں عمر سعد کے سالاروں میں سے ایک سالار تھا۔ اور پانی پر میرا پہرہ تھا۔ شب عاشور مجھے معلوم ہوا کہ قمر بنی ہاشم کسی تدبیر سے خیام حسینؑ میں پانی پہنچانا چاہتا ہے۔

چنانچہ میرے پاس پانچ ہزار سوار تھے۔ میں نے تمام کو حکم دیا کہ کسی شخص کے پاس پانی کا جام نہیں ہونا چاہیے۔ جس شخص نے پانی پینا ہو وہ دریا سے ہاتھوں کے ذریعہ پانی پی لے۔

تمام جام میں نے اپنے پاس جمع کرلیے۔ مجھے یہ خطرہ تھا کہ کہیں کوئی سپاہی جام کے ذریعہ بھی پانی خیام حسینؑ تک نہ پہنچاتے۔ پانی تو خیام اہل بیت میں نہ پہنچا۔ لیکن کربلا سے پلٹنے کے بعد میں اس حال کو پہنچ گیا ہوں۔ جو تو دیکھ رہا ہے۔

میں نے کہا۔

میں وہ تمام تفصیل پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم اس حال کو کیسے پہنچے۔

اس نے بہت کوشش کی کہ میں ٹل جاؤں۔ لیکن میں کسی طور پر راضی نہ ہوا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ بھوکا ہے۔ اور جب تک کھانا نہیں کھا لیتا اس وقت تک وہ

Presented by www.ziaraat.com

میری ہر بات مانے گا۔

جب اس نے دیکھا کہ میں اصرار کر رہا ہوں تو اس نے کہا۔

یوم عاشور کی صبح کو جب قمر بنی ہاشم پانی لینے آئے اور ہمیں دریا سے ہٹا کر دریا پر قبضہ کر لیا۔ اور دریا میں مشکیزہ لے کر دریا میں کود پڑے۔ اور میں نے دیکھا کہ اگر کچھ نہ کیا گیا پانی خیام میں چلا گیا تو ابن زیاد کی طرف سے سزا ملے گی چنانچہ میں نے پہلے تو راستہ روکنے کی کوشش کی جب راستہ نہ روک سکا تو پھر میں نے مشک کا نشانہ لینے کا حکم دیا۔

اس کے بعد جب مظلوم زہراؑ و علیؑ دریائے فرات پر آئے اور ہمیں بھگا کر دریا پر قبضہ کیا۔ چلو میں پانی لیا۔ جب پانی منہ کے قریب لائے میں نے دہن شبیر کا نشانہ لے کر تیر مارا میرا نشانہ کبھی خطا نہیں گیا۔ میں نے دیکھا کہ فرزند رسول کے ہونٹ زخمی ہو گئے۔

کربلا سے واپس آکر میں گھر سو رہا تھا۔ کہ عالم خواب میں نبی کریمؐ کو دیکھا انتہائی غیض و غضب کی صورت میں میرے پاس آئے۔

اور فرمایا۔

ارے ظالم۔ میں نے یا میرے حسینؑ نے تیرا کیا جرم کیا تھا۔

میں گھبرا کر معافی مانگنے اٹھا۔ مجھے کسی نے پیچھے سے پکڑ لیا۔ آنحضورؐ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور جب اٹھا تو میں اس حالت میں تھا۔ صبح جب میرے گھر والے اٹھے تو انہوں نے مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا اور مجھے دھکے دے کر گھر سے نکال دیا۔

اب میں اپنے شہر میں ہوتے ہوئے مسافر ہوں۔ گھر ہوتے ہوئے بے گھر ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

اور دولت ہوتے ہوئے بھی ایک وقت کی روٹی کا محتاج ہوں۔ جس اولاد کی خاطر میں نے ابن زیاد کی ملازمت کی تھی اسی اولاد نے گھر سے نکال دیا ہے۔ اور آج در بدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہوں۔ بھیک مانگتا ہوں تو کوئی نہیں دیتا۔ جو دیکھتا ہے وہ دور ہٹ جاتا ہے۔

آپ نے بھی اس لیے کھانا کھلایا ہے کہ اپنی لعنت کا واقعہ سناؤں تو آپ کھانا کھلائیں گے۔

کوفہ سے سوئے شام

معاویہ کتنا دانا تھا اور یزید کتنا احمق تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ معاویہ جب ولی عہدیہ یزید کے سلسلہ میں حجاز میں آیا تو اس نے پہلے مروان سے مشورہ لیا کہ۔

تیرے خیال میں مجھے حسینؑ کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے؟

مروان نے کہا۔

میرا تو خیال ہے کہ تو حسینؑ کو اپنے ساتھ شام میں رکھ۔ نہ تو اسے مدینہ میں آزاد چھوڑ۔ اور نہ اسے اہل عراق کے ساتھ ساز باز کرنے کی خاطر ان سے رابطہ قائم کرنے دے۔

یہ سنکر معاویہ مسکرا دیا اور کہا۔

تو خود کو دانا سمجھتا ہے۔ لیکن مجھے کیوں احمق سمجھتا ہے؟

مروان نے کہا۔ آپ نے مجھ سے مشورہ لیا۔ جو میں نے مناسب سمجھا وہ دے دیا۔ اب آپ کی مرضی۔

Presented by www.ziaraat.com

معاویہ نے کہا۔

تیرے اس مشورہ کے پس پردہ جو کچھ پوشیدہ ہے دوسرا کوئی نہیں سمجھے گا لیکن میں اچھی طرح جانتا ہوں۔

مروان نے ان جان بنکر کہا۔ میں نے تو کوئی ایسی بات جسے آپ اتنا طول دے رہے ہیں۔

معاویہ نے کہا۔

چونکہ تو مدینہ میں رہتا ہے۔ اس لیے فرزند رسول تیرے لیے ایک خطرہ ہے تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھے اس خطرہ سے نجات دلاؤں اور خود اپنے پاس خطرہ کو رکھوں۔

لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔

پھر معاویہ نے سعید ابن عاص کو بلایا اور اس سے کہا۔

حسینؑ کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے۔؟

سعید نے کہا۔

معاویہ ہمیں بھی معلوم ہے اور تجھے بھی معلوم ہے کہ فرزند رسول تیرے لیے خطرہ نہیں ہے تو جتنا بھی سوچ رہا ہے یزید کی خاطر سوچ رہا ہے۔ اور تیری یہ فکر فضول ہے۔ کیونکہ فرزند رسول یزید پر ہر طرح سے بھاری ہے تونے دین و دنیا کو کس کر رکھا ہے اور اپنے باطن کو ظاہر نہیں ہونے دیتا لیکن یزید کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے بدتر ہے۔ اگر یزید نے فرزند رسول پر قابو کرا سے قتل کر ڈالا تو بھی اموی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی اور اگر فرزند رسول نے یزید کو زیر کر لیا تو بھی اموی حکومت کا تیا پانچا ہو جائے گا۔ اس لیے اس سلسلہ

میں جو کچھ کر سکتا ہے وہ یزید ہی کر سکتا ہے۔ اور یزید میں اتنی گہری اور دور کی سوچ نہیں ہے۔ بحیثیت باپ ہونے کے تجھے جو کچھ یزید کے لیے کرنا تھا تو نے کر دیا ہے۔ یزید کو ولی عہد بنا دیا ہے۔ اب اسے سنبھالنا یزید کا کام ہے اگر اس میں اہلیت ہوگی تو سنبھال لے گا اگر اہلیت نہ ہوئی تو تجھے کوئی بھی دوش نہ دے گا۔

لہذا میرا مشورہ یہ ہے کہ تو اس سلسلہ میں اپنے کو ہلکان نہ کر، نہ اپنی صحت خراب کر اور نہ اپنی نیند۔

سعید کا یہ مشورہ معاویہ کو بہت پسند آیا۔ اور اس نے یزید کو اپنی طرف سے سیاسی نشیب و فراز سمجھا دیئے۔

لیکن یزید بدنہاد میں وہ سوچ کہاں تھی کہ ظاہر و باطن میں تضاد رکھ کر وقت گزارتا۔ اس نے تو تخت حکومت سنبھالتے ہی آل محمد کے خلاف موروثی عداوت کو اگلنا شروع کر دیا۔ اور والی مدینہ کو پہلا جو خط لکھا اس میں دو ٹوک لفظوں میں لکھ دیا کہ اگر فرزند رسول بیعت نہ کرے تو جواب کے ساتھ ہی اس کا سر بھی آنا چاہیے۔

پھر ابن زیاد جیسا بدمزاج گورنر مل گیا۔

ابن زیاد نے یزید کے کندھے پر رکھ کر وہ تیر چلائے کہ پھر نہ تو معاملات خود زیاد کے قابو میں رہے اور نہ یزید کے بس میں رہے۔

اگر یزید میں سیاسی شعور یا انسانی اخلاق کی رتی بھی ہوتی تو وہ ابن زیاد کو لکھتا کہ ہمارا کام ہو گیا ہے۔ اب رسول زادیوں کو باعزت مدینہ پہنچا دے۔ لیکن اس نے ابن زیاد کو لکھا کہ سرہائے شہداء اور اسیران آل محمد میرے پاس شام بھیج دے

Presented by www.ziaraat.com

یزید کا یہ حکم اولاً۔ موروثی دین دشمنی کا مظہر تھا۔ ثانیاً اس کی اخلاقی پستی اور انسانیت دشمنی کا ثبوت تھا۔ اور ثالثاً سیاسی بے بصیرتی کی دلیل تھا۔

چنانچہ ابن زیاد نے حکم یزید سے اسیران آل محمدؐ اور سرہائے شہداء کو سوئے شام روانہ کیا۔

سروں اور اسیروں کی روانگی میں اختلاف:۔

بعض مورخین کے مطابق زجر ابن قیس۔ شمر۔ خولی۔ اور عمرو ابن حجاج زبیدی کو چالیس افراد دے کر صرف سروں کو ایک دن پہلے روانہ کیا۔ اور دوسرے دن ایک ہزار سپاہی کے ساتھ اسیران آل محمد کو روانہ کیا۔

بعض مورخین کے مطابق سرہائے شہداء اور اسیران آل محمدؐ ایک ہی دن روانہ ہوئے۔

بعض مورخین کے مطابق سرہائے شہداء نیزوں پر بلند تھے۔

بعض مورخین کے مطابق سرہائے شہداء صندوقوں میں بند تھے۔

مشترکہ نکات:۔

تمام اسیران آل محمدؐ رسن بستہ تھے۔

تمام مستورات کے ہاتھ پس گردن بند تھے۔

جناب سجاد کے گلے میں طوق۔ ہاتھوں میں زنجیر اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔

جناب سجاد کے گلے میں ایک رسی تھی جس کا دوسرا سرا اونٹ کی گردن میں بندھا تھا تاکہ آپ پیچھے نہ گریں۔

Presented by www.ziaraat.com

جناب سجاد کے دونوں پاؤں اونٹ کے زیرِ شکم سے بندھے ہوئے تھے۔

احکام ابن زیاد:۔

و۔ ویران راستہ چھوڑ کر آباد راستہ اختیار کیا جائے۔
ب۔ جتنا ممکن ہو سکے جلد سے جلد پہنچنے کی کوشش کی جائے۔
ج۔ راستہ میں صرف وہیں رکا جائے جہاں رکنا ناگزیر ہو۔
د۔ اسیران آلِ محمدؐ پر قیام و طعام میں ہر ممکن سختی کی جائے۔
ہ۔ اگر سواریوں کے تھک جانے کی وجہ سے ان کو قیام کرنا پڑے تو امکانی طور پر اسیران آلِ محمدؐ کو سایہ میں نہ بیٹھنے دیا جائے۔
و۔ جہاں تک ممکن ہو اسیران آلِ محمدؐ کو بھوکا اور پیاسا رکھا جائے۔
ز۔ جس شہر کے قریب سے گزر ہو اس شہر میں سروں اور اسیروں کی تشہیر ضرور کرائی جائے۔
ح۔ جس شہر میں بھی جاؤ وہاں لوگوں کو زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی بھی کوشش کرو۔

پہلی منزل:۔

کربلا:۔

(مورخین اس سلسلہ میں خاموش ہیں کہ کوفہ میں مدت حبس کتنی تھی اور کوفہ سے شام کی طرف روانگی کب ہوئی جہاں تک جغرافیہ اور روایت کا تعلق ہے تو اس سے اندازہ یہی ہوتا ہے کہ اسیران آلِ محمدؐ کو پہلا چہلم شام کی طرف جاتے ہوئے کربلا میں آیا

اسکی تفصیل ہم۔ معالی السبطین کے ترجمہ میں پیش کر چکے ہیں۔ شائقین وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ مترجم)

دوسری منزل:۔

قادسیہ:۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق سہل سے روایت ہے کہ جب اسیران آل محمدؐ کا قافلہ کوفہ سے سوئے شام روانہ ہوا تو میں بھی ان کے عقب میں حسب ضرورت رقم لے کر روانہ ہوا۔ کربلا سے آگے بڑھنے کے بعد دوسری منزل قادسیہ تھی۔ بیرون قادسیہ ان لوگوں نے قیام کیا۔ سروں کو سامنے رکھا۔ قیدیوں کو ایک طرف بٹھا دیا گیا۔ ان کے قریب ایک دیوار تھی۔ اس دیوار سے ایک ہتھیلی نمودار ہوئی۔

اس پر لکھا ہوا تھا۔

اترجوا امة قتلت حسينا شفاعة جده يوم الحساب فلا والله ليس لهم شفيع وهم يوم القيامة في العذاب.	وہ لوگ جنھوں نے فرزند رسول کو قتل کیا ہے کیا قیامت میں جد حسینؑ کی شفاعت کی امید کر سکتے ہیں۔ بخدا یہ امید ہرگز نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کی شفاعت کریں گے۔ یہ لوگ دائمی عذاب میں رہیں گے۔

یہ دیکھ کر یہ لوگ پریشان ہو گئے اور خوف کے مارے وہاں زیادہ قیام نہ کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

اور کوچ کا حکم دیا۔ جب یہ لوگ کوچ کر رہے تھے اس وقت ایک ہاتف غیبی نے انہیں پکار کر کہا۔

ما ذا تقولون	جب تم سے آنحضورؐ نے سوال
اذ قال النبی لکم	کیا کہ تم آخری امت تھے تم
ماذا فعلتم وانتم	نے میری ذریت اور اہلبیت
اخر الامم بعترتی	سے میرے بعد کیا سلوک کیا کہ
وباھلبیتی بعد مفتقدی	ان میں سے کچھ کو قید کر دیا اور
فھم اساری واخری	کچھ کو خاک و خون میں غلطاں
مضرجوا بدم۔	کر دیا۔ تو کیا جواب دو گے

تیسری منزل:۔

دیر راہب:۔

علامہ دربندی نے حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ قادسیہ سے کوچ کرنے کے بعد یہ لوگ ایک دیر راہب میں آئے جو راستہ میں پڑتا تھا۔ انہوں نے یہاں قیام کیا۔ گرجا کی بیرونی دیوار پر وہی سابقہ شعر لکھا ہوا تھا۔ جو منزل قادسیہ پر ایک ہتھیلی پر لکھا ہوا نمودار ہوا تھا۔

ان لوگوں نے پادری سے پوچھا یہ شعر کس نے لکھا ہے اور کب لکھا ہے؟

پادری نے جواب دیا۔ یہ شعر آپ کے نبی کی ولادت سے پانچ سو برس کا پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ جہاں تک لکھنے والے کا تعلق ہے تو مجھے نہیں معلوم کہ یہ کس نے لکھا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

چوتھی منزل:۔

جصاصہ:۔

قادسیہ کے بعد یہ لوگ جصاصہ میں آئے۔ یہاں مختصر قیام کیا اور تکریت کی طرف آگے بڑھے۔ جصاصہ سے چلتے وقت ان لوگوں نے والی تکریت کے نام پیغام بھیجا کہ ہمارے ساتھ شہداء کے سر اور قیدی ہیں۔ ہمیں گھوڑوں کے لیے چارے اور اپنے لیے کھانے کی ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں قیدیوں کی تشہیر کے لیے بھی مناسب انتظام کیا جائے۔

پانچویں منزل:۔

تکریت:۔

جب والی تکریت کو ان کا خط ملا تو اس نے اسی وقت راستہ پر جھنڈیاں لگانے کا حکم دیا۔ ڈھول اور باجے کے طائفے منگوائے۔ تمام شہر کو آراستہ کیا۔ اطراف و نواح سے ممکنہ حد تک رؤساء کو مدعو کیا۔ اور اعلان کرایا کہ باغیوں کے سر اور ان کے قیدی آ رہے ہیں۔ فتح یزید کا جشن ہے۔ جس میں شرکت ضروری ہے۔

تکریت میں نصرانی بھی رہتے تھے۔ ایک نصرانی نے کوفہ میں اسیران آلِ محمدؐ اور سرہائے شہداء کو دیکھا تھا اور اہل کوفہ سے ان کا تعارف سن چکا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی تمام نصرانی برادری کو جمع کیا اور انہیں حقیقت حال سے آگاہ کیا کہ یہ کسی باغی کا سر اور قیدی نہیں ہیں بلکہ آلِ محمدؐ ہیں۔ اور جسے باغی بتایا جا رہا ہے۔ وہ علیؑ و زہراؑ کا فرزند حسینؑ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

تمام نصرانی اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ ان لوگوں نے اندر سے گھروں کے دروازے بند کر دیئے۔ اور اپنے مذہب کے مطابق توبہ واستغفار کر کے قاتلان آل محمدؐ سے بارگاہ خالق میں اعلان برات کرنے لگے۔

تکریت کے مسلمانوں کو بھی رفتہ رفتہ پتہ چل گیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے بھی قبولیت سے انکار کر دیا۔ جب لشکر یزید کو یہ اطلاع ملی تو انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں عوام زیادہ نہ بھڑک جائیں اور اسرا اور قیدی ہی نہ چھین لیں اس خطرہ کے پیش نظر ان لوگوں نے والی تکریت کو پیغام بھیجا کہ ہماری مطلوبہ اشیاء ہمیں بیرون تکریت پہنچا دی جائیں۔ ہم شہر میں داخل ہوتے بغیر اگلی منزل کی طرف جانا چاہتے ہیں۔

والی تکریت نے ان کا مطلوبہ سامان فراہم کر دیا اور یہ لوگ تکریت سے باہر باہر دیر عروہ کی طرف بڑھ گئے۔

چھٹی منزل:۔

دیر عروہ:۔

دیر عروہ میں بھی یہ لوگ زیادہ قیام نہ کر سکے۔ اس سے آگے بڑھے اور صلبا کا رخ کیا۔

ساتویں منزل:۔

صلبا:۔

یہاں بھی ان لوگوں کی خاص پذیرائی نہ ہو سکی اس مقام سے آگے بڑھ کر ان لوگوں نے وادی النخلہ کا رخ کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

اٹھویں منزل:۔

وادی نخلہ:۔

صلبانا کے بعد اس قافلہ نے رات وادی النخلہ میں آکر بسر کر ساری رات یہ لوگ خواتین جنات کا نوحہ و بکا سنتے رہے۔

نویں منزل:۔

مرشاد:۔

وادی النخلہ کے بعد قافلہ مرشاد میں آیا۔ مرشاد کے لوگ ایک طرف تو سروں اور قیدیوں کو دیکھ کر خوشی سے تالیاں بجا رہے تھے اور دوسری طرف محمدؐ و آل محمدؐ پہ درود بھیج کر ان کے دشمنوں پر لعنت کر رہے تھے۔

دسویں منزل:۔

ارمینا:۔

مرشاد کے بعد ارمینا میں آئے۔ اس جگہ ان کا بہت معمولی قیام رہا کوئی خاص تعاون نہ ہوا وہاں سے آگے بڑھ کر لبنا میں آئے۔

گیارہویں منزل:۔

لبنا:۔

لبنا خاصہ بڑا شہر تھا۔ لوگ خوشحال تھے۔ لبنا کی عورتیں، بوڑھے اور بچے سب

Presented by www.ziaraat.com

گلیوں میں نکل آئے۔ آل رسولؐ کے سروں اور قیدیوں کو دیکھ دیکھ روتے بھی تھے اور ان کے قاتلوں پر لعنت بھی کرتے تھے۔ ان لوگوں نے ظالمین آل محمدؐ کو اپنے شہر سے یہ کہہ کر بھگا دیا۔

اے اولاد انبیاء کے قاتلو! ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔

یہ لوگ وہاں سے نکل تو آئے لیکن والی لبنا نے اپنی فوجی طاقت استعمال کر کے تمام شیعان آل محمدؐ کے گھر منہدم کر دیئے۔

لبنا سے آگے بڑھ کر کحیلہ میں آئے۔

بارہویں منزل:۔

کحیلہ:۔

کحیلہ کے متعلق مورخین کو معلوم نہیں ہو سکا کہ یہاں فوج یزید کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ کحیلہ سے آگ بڑھ کر جہینہ آئے۔

تیرہویں منزل:۔

جہینہ:۔

جہینہ کے والی کو خط لکھا گیا کہ ہمارے ساتھ ایک باغی کا سر اور اس کے قیدی اہلبیت ہیں۔ ہمیں استقبال چاہیئے

والی جہینہ نے اپنی استطاعت کے مطابق ہر ممکن انتظام کیا۔ اور شہر سے تین میل باہر آ کر ان کا استقبال کیا۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں اطلاع پھیل گئی کہ یہ کسی باغی کا سر نہیں ہے۔ بلکہ فرزند رسولؐ حسینؑ ابن فاطمہ کا سر ہے۔ ان لوگوں کو جب اس کی تحقیق

Presented by www.ziaraat.com

ہو گئی تو انہوں نے چار ہزار مسلح افراد جمع کیے۔ جن میں اکثریت بنی ادس اور بنی خروج سے تھی۔

جب فوج یزید کو پتہ چلا تو انہوں نے جہینہ کا راستہ ہی چھوڑ دیا اور راستہ کاٹ کر تل اعفر کی جانب چل دیئے۔

چودہویں منزل:۔

تل اعفر:۔

جہینہ سے ناکامی کے بعد خوف وہراس کے مارے ان لوگوں نے تل اعفر کا راستہ اختیار کیا۔

تل اعفر پر بھی ان کے پاؤں نہ جم سکے۔

ایک شخص کو بطور قاصد ان لوگوں نے والی موصل کے نام پیغام دے کر بھیجا کہ ہمارے ساتھ باغیوں کے سر اور ان کے قیدی اہل بیت ہیں ہمیں شام جانا ہے اور گھوڑوں کے لیے چارہ اور اپنے لیے کھانا چاہتے۔

علاوہ ازیں ہم ابن زیاد کے حکم سے سروں اور قیدیوں کی تشہیر بھی کرنا چاہتے ہیں۔

پندرہویں منزل:۔

موصل:۔

والی موصل نے عمائدین شہر کو جمع کر کے انہیں حقیقت حال سے مطلع کیا۔

ان لوگوں نے پوچھا آپ کا کیا مشورہ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

والی نے کہا۔

میرا مشورہ کیا ہو سکتا ہے اگر آپ تعاون کریں تو میں کہوں گا کہ اس بدنصیبی کو ہمیں شہر میں داخل نہیں ہونے دینا چاہیے۔ اور نہ ہی میں یہ چاہوں گا کہ ہمیں حکومت کا مقابلہ کرنا پڑے۔

ایک طرف اللہ کا عذاب ہے۔ نبی کونین کی مخالفت ہے۔ اور آل محمدؐ کی توہین ہے۔ جب کہ دوسری طرف حکومت یزید کی مخالفت کا خطرہ ہے۔ میرا خیال ہے، ہم انہیں ان کا مطلوبہ سامان فراہم کر دیں۔ اور انہیں لکھ دیں کہ آپ کا شہر میں داخل ہونا موصل کے عوامی جذبات کے خلاف ہے۔ ہمیں خطرہ ہے کہیں کوئی ہنگامہ نہ اٹھ کھڑا ہو۔ لہذا اب شہر سے کم سے کم تین میل قیام کر لیں۔

تمام عمائد شہر نے والی موصل کو دعائیں دیں اور اس سے ہر قسم کا تعاون کیا۔ یہ لوگ بیرون شہر موصل تین میل کے فاصلہ پر رہ گئے۔ ان ظالموں نے سر مظلوم کو ایک پتھر پر رکھا۔

مشہد النقطہ :۔

سر مظلوم سے خون کا ایک قطرہ ٹپکا اور پتھر پر نشان ہو گیا۔ ہر سال یوم عاشور اس پتھر سے تازہ خون ابلتا تھا اور دور دراز سے لوگ یوم عاشور جمع کر سارا دن نوحہ و بکا کرتے رہتے تھے۔ عبد الملک ابن مروان کے دور تک یہ پتھر وہیں رہا۔ عبد الملک کو اس کا شکوہ کیا گیا اس نے پتھر کو وہاں سے ہٹانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد کسی نے اس پتھر کو نہ دیکھا۔ وہاں ایک قبہ بنا دیا گیا جو مشہد النقطہ کے نام سے مشہور ہے۔ ہر سال بلا تفریق مذہب یوم عاشور لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں۔ سارا دن نوحہ و بکا

Presented by www.ziaraat.com

کرتے ہیں اور ارباب حاجات اپنی حاجات کی منتیں مانتے ہیں۔

روضتہ الشہداء کے مطابق روم کے ایک پہاڑ میں ایک شیر نما پتھر ہے۔ جو قدرتی تخلیق ہے کسی مصوری کا شاہکار نہیں ہے ہر سال یوم عاشور اس شیر نما پتھر کی آنکھوں سے پانی کا چشمہ پھوٹتا ہے۔ جو غروب آفتاب تک رہتا ہے اطراف و نواح کے تمام لوگ یوم عاشور یہاں آتے ہیں۔ سارا دن مصروف گریہ و بکا رہتے ہیں۔

بیمار۔ بے اولاد۔ اور دیگر صاحبان ضرورت اس شیر نما پتھر کی آنکھوں سے بہنے والا پانی جمع کر کے گھر لے جاتے ہیں۔ اللہ اس کے طفیل ان کی حاجات پوری کر دیتا ہے۔

بعض مورخین نے واقعہ موصل یوں لکھا ہے کہ۔ راوی شیعان آل محمدؐ سے ہے اس کا بیان ہے کہ میں گھر میں بیٹھا تھا کہ یکایک بہت سا شور بلند ہوا۔ اس شور میں آہ و بکا کی آوازیں ہی تھیں اور تالیوں اور خوشی کے نعروں کی آواز بھی تھی میں گھر سے باہر آیا اور اس شور و غل کی وجہ پوچھی مجھے بتایا گیا کہ فرزند رسولؐ اور اس کے احباء و اقرباء کے سر اور آل محمدؐ کے قیدی لاتے جا رہے ہیں۔ میں تحقیق کے لیے آگے بڑھا۔ جب تصدیق ہو گئی کہ واقعاً سچ ہے اور میں نے آنکھوں سے دیکھ بھی لیا کہ نیزوں پر سر ہیں اور بے پالان کے اونٹوں پر بے مقنع و چادر مستورات ہیں تو واپس گھر چلا آیا۔ دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ جی بھر کے رویا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کتنی دیر تک روتا رہا۔ اسی عالم میں میری آنکھ لگ گئی۔ عالم خواب میں میں نے بہت سی مستورات دیکھیں۔ جنہوں نے ایک سیاہ پوش مستورہ کا احاطہ کر رکھا تھا۔ اور بے تحاشا ماتم کر رہی تھیں۔ وہ سیاہ پوش مستورہ اس مکان میں داخل ہوئی جس میں

سر رکھے گئے تھے۔

اس بی بی کے دائیں کندھے پر سبز اور بائیں کندھے پر پھٹی ہوئی سرخ قمیض تھی اس نے آگے بڑھ کر سر مظلوم کربلا اٹھایا۔ اور اسے سینہ سے لگایا اور فرمایا۔

یا ولدی یا حسینؑ	میرے حسینؑ بیٹے تجھ کو کس نے
من قتلك وفجعني	شہید کر کے مجھے درد رسیدہ
بك۔	کیا ہے۔
یا ولدی من غسل	بیٹے کس نے تیرے گلے کو تیرے
نحرك بدمائك۔	خون سے غسل دیا ہے۔

پھر اس مستورہ نے سر مظلوم سے ٹپکنے والے خون سے اپنی پیشانی کو رنگین کیا میں نے ایک عورت سے سوال کیا۔

یہ مستورہ کون ہے؟

اس نے کہا۔ تو نہیں پہچان رہا۔ یہ دختر رسولؐ اور مادر حسینؑ زہراؑ ہے۔

(مترجم۔ یہ بعید نہیں ہے۔ اور نہ ہی سابقہ واقعہ سے متضاد ہے کیوں کہ ممکن ہے اس محب آل محمدؐ نے یہ شور و غل اس وقت سنا ہو جب یہ افواہ تھی کہ سرہائے شہداء اور اسیران آل محمدؐ کو شہر موصل میں لایا جا رہا ہے۔ اور وہ تصدیق کے لیے باہر نکلا ہو۔ تصدیق کے بعد اس نے یہ سب کچھ عالم خواب میں ہی دیکھا ہو۔

٭

Presented by www.ziaraat.com

سولہویں منزل :۔

نصیبین :۔

موصل میں رات گزارنے کے بعد یہ لوگ نصیبین آئے والی نصیبین منصور ابن الیاس تھا اسے بھی پہلے یہ لوگ خط لکھ چکے تھے اس نے ان کی ہدایت کے مطابق شہر کو آراستہ کیا۔

جب سر ہائے شہداء اور اسیران آل محمد اس شہر کے بازار میں داخل ہوئے اس شہر کی مستورات نے چھتوں پر چڑھ کر سنگباری کی بنت زہرا نے اپنے بندھے ہاتھوں کو بلند کر کے عرض کیا یا الٰہا آل محمدؐ کی اس توہین کو اس شہر والوں کے لیے عبرت بنا دے۔

اس دعا کے بعد آسمان سے بجلی گری جس سے آدھا شہر جل کر راکھ بن گیا جو لوگ آل محمدؐ کے قتل اور قید پر خوشیاں منا رہے تھے بجلی گرنے کے بعد انہیں اپنی تباہی اور اپنے جل کر راکھ ہو جانے والوں پر گریہ سے فرصت نہ مل سکی۔ اور دوسروں کے لیے بھی درس عبرت بن گئے۔

اب یزیدی فوج کے لیے اس شہر میں کچھ نہ رہ گیا تھا۔ یہ خود ڈر گئے اور وہاں سے جلد از جلد نکلنے کی کوشش کی۔ اور قریۃ الاخرین کے والی سلیمان ابن یوسف کو پیغام بھیجا۔

سترہویں منزل :۔

قریۃ الاخرین :۔ قاموس کے مطابق یہ شہر سلیمان اور اس کے بھائی کا تعمیر کردہ

Presented by www.ziaraat.com

تھا۔ اس شہر کے دو دروازے تھے ایک سلیمان کے نام سے اور دوسرا اس کے بھائی کے نام سے معروف تھا۔ دونوں بھائی پکے یزیدی تھے۔ سلیمان کا بھائی جنگِ صفین میں حضرت علی کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا تھا۔ اس وقت اس کا والی سلیمان تھا لیکن دوسرا حصہ اس کے بھتیجے کے پاس تھا۔ ان لوگوں نے بھی اپنی طرف سے شہر کو خوب سجایا۔ لیکن ان میں یہ جھگڑا ہو گیا کہ سروں اور قیدیوں کو کس دروازہ سے گزارا جائے۔ سلیمان کا مطالبہ تھا کہ میرے دروازہ سے گزارا جائے اور اس کا بھتیجا چاہتا تھا کہ میرے دروازہ سے گزارا جائے ابھی ان کا فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ قافلہ آگیا اس جھگڑے نے طول پکڑ لیا۔ دونوں طرف سے تلواریں نکل آئیں تیر چلنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلیمان خود واصل جہنم ہو گیا۔ یزیدیوں نے جب یہ حال دیکھا تو شہر میں داخل ہوئے بغیر ہی آگے بڑھ گئے۔

اٹھارویں منزل:۔

آمد:۔

نصیبین کے بعد آمد میں آئے۔ مورخین کو اس منزل کے سلسلہ میں کوئی تفصیل نہیں مل سکی۔

انیسویں منزل:۔

عین الورد:۔

آمد کے بعد عین الورد آئے۔ اس جگہ بھی مورخین کو کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں مل سکا۔

Presented by www.ziaraat.com

بیسویں منزل :۔

میافارقین :۔

یہ شہر میانامی ایک عورت کا تعمیر کردہ تھا اور اسی کے نام سے معروف ہے چونکہ سابقاً قافلہ سالاروں کو کہیں اطمینان نہ مل سکا تھا۔ ہر جگہ خطرات تھے۔ یہاں انہیں کافی تحفظ میسر آگیا تھا۔ اس لیے ان لوگوں نے سواریوں اور اپنی تھکن دور کرنے کی خاطر دس دن قیام کیا۔

اکیسویں منزل :۔

دوغان :۔

میافارقین سے چل کر انہوں نے دریائے فرات عبور کیا اور دوغان آئے۔

بائیسویں منزل :۔

راس عین :۔

دوغان سے آگے بڑھ کر راس عین میں آئے۔ یہاں بھی مختصر سا قیام کیا ان لوگوں نے یزیدیوں کا پرجوش استقبال کیا۔ استقبال میں فتح و مسرت کا ہر سامان بھی موجود تھا۔ باب الاربعین سے داخل ہوئے اور دوسرے دروازہ سے نکل کر حلب کی طرف بڑھ گئے

تیئسویں منزل:۔

حلب:۔

والی حلب کو پہلے مطلع کیا جا چکا تھا۔ جب یہ قافلہ حلب پہنچا تو شہر کو پہلے سے آراستہ کیا جا چکا تھا۔ ہر جگہ جشنِ مسرت میں طبل بج رہے تھے۔ اور رقص و سرود کی محفلیں گرم تھیں۔ یزیدی خوش تھے۔ لیکن محبان آل محمدؐ اپنے گھروں میں صف ماتم بچھا کر بیٹھے تھے۔

حلب میں ان لوگوں نے کافی وقت کے لیے قیام کیا۔ چاشت کے وقت سے لے کر عصر تک ایک چوک پر سر مظلوم زہراؑ کا نیزہ نصب رہا۔ تماشبین تماشہ بھی دیکھتے تھے اور خوشی سے فتح یزید کے نعرے بھی لگاتے تھے۔ اور ایک دوسرے کو بتاتے تھے۔

دیکھو یہ اس باغی کا سر ہے جس نے یزید کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اور یہ ان کے اہل حرم ہیں۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق حلب کا یہ چوک جس میں سر مظلوم کو نصب کیا گیا تھا آج بھی تقضائے حاجات کے لیے معروف ہے بڑے بڑے درد رسیدہ اس چوک میں آکر طلب حاجت کرتے ہیں اور ثانی زہراؑ اس مقام کی برکت سے ان کی حاجت برآری فرماتی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

پچیسویں منزل:۔

معمورہ:۔

بیرون حلب ایک پہاڑ کے دامن میں یہ شہر تھا۔ انتہائی آباد اور خوش حال تھے۔ اس کے تمام باشندے یہودی تھے۔

معمورہ کا حکمران عزیز تھا۔

واقعہ شیریں

روضۃ الشہداء کے مطابق جب جناب شہربانو مظلوم کربلا کی زوجیت میں آئی تھیں تو اس مخدرہ کے ساتھ ایک سو کنیزیں تھیں۔ چالیس کنیزوں کو تو اس مخدرہ نے زوجیت مظلوم کربلا میں آنے کی خوشی میں اسی دن آزاد کر دیا تھا۔ بقیہ ساٹھ میں سے پچاس کو اس مخدرہ نے کسی نہ کسی موقعہ پر آزاد کر دیا۔ دس کنیزیں بچ رہی تھیں ان میں سے شیریں انتہائی حسین خوش خلق اور دانا تھی۔ ایک دن مظلوم کربلا اور جناب شہربانو اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ شیریں کسی کام سے گھر میں آئی۔ فرزند رسول نے شیریں کے حسن اور عقل کی تعریف فرمائی۔

جناب شہربانو نے اپنے طور پر یہ سمجھا کہ فرزند رسول کو شاید شیریں پسند ہے۔

بی بی نے عرض کیا۔ حضور اگر قبول فرمائیں تو میں شیریں آپ کو ہبہ کرتی ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

آپ نے فرمایا۔

شہر بانو! اللہ آپ کو جزائے خیر دے میں آپ کا یہ ہبہ قبول کرتا ہوں اور اسے فی سبیل اللہ آزاد کرتا ہوں۔ جناب شہر بانو نے اسی وقت ایک انتہائی قیمتی خلعت شیریں کو عنایت کی۔

جناب سید الشہداء نے فرمایا۔ شہر بانو قبل ازیں تم نے نو سے کنیز آزاد کی ہے کسی کو اتنی قیمتی خلعت سے نہیں نوازا اس شیریں میں کون سی خصوصیت ہے۔

بی بی نے عرض کیا۔

میرے آقا! میری نگاہ میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے اور میرے خیال میں میں نے ابھی تک شیریں کا حق ادا نہیں کیا۔ مجھے تو اس سے بھی زیادہ کچھ ہی کرنا چاہیے تھا۔

مظلوم کربلا نے فرمایا وہ کیسے؟

بی بی نے عرض کیا۔ نو سے کنیزیں نے آزاد کی تھی اور میں آپ کی ایک کنیز ہوں۔ جب کہ شیریں کو آپ نے آزاد کیا ہے۔ اگرچہ شیریں میرے ہم پلہ نہیں کیونکہ میں آپ کے والد محترم امیر المومنین کی آزاد کردہ ہوں۔ لیکن شیریں کو میں آپ سے کم بھی نہیں سمجھتی کیونکہ شیریں فرزند نبیؐ اور زہراؑ کی آزاد کردہ ہے۔

مظلوم کربلا نے جناب شہر بانو کا شکریہ ادا کیا۔

شیریں یہ سب کچھ کھڑی سن رہی تھی۔ جب آزاد بھی ہو گئی اور اسے خلعت بھی مل گئی۔ اپنے دونوں آقاؤں کی باتیں بھی سن لیں۔ فوراً آگے بڑھی اور جناب سید الشہداء کے قدموں میں بیٹھ کر عرض کیا۔

میرے آقا! نہ میرے پاس وہ زبان ہے جس سے میں آپ کا یا اپنی مخدومہ کا شکریہ

ادا کروں۔ اور نہ ہی میرے پاس وہ الفاظ ہیں جن سے شکریہ ادا کروں۔ میں تو پہلے بھی انہی مخدومہ کے کسی ایک احسان کا بدلہ ادا نہیں کر سکتی اور پھر میری کنیزی کی زندگی کا یہ آخری احسان جو انہوں نے مجھ پر فرمایا ہے کہ مجھے عتیقۃ الحسینؑ۔ عتیقہ فرزند زہرا بنا دیا ہے۔ اس احسان کا بدلہ تو میری نسلیں بھی ادا کرنا چاہیں تو تاقیامت ادا نہ ہو سکے۔

وہ کون کنیز ہے جو میرے ساتھ آئی تھیں آج کے بعد میرا مقابلہ کر سکے۔ میں اپنے اس شکریہ کی ادائیگی کی خاطر آپ دونوں سے ایک درخواست کروں گی اگر قبول فرمالیں۔

مظلوم کربلا اور جناب شہر بانو دونوں نے بیک وقت فرمایا۔ شیریں آج جو چیز مانگنا چاہے مانگ لے۔

(ممکن ہے شیریں نے یہاں یہ وضاحت چاہی ہو کہ۔ آج جو مانگوں تو مل جائے گا اور کل نہیں ملے گا۔ اور جواب میں جناب مظلوم کربلا نے فرمایا ہو۔ شیریں وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ ہر ایک وقت ایک جیسا نہیں رہتا۔ آج ہم آباد ہیں ہو سکتا ہے کل ایسا نہ ہو۔ مترجم)

شیریں نے عرض کیا۔

قبلہ صرف یہی کچھ مانگتی ہوں کہ آج تک تو میں نے آپ کی اور انہی مخدومہ کی خدمت کنیز بن کر خدمت کی ہے اور آج کے بعد میں آزاد ہو کر آپ کی خدمت میں رہنا چاہتی ہوں۔ اور آپ دونوں مجھ سے سلوک اس طرح کریں گے جس طرح زمانہ کنیزی میں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ مجھے آزادی کی نسبت آپ کی کنیزی میں جسقدر فخر اور عزت کا احساس ہوتا ہے وہ آزادی میں نہیں ہوتا۔

مظلوم کربلا نے فرمایا۔

شیریں جیسے تیری مرضی ۔

جب جناب سجاد کی ولادت کے بعد جناب شہر بانو کی وفات ہوئی تو شیریں ایک مرتبہ پھر دوہرے غم میں مبتلا ہو گئی ۔ ایک طرف اپنی مخدومہ سے فراق کا غم ۔ اور دوسری طرف یہ غم کہ کہیں مظلوم کربلا کسی سے میری شادی کر کے اس گھر سے باہر جانے کا حکم نہ دیں ۔ چنانچہ ۔

شیریں نے اپنے کو جناب سجاد کی خدمت میں مصروف کر دیا۔ ہر وقت جناب سجاد اور ثانیہ زہرا کی خدمت میں مصروف رہنے لگی۔ جب امام حسین کربلا آئے تو شیریں آپ کے ساتھ ہی تھی ۔

چونکہ یزیدی مسلمان کنیزان اہل بیت سے امتیازی سلوک کرتے تھے ۔ مثلاً بنات زہراؑ کو رسن بستہ کرتے تھے لیکن کنیزوں کو آزاد رکھتے تھے ۔ جس سے ان کا صرف اور صرف ایک مقصد تھا اور وہ یہ کہ ۔

رسول زادیاں جب اپنی کنیزوں میں رسن بستہ دیکھیں گی تو ان کے غم و اندوہ اور درد دل میں اور اضافہ ہوگا ۔

اسی لیے جب قافلہ اسیران آل محمدؐ حلب سے چل کر معمورہ پہنچا تو شیریں نے دختر زہرا کی خدمت میں عرض کیا ۔

بی بی اگر آپ اجازت دیں تو میں معمورہ میں جا کر اپنی ایک سہیلی سے مل کر کچھ چادریں لے آؤں ۔

ثانیہ زہراؑ نے فرمایا ۔ شیریں تجھے معلوم ہے کہ تو آزاد ہے ۔ تجھے مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے ۔

Presented by www.ziaraat.com

شیریں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

اور عرض کیا۔ بی بی میں نے کبھی اپنے آپ کو آزاد نہیں سمجھا اور نہ ہی سمجھنا چاہتی ہوں۔ مجھے آزادی کی نہیں آپ کی کنیزی کی ضرورت ہے اور اسی میں میرا فخر اور عزت ہے۔

ثانیہ زہرا نے فرمایا۔

اگر تجھے امید ہے تو جا۔ ممکن ہے میرے نانا کی امت کو شرم آ جائے اور تیری لائی ہوئی چادریں ہم سے نہ چھینے۔

چونکہ رات کا تہائی حصہ گزر چکا تھا۔ تمام سپاہی نشہ شراب میں ڈھت خراٹے لے رہے تھے۔ جو دو ایک پہرہ کی خاطر جاگ رہے تھے وہ بھی اونگھ رہے تھے اس لیے شیریں سے کسی نے نہیں پوچھا کہ کہاں جا رہی ہے۔ شیریں جب معمورہ کے دروازہ پر آئی تو دیکھا دروازہ بند تھا۔

شیریں نے دروازہ کھٹکٹایا۔

اندر سے کسی نے نام لے کر پوچھا۔ کیا شیریں ہے۔

شیریں نے کہا۔ ہاں شیریں ہوں۔

دروازہ کھلا۔ شیریں اندر گئی تو معمورہ کا والی عزیز خود دروازہ پر موجود تھا۔ شیریں انہیں پہچانتی تھی کہ یہ والی معمورہ ہے شیریں نے اپنی سہیلی کے گھر کا پتہ پوچھا۔

عزیز نے کہا۔ شیریں میں اس شہر کا والی عزیز ہوں۔

شیریں نے کہا۔

سہیلی کے گھر بھی مجھے جانا ہے۔ لیکن مجھے آپ سے بھی ایک سوال کرنا ہے

کہ نہ تو آپ نے مجھے کبھی دیکھا ہے اور نہ آپ میرے واقف ہیں۔ پھر آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں شیرین ہوں۔ اور دروازہ کے اندر سے آپ نے یہ کیسے اندازہ لگایا کہ میں شیرین ہی دروازہ پر ہوں۔

عزیز نے کہا۔ آپ اندر تشریف لائیں۔ میرے گھر چلیں۔ میں آپ کو آرام سے بیٹھ کر بتاتا ہوں کہ مجھے کیسے پتہ چلا ہے۔ عزیز شیرین کو اپنے گھر لایا۔ اور اسے بتایا کہ۔

ابھی ابھی میں سو رہا تھا۔ عالم خواب میں میں نے اپنے نبی حضرت موسیٰ اور جناب ہارون کو دیکھا ہے۔ ان کے گریبان چاک تھے۔ دونوں کے سروں میں خاک تھی اور ان کی آنکھیں بہہ رہی تھیں۔

میں نے عرض کیا۔

میرے آقا آخر کیا ماجرا ہے اور آپ کیوں غمزدہ ہیں؟

جناب موسیٰ نے فرمایا۔

اے عزیز کیا تو اتنا بے خبر ہے۔ ہمارے اور آپ کے نبی محمدؐ کا فرزند میدان کربلا میں تین دن کا بھوکا اور پیاسا شہید کر دیا گیا ہے۔ تیرے شہر کے باہر دامن کوہ میں اس کا اس کے احباء اور اقرباء کے سر اور محمدؐ زادیوں کا قیدی قافلہ آج رات گزار رہا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ میرے آقا۔ کیا آپ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ محمد واقعاً برحق نبی تھا؟

جناب موسیٰ نے فرمایا۔ ہم نہ صرف محمدؐ کے نبی ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ بلکہ تجھے یہ بتا دیں کہ وہ خاتم الانبیاء ہیں اور اللہ نے ہم سے اس کی نبوت کا اقرار لے کر ہی

Presented by www.ziaraat.com

منصب نبوت عطا کیا تھا۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ عیسیٰ سے آدم تک ہم تمام گروہ انبیاء ہر اس شخص سے بری ہیں جو نبوت محمدؐ کا قائل نہ ہو۔

میں نے عرض کیا۔

میرے آقا آپ کو معلوم ہے کہ معمور کی تمام آبادی آپ کو نبی مانتی ہے اور ہم تمام یہودی کہلاتے ہیں۔

آپ نے مجھے تو بتا دیا ہے اور مجھے یقین بھی آگیا ہے لیکن میں دوسروں کو کیسے یقین دلاؤں گا اور میرے پاس میرے اس واقعہ کی صداقت کی یہ کون سی علامت ہوگی۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا۔

تجھے دو نشانیاں میں بتاتا ہوں۔ ایک نشانی تو تنہا دیکھے گا اور دوسری میں اپنے علماء کو شریک کرسکتا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ وہ کون سی نشانیاں ہیں۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا۔

تو ابھی اٹھ جا۔ شہر پناہ کے دروازہ پر جا وہاں ایک عورت دروازہ کھٹکھٹائے گی اس کا نام شیریں ہے وہ اپنی ایک سہیلی سے دختران زہراؑ کی خاطر کچھ چادریں مانگنے آئی ہے۔

وہ مستقبل میں تیری ہونے والی بیوی ہوگی۔

اور دوسری نشانی یہ ہے کہ تو اپنے علماء کو ساتھ لے کر سر فرزند رسول کے پاس جاکر انہیں میرا اور ہارون کا سلام پہنچا دینا وہ سر تجھے جواب دے گا۔

یہ ہے وہ وجہ کہ میں نے تیرا نام لیا ہے چونکہ مجھے یقین تھا کہ میرا خواب

Presented by www.ziaraat.com

سچا ہے اس لیے کسی جھجک کے بغیر میں نے تیرا نام لے کر سوال کیا ہے۔ اور دروازہ کھولا ہے۔

اب تو چل طلوع صبح کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے میں خود آؤں گا اور بنات زہرا کے لیے چادریں بھی لاؤں گا۔ اور سر فرزند رسول کو حضرت موسیٰ و ہارون کا سلام عرض کر کے اسلام بھی قبول کروں گا

شیرین واپس آگئی۔ اور تمام واقعہ ثانیہ زہرا کو سنایا۔

طلوع صبح کے بعد عزیز کچھ رقم اور چادریں لے کر آیا۔ سالار قافلہ شمر کو اس نے رقم دی پھر شیرین کو کو بلا کر اسے چادریں دیں۔ اس کے بعد سر فرزند زہرا کے پاس آکر حضرت موسیٰ و ہارون کا سلام عرض کیا۔

سر غریب زہرا نے سلام کا جواب دیا۔ جناب سجاد کی خدمت میں حاضر ہوا اسلام قبول کیا۔ اور آپ سے شیرین کی خواہش کی۔ ثانیہ زہرا نے شیرین کو نہ صرف اجازت دی بلکہ حکم دیا کہ تو اب یہیں رہ جا تیرا سفر ختم ہو گیا ہے۔

بہتے آنسوؤں سے شیرین نے ایک ایک زہرا زادی سے الوداع کی۔ جناب سجاد نے عزیز کا شیرین سے نکاح پڑھا اور شیرین معمورہ کی شاہزادی بن کر معمورہ ہی میں رہ گئی۔ ان ظالموں نے معمورہ سے روانگی کے بعد نبی زادیوں سے عزیز کی دی ہوئی چادریں پھر چھین لیں۔

راہ شام میں چند واقعات:۔

یہ ایسے واقعات ہیں جن کے متعلق مورخین نے کوئی تعیین نہیں کی کہ کس کس منزل پر پیش آتے ہیں۔

تعیین منازل ویسے بھی انتہائی مشکل ہے کیونکہ جو ظالم تھے وہی مورخ تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

اور ان کی طرف سے یہ تعیین نہ صرف مشکل تھی۔ بلکہ ناممکن تھی۔ جہاں تک اصل واقعات کا تعلق ہے تو چونکہ انہیں منظر عام پر آنا تھا۔ اسی لیے قدرت نے ان کا انتظام اس طرح فرما دیا کہ۔

اموی پردہ پوشی کے باوجود ان واقعات کے چشم دید گواہوں نے کسی نہ کسی کے سامنے یہ واقعات سنا دیئے۔

ہم ان واقعات کو ایک جگہ لکھ رہے ہیں۔ اس لیے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ واقعہ ایک ہے اور راوی مختلف ہیں بلکہ ہر واقعہ علیحدہ اور مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ اور ممکن ہے ہر منزل پر کوئی نہ کوئی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا ہو۔ لیکن بعض اوقات اموی حکومت کے دستر خوان پر پلنے والوں کے ہتھے چڑھ گئے ہوں اور انہوں نے ان واقعات کو چھپا لیا ہو۔

اور جو واقعات غیر جانبدار افراد کے سامنے آئے ہوں انہوں نے ان کو محفوظ کر لیا ہو۔

کنز المذکرین میں شعبی سے مروی ہے کہ ایک سال ایام حج میں دوران طواف ایک شخص کو میں نے دیکھا اس نے غلاف کعبہ ہاتھ میں لے رکھا تھا۔

اور کہہ رہا تھا۔

بارالہا! مجھے معاف کر دے۔

لیکن مجھے امید نہیں کہ تو معاف کرے۔

میں نے اس سے پوچھا۔

بندہ خدا یہ غلاف کعبہ ہے کچھ سوچ کر کہہ۔

وہ کہنے لگا۔ میں سوچ کر ہی تو کہہ رہی ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

میں نے کہا۔

اتنا کونسا بڑا جرم کیا ہے کہ تجھے امید بخشش نہیں۔

اس نے بتایا کہ میں ان پچاس افراد سے ایک تھا جو کوفہ سے شام تک سر غریب شہر اکو لے جانے پر معمور تھے۔ جس کے گرد بہت سے لوگ جمع تھے۔ ایک ہم سر شام شراب پی کر سو گئے میں نے عالم خواب میں ایک بادل دیکھا وہ بادل زمین پر اترا اس پر حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسی حضرت عیسی باہر نکلے

پھر ایک دوسرا بادل اترا اس میں سے جناب خاتم الانبیاء باہر آئے۔ وہ تمام اس صندوق کے گرد بیٹھ گئے جس میں فرزند رسول کا سر تھا تمام کے انبیاء کے گریبان چاک تھے۔ ان کے سر خاک آلودہ تھے۔ کافی دیر تک مصروف نوحہ و بکا رہے۔

پھر میں نے ملک الموت کو دیکھا وہ ہمارے قریب آیا اور باری باری ایک ایک کی روح قبض کرنے لگا۔ جب میرے انچاس ساتھیوں کی روح قبض کر چکا اور میری طرف متوجہ ہوا۔

تو میں نے عرض کی۔

یا رسول اللہ الامان	پناہ اے رسول کونین پناہ۔
الامان واللہ ما	بخدا وہ نہ تو ان کے ساتھ شریک
شایعت فی قتل و لا	قتل تھا اور نہ ان کے اس فعل
رضیت بہ۔	پر راضی ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ تجھے رسوا کرے جو کچھ میری ذریت کے ساتھ ہوتا رہا تو اسے دیکھتا تو رہا؟

میں نے عرض کیا۔
ہاں قبلہ یہ جرم تو مجھ سے سرزد ہوا ہے۔
آپ نے ملک الموت سے فرمایا۔
اسے چھوڑ دے آخر ایک دن اسے مرنا ہی تو ہے۔ اور دوسروں کو مطلع بھی کرنا ہے۔
چنانچہ ملک الموت نے مجھے چھوڑ دیا۔
صبح کو اٹھ کر میں نے تمام سپاہیوں کو یہ واقعہ سنایا۔ اور وہاں سے بھاگ کر یہاں آ گیا۔
سرکار علامہ ابن طاؤس نے اس سلسلہ سند سے شعبی سے روایت کی ہے کہ مجھے الولیعہ نے بتایا ہے کہ میں طواف بیت اللہ میں مصروف تھا کہ ایک شخص کو دیکھا جس نے غلاف کعبہ ہاتھ میں لے رکھا تھا اور کہہ رہا تھا۔ اے اللہ مجھے معاف فرما دے لیکن مجھے نظر نہیں آتا کہ تو معاف کرے۔
میں نے اس سے کہا بندہ خدا اللہ سے ڈر اور اس طرح نہ کہہ اگر تیرے گناہ ذرات ریگ۔ قطرات باران اور برگ ہائے اشجار کی مانند ہوتے پھر تو اس جگہ اللہ سے معافی مانگتا تو اللہ تجھے یقیناً معاف کر دیتا۔ کیوں کہ اللہ غفور اور رحیم ہے۔
اس نے کہا۔
ممکن ہے میرے گناہ اس سے بھی زیادہ ہوں۔
میں نے کہا۔
آخر بات کیا ہے تو اتنا کیوں مایوس ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

اس نے کہا۔ اگر آپ اتنا ہی اصرار کرتے ہیں تو آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ میں نے کیا کیا ہے۔

میں ان پچاس بدنصیبوں میں ایک تھا جنہیں کوفہ سے شام تک سر مظلوم کی نگرانی سونپی گئی تھی۔ ہمارا معمول تھا ہر شام کو ہم سر مظلوم نیزہ سے اتار کر صندوق میں مقفل کر دیتے تھے۔ اور صندوق کے ارد گرد بیٹھ کر شراب نوشی کرتے تھے۔ ایک رات میرے تمام ساتھیوں نے شراب پی۔ لیکن اتفاقاً میرا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے شراب نہ پی۔ میرے تمام ساتھ ساتھی نشہ شراب میں مدہوش ہو گئے۔ چونکہ میں اپنے حواس میں تھا۔ اس لیے کافی رات گزرنے کے بعد میں نے پہلے بادل کی گرج پھر بجلی کی کڑک سنی۔ پھر بجلی کی چمک ہوئی جس میں مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے آسمان کے دروازے کھل گئے ہوں اور ان دروازوں سے حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ اور جناب خاتم الانبیاء ایک ایک کر کے زمین پر اترنے لگے۔ ان کے ساتھ جبریل اور دیگر بہت سے ملائکہ بھی تھے۔ وہ اسی جگہ آئے جہاں میں اور میرے ساتھی تھے۔ جبریل نے آگے بڑھ کے صندوق سے سر مظلوم نکالا، سینہ سے لگایا۔ بوسہ دیا اس نے حضرت آدم کو دیا۔ اسی طرح تمام انبیاء نے یکے بعد دیگرے سر مظلوم کو بوسے دیئے۔ سرور انبیاء کو تمام انبیاء نے رو رو کو پرسہ دیا۔

جبریل نے عرض کیا۔

قبلہ اللہ نے مجھے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ فرمائیں تو میں ان تمام ملاعین کو خواہ جہاں کہیں ہوں تباہ و برباد کر دوں۔

حضرت خاتم الانبیاء نے فرمایا۔ نہیں جبریل! میں یوم محشر ان لوگوں کو دربار خالق

Presented by www.ziaraat.com

ں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اس کے بعد ملائکہ ہماری طرف آئے اور میں نے عرض کیا۔

الامان الامان یا رسول اللہ۔

آپ نے فرمایا۔ جا اللہ تجھے معاف نہ کرے دنیا میں تجھے امان دیتا ہوں۔

جب صبح کر میں اٹھا تو میں نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا تمام کے تمام جل کر راکھ ہو چکے تھے۔

ایک روایت کے مطابق قاتلین حسینؑ میں سے ہر ایک کے ہاتھ بھی خشک ہو گئے تھے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ :

میں بجلی کی کڑک کی آواز سنی۔ اور کسی نے کہا کہ نبی کو زمین تشریف لا رہے ہیں پھر میں نے گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور اسلحہ کی کھنک کی آواز بھی سنی۔ میں نے دیکھا تو آنحضور کے ساتھ ملائکہ کی ایک قطار بھی تھی۔ میں نے جب کسی سے پوچھا تو مجھے بتایا کہ۔ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور دیگر ملائکہ کروبین ہیں۔ آنحضور نے سر کو اٹھایا تمام ملائکہ اور انبیاء سے اپنے بیٹے کی مظلومیت بیان کر کے اپنی امت کا شکوہ کیا۔

(اس کے بعد وہی واقعہ ہے جو سابقا عرض کیا جا چکا ہے۔ مترجم)

امام بخاری نے یہ واقعہ ذرا اور طرح سے روایت کیا ہے اس لیے مناسب ہوگا اگر قارئین کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھے ابو الحنوق نے بیان کیا ہے کہ پچاس افراد حضرت سر مظلوم کربلا کی حفاظت کرتے تھے۔

ایک رات میں بھی ان میں سے تھا۔ میرے دیگر ساتھی تو سو گئے لیکن مجھے نیند

نہیں آرہی تھی۔ میں نے آسمان سے ایک ایسی ہولناک آواز سنی جس سے میں ہوز کر رہ گیا۔ اسی آواز کے بعد میں نے ایک شخص کو آسمان سے اترتے دیکھا اس کا رنگ گندمی اور لباس سفید تھا۔ وہ اسی جگہ آیا جہاں سر غریب کا صندوق رکھا ہوا تھا اس نے صندوق کھول کر سر نکالا میں اٹھا تاکہ اس سے سر لے لوں۔ وہ سر کو بوسے دے کر رو رہا تھا۔ جب میں دو قدم اس کی طرف چلا تو ایک ہاتف غیبی نے کہا۔ خبردار آگے نہ بڑھنا ورنہ سر لیتا حضرت آدم سر کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد حضرت نوح آئے۔ پھر حضرت ابراہیم آئے۔ پھر جناب اسحاق آئے پھر جناب خاتم الانبیاء آئے ان کے بعد جناب حمزہ۔ ان کے بعد حضرت علیؑ پھر امام حسنؑ پھر جعفر طیار۔ ان تمام کے گریبان چاک تھے سر میں خاک تھی۔ اور آنسو بہہ رہے تھے ہر ایک نے باری باری سر کو اٹھایا سینہ سے لگایا۔ اس کا بوسہ لیا اور آنحضور کو پرسہ دیا۔ اتنے میں آسمان سے ایک عظیم الجثہ فرشتہ نازل ہوا جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں آگ کا گرز تھا۔ اس نے میرے سوتے ہوئے ساتھیوں میں سے ایک ایک کو آتشیں گرز مارنا شروع کیا۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں چیخا۔

بخدا میں ان کے ساتھ آنے پر راضی نہ تھا۔ ان لوگوں نے مجھے مجبور کیا ہے آنحضور نے اس فرشتہ سے فرمایا۔

اسے صرف ایک طمانچہ لگا کر چھوڑ دے تاکہ صحیح دوسروں کو بتانے کے لیے بھی کوئی بچ جائے۔

چنانچہ اس فرشتہ نے میرے دائیں رخسار پر طمانچہ مارا جس سے میرا دہ رخ سیاہ کوئلہ ہو گیا۔ میں بے ہوش ہو کر گر گیا جب مجھے ہوش آیا تو وہ خواب میرے ذہن میں تھا میں اٹھا اپنے اردگرد دیکھا تو میرے تمام ساتھی راکھ کے ڈھیروں میں تبدیل ہو

Presented by www.ziaraat.com

چکے تھے۔ صندوق ویسے کا ویسا مقفل تھا۔

اس واقعہ کی اطلاع میں نے شمر کو دی اس نے مجھے حکم دیا کہ کسی کو نہ بتانا۔

مؤلف:۔

یہ وہی ابوالحنوق ہے جس نے میدان کربلا میں امام مظلوم کی پیشانی پر سہ شعبہ تیر مارا تھا۔

پچیسویں منزل:۔

دیر نصاری:۔

خوادح حسینیہ میں ابو سعید شامی سے مروی ہے کہ میں ان افراد میں سے تھا جو سر مظلوم کربلا کے نگران تھے۔

معمورہ کے بعد جب دیر نصاری پر پہنچے تو ہمیں اطلاع ملی کہ نصر خزاعی نے کچھ لشکر جمع کر لیا ہے اور وہ سر ہائے شہداء اور اسیران آل محمد چھیننا چاہتا ہے چنانچہ ہم نے باہمی مشورہ سے وہ رات اسی دیر نصاری میں گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ گرجا کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔

شمر نے باہر سے بآواز بلند۔ یا اہل الدیر۔ کہہ کر پکارا۔ گرجا کا بڑا پادری گرجا کی چھت پر آیا۔

اوپر سے جھانک کر اس نے پوچھا۔

تم کون ہو؟

اور ہم سے کیا چاہتے ہو؟

شمر نے کہا۔ ہم ابن زیاد کے سپاہی ہیں۔ اور کوفہ سے شام جا رہے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

پادری نے کہا۔

کس لیے جا رہے ہو؟

شمر نے کہا۔ ایک شخص نے یزید کے خلاف بغاوت کی تھی۔ ابن زیاد نے عراق میں اسے قتل کیا ہے ہم اس باغی اس کے انصار کے سر اور باغی کے اہل حرم کو اسیر کر کے یزید کے پاس لے جا رہے ہیں۔

جب پادری نے سر مظلوم کو دیکھا تو اسے آپ کی زخمی پیشانی سے آسمان تک مسلسل نور کی ایک کرن نظر آئی۔ وہ دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ اور کہنے لگا تمہارا لشکر بہت زیادہ ہے۔ اور ہمارا گرجا چھوٹا ہے، تم یہیں باہر رات گزار لو۔

شمر نے کہا۔

رات تو ہم باہر گزار لیتے لیکن ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اس باغی کے کچھ معاون ہم سے سرہائے مقتولین اور قیدی چھیننا چاہتے ہیں اس لیے ہمیں بھی گرجا میں پناہ چاہیے۔

پادری نے کہا۔ ٹھیک ہے اگر تمہیں اعتبار ہے تو سرہائے مقتولین اور قیدی گرجا کے اندر بھیج دو۔ صبح کو لے لینا۔ اور تم بے فکر ہو کر گرجا سے باہر ہی رات گزار لو۔

اس سے آگے اس پادری کا بیان ہے کہ۔

میں اس سر کو دیکھ کر متاثر اور مرعوب تو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ جب ان لوگوں نے سر کو صندوق میں مقفل کر کے میرے حوالہ کیا تو نے میں نے دل میں یہی سوچا کہ یہ سر کسی باغی کا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی یہ معزز مستورات۔ جنہوں نے چادروں کی عدم موجودگی میں بالوں سے منہ چھپا رکھے ہیں باغی ہو سکتی ہیں۔ میں نے ان مستورات کو مع جناب سجاد

Presented by www.ziaraat.com

کے ایک مناسب مکان دیا۔ دیگر سروں کو علیحدہ کمرہ میں رکھا اور سر غریب کو گرجا سے متصل اپنے حجرہ کے قریب ایک تنہا حجرہ میں رکھا۔

میں نے دیکھا جس کمرہ میں میں نے سر غریب زہراؑ رکھا تھا وہ تمام کمرہ اس طرح منور ہو گیا جیسے اس میں ہزار شمع جل رہی ہو۔ میں اسی عالم حیرت میں تھا کہ مجھے محسوس ہوا جیسے کمرہ کی چھت میں شگاف ہوا ہے۔ اور کوئی چیز کمرہ میں آئی ہے۔ میں اس کمرہ کی چھت پر گیا۔ روشندان سے دیکھا تو نور کی ایک عماری تھی۔ جس سے کچھ سیاہ پوش مستورات نکل رہی تھیں۔ میں نے ہاتف غیبی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا سر جھکا لو آنکھیں بند کر لو رسول عالمین کی بیٹی اپنے مظلوم بیٹے کے پاس آ رہی ہے۔ یہ سنکر میری آنکھیں از خود بند ہو گئیں پھر مجھے صرف آواز سنائی دے رہی تھی نظر کچھ نہیں آتا تھا۔ پھر اسی ہاتف غیبی کی آواز آئی۔

اب مادر نبی آدم جناب حوا سر غریب کو سینہ سے لگا کر بوسہ دے رہی ہیں اور دختر محمد مصطفیٰ کو پرسہ دے رہی ہے۔

اب صفیہ بنت عبدالمطلب اپنے نواسے کے سر کو بوسے دے کر بنت خاتم الانبیاء کو پرسہ دے رہی ہے۔

اب سارہ زوجہ خلیل اللہ اپنے بیٹے کو گلے لگا کر مظلومۃ الامۃ ام الحسینؑ کو پرسہ دے رہی ہے۔

اب راحیل مادر یوسف کے پاس سر مظلوم کربلا ہے۔

اب ہاجرہ مادر اسماعیل نے سر غریب گود میں لے رکھا ہے۔

اب یوخابد ام موسیٰ نے مظلوم زہراؑ کے سر کو جھولی میں لے رکھا ہے۔

اب آسیہ زوجہ فرعون کے پاس سر حسینؑ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اب ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ نے اپنے نواسے کو اٹھا رکھا ہے۔

اب دختر مصطفیٰ نے اپنے بیٹے کو گود میں لیا ہوا ہے اور اس کے گلوئے نازنین سے ٹپکنے والے خون سے اپنی پیشانی اور سر کے بال رنگین کر رہی ہے۔

اب بنت مصطفیٰ عالم غش میں ہیں۔

پھر یکایک میرے کانوں تک کمرہ کے اندر سے گریہ کی آواز آنے لگی۔ میں نے سنا جناب زہراؑ فرما رہی تھیں۔

السلام علیک یا قتیل الام۔	اے محروم ماں کے مقتول بیٹے میرا سلام ہو۔
السلام علیک یا مظلوم الام۔	اے مجروح ماں کے مظلوم بیٹے ماں کا سلام ہو۔
السلام علیک یا سفید الام۔	اے بے بس ماں کے شہید بیٹے ماں کا سلام۔
السلام علیک یا روح الام۔	اے روح مادر میرا سلام۔
لا یداخلک ھم و لا غم۔	بیٹے اب تمام غموں سے آزاد ہو گئے ہو۔
فان اللہ سیفرج عنی و عنک۔	کبھی تو اللہ تیرے اور میرے مصائب کو ختم کرے گا اور تیرا
و یاخذ لی بثارک۔	انتقام مجھے دکھائے گا۔

یہ بین سن کر میں بے ہوش ہو گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنا وقت بے ہوش رہا۔ بعد میں مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ کمرہ ویسے کا ویسا تھا۔ اس میں کوئی آواز نہ تھی۔

Presented by www.ziaraat.com

اور خاموشی تھی۔ میں چھت سے نیچے اترا۔ کمرہ کا دروازہ کھولا۔ صندوق سے سر نکالا۔ جو خاک و خون میں غلطاں تھا۔ مشک و عنبر سے غسل دیا۔ سجادہ پر رکھا۔ قبلہ رخ بیٹھا اور یوں مخاطب کیا۔

یا رأس من رؤس بنی آدم	اے بنی آدم کے سروں میں سے محترم سر۔
یا عظیم۔ یا کریم جمیع المخلائق اظنك انت من الذین مدحهم فی التوراة والزبور والانجیل وانت الذی اعطاك فضل التاویل لان خواتین سادة الدنیا والاخرة تبکین علیك وتندبین انا اوید ان اعرفك باسمك ونسبك۔	اے تمام مخلوق سے زیادہ معزز اور مکرم سر میرے خیال میں آپ ان میں سے ہیں جن کی اللہ نے توراۃ زبور اور انجیل میں تعریف فرمائی ہے۔ آپ وہ ہیں جنہیں اللہ نے تاویل کی عنایت سے نوازا ہے۔ کیونکہ دنیا اور آخرت کے سرداروں کی مستورات آپ پر روتی ہیں اور آپ کی غربت کا ماتم کرتی ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ کو آپ کے نام اور نسب سے پہچانوں۔

سر مظلوم نے جواب دیا۔

انا المظلوم۔	میں مظلوم ہوں۔
انا المقتول۔	میں کشتۂ جور و جفا ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

انا المھموم۔ میں پسر مردہ غمزدہ ہوں
انا المغموم۔ میں مصیبت زدہ ہوں۔
انا الذی ظلما قتلت۔ میں وہ ہوں جسے ظلم سے قتل کیا گیا ہے۔
انا الذی ظلمت۔ میں وہ ہوں جس پر ہر قسم کا ظلم کیا گیا ہے۔

پادری نے عرض کیا۔ آپ کو اپنی عظمت کا واسطہ مجھے اشارات سے نہیں وضاحت سے اپنا تعارف کرائیں۔

سر سے آواز آئی۔

اے پادری اگر تو میرا نسب پوچھنا چاہتا ہے تو سن۔

انا ابن محمد المصطفیٰ۔ میں محمدؐ مصطفیٰ کا بیٹا ہوں۔
انا ابن علی المرتضیٰ۔ میں علیؑ مرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔
انا ابن فاطمۃ الزھرا۔ میں فاطمہ زہراؑ کا بیٹا ہوں۔
انا ابن خدیجۃ الکبریٰ۔ میں خدیجہ الکبریٰ کا بیٹا ہوں۔
انا ابن عروۃ الوثقیٰ۔ میں عروۃ الوثقیٰ کا فرزند ہوں۔
انا شھید کربلا۔ میں شہید کربلا ہوں۔
انا قتیل کربلا۔ میں کربلا کا مقتول ہوں۔
انا مظلوم کربلا۔ میں کربلا کا مظلوم ہوں۔
انا عطشان کربلا۔ میں کربلا میں بھی پیاسا ذبح کیا گیا ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

انا مقتول کربلا۔ میں وہ کربلا میں جس کا لباس

اتار لیا گیا ہے۔

جب میں نے سر کی یہ باتیں سنیں تو میں نے اپنے تمام شاگردوں کو جمع کیا جو تعداد میں ستر تھے انہیں یہ تمام واقعہ سنایا۔ ان لوگوں نے اپنے جسم سے صلیبیں نوچ کر پھینک دیں۔ عمامے زمین پر ڈال دیئے گریبان چاک کر لیے۔ ماتم کرتے ہوئے جناب سجاد کے پاس آئے۔ اسلام قبول کیا اور اجازت جنگ مانگی۔

آپ نے فرمایا۔

نہیں اب میں کسی جنگ کا متحمل نہیں۔ اللہ ہمارا انتقام عنقریب لے گا اور آپ لوگ سن لیں گے۔

اسی راوی ابوسعید رومی سے روضۃ الشہداء میں یہی واقعہ مزید تفصیل سے مروی ہے۔

صرف چند مقامات پر فرق ہے ایک اس واقعہ میں۔ نصر خزاعی کا بتایا گیا ہے۔ اور روضۃ الشہداء میں مسیب ابن متعقاع خزاعی کا نام ہے۔ اس واقعہ میں پادری کے نام سے بتایا گیا ہے۔ اور روضۃ الشہداء میں گرجا کے نگران اعلیٰ کا نام لیا گیا ہے۔

اس واقعہ میں پادری کے شاگردوں کا ذکر ہے۔ اور روضۃ الشہداء میں گرجا میں رہنے والے تمام افراد کا ذکر ہے۔

(ممکن ہے دونوں واقعات علیحدہ علیحدہ ہوں۔ کیونکہ تقریباً ہر منزل پر سر مظلوم کے پاس انبیاء اور امہات انبیاء اور ازواج انبیاء کی آمد کا تذکرہ ملتا ہے۔ راوی کا ایک ہونا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے۔ کوفہ سے شام

Presented by www.ziaraat.com

تک ان ملاعین کو پورے راستہ پر یہ خطرہ رہا کہ کہیں شیعیان آل محمدؐ سر اور اسیران آل محمدؐ چھین نہ لیں . نصر خزاعی نے اپنے مقام پر کوشش کی ہوگی. اور مسیب ابن منقاع خزاعی نے اپنے طور پر کوشش کی ہوگی. مترجم) .

۲۶ ویں منزل :.

حلب :.

دیر نصاری سے یہ قافلہ آگے بڑھا تو حلب پہنچا. بیرون حلب ایک جگہ ان لوگوں نے ایک یہودی کے پاس قیام کیا. جب کھانا کھا چکے تو انہوں نے شراب پی. جب شراب کے نشہ میں بدمست ہوتے تو یہودی سے کہنے لگے .

ہمارے پاس حسینؑ کا سر ہے .

یہودی نے کہا. ذرا مجھے دکھاؤ .

انہوں نے سر یہودی کے حوالے کیا .

اس نے کہا . صبح لے لینا .

انہوں نے کہا . ٹھیک ہے، ہم حفاظت سے بچ جائیں گے .

یہودی سر کو لے کر اندر گیا .. یہودی دیکھ رہا تھا کہ سر سے نور کی ایک کرن پھوٹ کر آسمان تک جا رہی ہے. اس نے سر کو مشک و عنبر سے غسل دے کر ایک طشت میں رکھا اور عرض کیا .

اشفع عند جدك — اپنے نانا کے حضور میری شفاعت کرنا .

سر نے جواب دیا .

شفاعتی للمحمد — میری شفاعت ان کے لیے ہے
یبین و لست — جو میرا نانا کی نبوت کے قائل
بمحمدی — ہیں اور تو انہیں نبی نہیں مانتا

یہ سنکر یہودی مرعوب ہو گیا۔ اس نے اپنے تمام کنبہ کو جمع کیا اور انہیں بتایا کہ یہ سر دختر محمدؐ مصطفیٰ کے جگر پارہ کا ہے۔

پھر سر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

کاش مجھے آپ کے نانا کا زمانہ نصیب ہوا ہوتا اور میں اسلام قبول کر لیتا۔

کاش مجھے آپ کا علم ہوتا اور میں اسلام قبول کر کے آپ کے ساتھ درجہ شہادت حاصل کرتا۔

سر سے آواز آئی۔ کوئی بات نہیں اگر آج بھی اسلام قبول کرے تو میں تیری شفاعت کروں گا۔

یہ بات اس یہودی کے پورے کنبہ نے سن لی تھی۔ سب نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

خرائج میں ابوالفرج نے مہران ابن الخش سے روایت کی ہے کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک شخص کو دعا مانگتے سنا وہ کہہ رہا تھا۔

یا الٰہا مجھے بخش دے۔ ویسے میں جانتا ہوں تو مجھے نہیں بخشے گا۔

یہ سنکر میں کانپ گیا اور اس کے قریب جا کر اسے کہا۔

بندہ خدا! اس وقت تو حرم خدا و رسول میں ہے آج کا دن بھی محترم ہے اور یہ مہینہ بھی محترم ہے۔

یہ کیا کہہ رہا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اس نے کہا۔ میرا گناہ ان سب باتوں سے عظیم ہے۔

میں نے کہا۔ کیا تیرا گناہ کوہ تہامہ سے بھی بڑا ہے۔

اس نے کہا۔ ہاں میرا گناہ کوہ تہامہ سے بڑا ہے۔

میں نے کہا۔ کیا تیرا گناہ کرہ ارض پر نصب شدہ تمام پہاڑوں سے بھی بڑا ہے۔

اس نے کہا۔ میرا گناہ کرہ ارض پر نصب شدہ تمام پہاڑوں سے بڑا ہے۔

میں نے کہا۔ کیا اس قابل ہے کہ تو مجھے بتا سکے؟

اس نے کہا۔ ہاں اس قابل ہے کہ میں تجھے بتا سکوں۔

میں نے کہا۔ کیا اسی جگہ بتانے کے قابل ہے۔

اس نے کہا۔

جب بتانے کے قابل ہے تو ہر جگہ بتانے کے قابل ہے لیکن ذرا تفصیل طلب ہے اس لیے طواف کنندگان کے لیے باعث تکلیف ہو گا۔ آپ طواف سے فارغ ہو لیں پھر میں باہر چل کر آپ کو بتا دوں گا۔

جب میں طواف سے فارغ ہوا تو اسے ساتھ لیا۔ حرم سے باہر آیا اور اسے کہا اب بتا۔

اس نے کہا۔

میں ان بد نصیبوں میں سے ایک ہوں جو میدان کربلا میں فوج یزید میں تھے اگرچہ میں نے وہاں ظلم کیے کم ہیں لیکن دیکھے زیادہ ہیں۔ ان تمام مظالم کی تفصیل نہ بتا سکوں گا اور نہ آپ سن سکیں گے۔

پھر میں ان کم بختوں سے ہوں جو کوفہ سے شام تک سرہائے شہداء۔ اور

Presented by www.ziaraat.com

اسیران آلِ محمدؐ لانے والے تھے۔ چونکہ ہر رات باری باری پچاس آدمیوں کو سرِ مظلوم زہراؑ کی نگرانی پر مامور کیا جاتا تھا۔ اس لیے ایک رات جب اس گروپ کی باری آئی جس میں میں بھی تھا سرِ مظلوم ایک لمبے نیزہ پر نصب تھا۔ ہم نے نیزہ کو گرجا کی ایک دیوار کے قریب زمین میں نصب کیا۔ خود کھانے کی خاطر دسترخوان لگایا۔ ابھی ہم نے کھانا شروع نہیں کیا تھا کہ دیوار سے ایک ہتھیلی برآمد ہوئی۔

اس پر لکھا ہوا تھا۔

اترجوا امة قتلت حسینا شفاعة جده یوم الحساب۔	کیا وہ لوگ جنہوں نے امام حسینؑ کو قتل کیا ہے وہ یوم قیامت جدِ حسینؑ کی شفاعت کی امیدوار ہو سکتے ہیں۔

ہم بہت زیادہ گھبرا گئے۔ ہم میں سے بعض نے اس ہتھیلی کو پکڑنا چاہا لیکن وہ غائب ہو گئی۔ ہم کھانے کی طرف متوجہ ہوئے پھر وہی ہتھیلی سامنے آئی اب اس پر لکھا ہوا تھا۔

فلا واللہ لیس لھم شفیع وھم یوم القیامۃ فی العذاب۔	بخدا جدِ حسینؑ تو کیا ان کی کوئی بھی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا اور وہ لوگ قیامت میں دائمی عذاب میں ہوں گے۔

اب پھر ہم سے کھانا چھوٹ گیا اور ہمارے کئی ساتھی جلدی جلدی اس ہتھیلی کو پکڑنے کی خاطر اٹھے لیکن وہ پھر غائب ہو گئی۔

ہم ایک مرتبہ پھر کھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر وہی ہتھیلی دیوار سے نمودار ہوئی

Presented by www.ziaraat.com

اس پر لکھا ہوا تھا۔

قد قتلوا الحسینؑ	ان لوگوں نے ایک جابر و ظالم
بحکم جور و خانو	کے حکم سے حسینؑ کو شہید کیا ہے
حکمھم حکم	ان کا یہ حکم کتاب خدا کے صریحًا
الکتاب۔	خلاف تھا۔

اس وقت میں نے تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ کھانے کو دل ہی نہیں کر رہا تھا اتنے میں گرجا کے پادری نے چھت کے اوپر سے ہمیں جھانکا اسے نیزہ کی نوک پر سر سے نور کی ایک کرن تا آسمان جاتی ہوئی نظر آئی۔ پھر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا تو ہر طرف فوج ہی فوج تھی۔

اس نے ہم سے پوچھا۔

آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں؟

ہم نے کہا۔ ہم عراق سے آرہے ہیں۔ حسین سے جنگ تھی۔

اس نے پوچھا۔ کیا حسین ابن فاطمہ بنت محمدؐ سے جنگ تھی۔

ہم نے کہا۔ ہاں اسی حسین سے جنگ تھی۔

اس نے کہا۔ لعنت ہو تم پر اگر عیسی ابن مریم کا کوئی بیٹا ہوتا تو اسے سر آنکھوں پر بٹھاتے۔ خیر تمہاری مرضی۔ اب میری ایک درخواست ہے۔ اگر تم لوگ قبول کر لو تو؟

ہم نے پوچھا۔ بھلا کیا درخواست ہے۔

اس نے کہا۔ اپنے امیر لشکر سے پوچھو۔ کہ میرے پاس موروثی طور پر دس ہزار درہم ہے۔ وہ مجھ سے لے لے اور یہ سر کوچ کے وقت تک مجھے دے دے جب کوچ

کرو گے تو واپس لے لینا۔

ہم نے جا کر شمر کو اطلاع دی۔

اس نے کہا۔ ٹھیک ہے ہمارا مقصد تو حصول دولت ہے۔ درہم گن کر لے لو۔ اور سر دے دو۔ اس میں دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ ہم سر کی حفاظت سے بھی بچ جائیں گے۔

ہم نے اسے کہا۔ درہم لے آ۔

وہ درہم لے آیا۔

ہم نے صراف کو بلایا۔ جو ترازو بھی ہمراہ لایا تھا۔ اس نے درہموں کا وزن کیا انہیں پرکھا۔ اور پانچ پانچ ہزار کی دو تھیلیوں میں ڈالا ہے اور سر راہب کے حوالہ کر دیا۔

راہب نے اس سر کو پہلے مشک عنبر سے غسل دیا۔ پھر اپنی گود میں رکھا اور ساری رات گریہ کرتا رہا۔ جب صبح کو ہم نے اس سے سر واپس مانگا تو اس نے سر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے سر میں اپنے سوا کسی پر کوئی حکومت نہیں رکھتا آپ قیامت کے دن اپنے نانا کے سامنے شہادت دیں گے کہ میں۔ اللہ کو ایک اور آپ کے نانا کو اللہ کا آخری رسول ماننے کا اعلان کرتا ہوں۔

پھر اس نے شمر سے کہا۔ میری ایک درخواست ہے اگر تو قبول کرے۔

شمر نے کہا۔ بتا کیا ہے؟

اس نے کہا۔ جتنی توہین تم اس سر کی اب تک کر چکے ہو۔ اس کی اللہ سے معافی مانگو اور مزید توہین نہ کرو۔

Presented by www.ziaraat.com

شمر نے ہنس کر کہا۔

ٹھیک ہے اب نہیں کریں گے۔

(روایت کا بقیہ حصہ ہم آگے حادثات شام میں بیان کریں گے)۔

حارث ابن وکیدہ سے مروی ہے کہ میں بھی ایک رات ان افراد سے تھا جو سر مظلوم زہرا کی نگرانی کرتے تھے۔ میں نے سر کو سورۃ کہف کی تلاوت کرتے سنا۔ میں عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گیا۔ کہ بغیر جسم کے سر کیسے تلاوت کرتا ہے۔ یہی سوچ رہا تھا کہ

سر مظلوم نے فرمایا۔

اے ابن وکیدہ۔ ہم گروہ آئمہ اس دنیا سے جانے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ہمارے لیے جسم و سر کا رابطہ ضروری نہیں ہوتا۔

ابن وکیدہ کہتا ہے کہ میں نے دل میں سوچا کہ سر کو ان سے چرا کر کربلا لے جاؤں اور جا کر دفن کر دوں۔

سر مظلوم نے فرمایا۔ اے ابن وکیدہ۔ یہ کام تیرے بس میں نہیں ہے ایسا مت کرنا۔ میرے سر کی اس توہین کی نسبت میرا قتل زیادہ اہم تھا۔ انہیں اپنے حال پہ چھوڑ دے۔ عنقریب یہ لوگ جہنم کے آتشیں طوق گلے میں پہن کر جہنم میں ہوں گے۔

۲۷ ویں منزل:۔

سر مدین :۔

حلب سے آگے یہ قافلہ مقام سر مدین میں آیا۔ یہ بہت آباد شہر تھا لوگ خوشحال

تھے۔ جب انہیں پتہ چلا کہ آج فوج یزید نے فرزند رسول کو شہید کیا ہے۔ تو ان لوگوں نے شہر کے دروازے بند کر دیئے۔ شہر پناہ پر چڑھ گئے۔ اور ان ملاعین پر لعنت کر کے ان کو پتھر مارنے لگے اور کہنے لگے اے فرزند رسول کے ملعون قاتلو! ہمارے شہر میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ جب تک ہمارا ایک آدمی بھی زندہ رہے گا اس وقت تک ہم تمہارے نجس قدم اپنے شہر میں گوارا نہیں کریں گے۔

یہ دیکھ کر جناب ام کلثوم زینب نے بھی ایک مرثیہ پڑھا۔ اور اس مرثیہ میں بنت زہراؑ نے کوفہ سے سردین تک اپنی حالت ان لوگوں کا قیدیوں سے سلوک اور سر غریب زہراؑ سے سلوک اور راستہ میں پیش آنے والے عبرت ناک واقعات کا ذکر کیا۔

۲۸ منزل۔

قنسرین:

سردین سے آگے یہ قافلہ قنسرین میں آیا۔ ابن شہر آشوب کے مطابق اس قافلہ نے قنسرین سے باہر ایک گرجا کے قریب قیام کیا۔ گرجا کے پادری نے چھت کے اوپر سے انہیں دیکھا، پھر سر کو دیکھا۔ سر سے نکلنے والی نور کی کرن کو دیکھا۔ پادری نے دس ہزار درہم دے کر ان سے ایک رات کے لیے سر لیا۔ جب پادری سر لے کے چلا تو اس نے ہاتف غیبی کی ایک آواز سنی۔

طوبیٰ لك وطوبیٰ	تجھے بھی جنت کی بشارت ہو
لمن عرف حرمته۔	اور ہر اس شخص کو جنت کی بشارت ہو جو اس کی حرمت کو پہچانتا ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

یہ آواز سنکر پادری نے اپنا سر سوئے آسمان بلند کیا۔

اور عرض کی۔ اے رب عیسیٰ تجھے نبوت عیسیٰ کا واسطہ اس سر کو حکم دے کہ میرے ساتھ بات کرے۔

سر مظلوم کربلا نے فرمایا۔ بتا تو کیا چاہتا ہے۔

پادری نے کہا۔

میں آپ سے تعارف چاہتا ہوں آپ کون ہیں؟

سر مظلوم نے فرمایا۔

انا ابن محمد المصطفیٰ	میں محمدؐ مصطفےٰ کا بیٹا ہوں۔
انا ابن علی المرتضیٰ۔	میں علیؑ مرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔
انا ابن فاطمۃ الزھرا۔	میں فاطمہ زہراؑ کا بیٹا ہوں۔
انا المقتول بکربلا۔	میں کربلا کا مقتول ہوں۔
انا المظلوم۔	میں مظلوم ہوں۔
انا العطشان۔	میں پیاسا ہوں۔

اس کے بعد سر خاموش ہوگیا۔

پادری نے اپنا منہ سر مظلوم پر رکھا اور کہا۔ جب تک میرے ساتھ میری شفاعت کا وعدہ نہیں کروگے اپنا منہ نہ ہٹاؤں گا۔

سر مظلوم نے فرمایا۔ میرے نانا کا دین قبول کرے میں شفاعت کا وعدہ کروں گا۔

پادری نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اعلان اسلام کیا۔

ان ملاعین نے پادری سے سر اور رقم لی اور آگے بڑھ گئے۔ آگے جا کر جب

Presented by www.ziaraat.com

انہوں نے رقم کو دیکھا تو وہ سنگریزے بن چکی تھی۔ انہوں نے انہیں وہیں ایک گڑھے میں دبا دیا۔ اور پادری پر غصہ کرنے لگے کہ اس نے ہم سے دھوکا کیا ہے۔ ایک دو سپاہی واپس پلٹے اور انہوں نے اس پادری کو شہید کر دیا۔ کاش یہ ظالم اپنے ساتھ قدرت کا سابقہ سلوک دیکھتے تو اپنے جرائم میں مزید اضافہ نہ کرتے۔

۲۹ ویں منزل:۔

حران:۔

قنسرین سے آگے بڑھ کر یہ لوگ حران آئے۔ بیرون حران ایک بلند ٹیلے پر ایک یہودی کا گھر تھا جو یحیٰی حرانی کے نام سے معروف تھا۔ یحیٰی نے ان کا آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ انہیں فتح کی مبارک باد دی۔ اس نے سروں کو لمبے لمبے نیزوں پر سوار دیکھا سب سے زیادہ لمبے نیزے پر سر مظلوم کربلا تھا۔ جو ماہ دو ہفتہ کی طرح چمک رہا تھا۔ اس نے دیکھا سر مظلوم کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ جب قریب گیا تو اس نے آواز سنی۔

آپ اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

یہ سنکر اس کی حیرت اور بڑھ گئی۔ اس نے دل میں سوچا اگر اس کے نانا کا دین دین حق نہ ہوتا تو جسم کے بغیر سر اس طرح تلاوت نہ کرتا۔

اس نے ان ملاعین سے پوچھا۔

یہ سر کس کا ہے۔

انہوں نے کہا۔ حسین ابن علی ابی طالب کا سر ہے۔

اس نے پوچھا۔ اس کی والدہ کا کیا نام ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

انہوں نے کہا ۔ فاطمہ بنت محمد رسول اللہ ۔

یحییٰ حرانی نے کہا ۔ اب صداقت محمد کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے ۔ اس نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا ۔ اور اسلام قبول کر لیا اس کے پاس اس وقت جتنے کپڑے تھے ۔ وہ لایا اور بنات زہرا میں تقسیم کیے جب ان ملاعین نے دیکھا تو وہ کپڑے چھین لیے ۔

یحییٰ نے کہا ۔ ظالمو ! تمہیں شرم نہیں آتی دختران زہرا ؑ سے یہ سلوک کرتے ہو ۔

انہوں نے کہا ۔ تجھے یزید سے خوف نہیں آتا کہ تو اس کے دشمنوں کی حمایت کرتا ہے ۔

اس نے کہا ۔ مجھے اللہ کے سوا کسی سے خوف نہیں آتا ۔ جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے ۔ وہ ملعون ہے ۔ اور جو ملعون کی حمایت کرتے ہیں وہ بھی ملعون ہیں ۔

انہوں نے کہا ۔ تو نے اب کے پھر اگر یزید کے سلسلہ میں کوئی بات کی تو تیرا سر اتار دیا جائے گا ۔

یحییٰ نے کہا ۔ اب حق کو پہچان لینے کے بعد مجھے زندگی سے پیار ہی نہیں رہا یہ کہہ کر یزید پر ایک مرتبہ پھر لعنت کی ۔ ان لوگوں نے تلواریں نکالی ۔ یحییٰ نے تلوار الم کر لی ۔ اور حملہ کر دیا پانچ ملاعین کو فی النار کر کے آپ جام شہادت نوش کیا ۔

۲۰ویں منزل:۔

بعلبک :۔

حران سے آگے بعلبک آئے اور بعلبک کے لوگوں نے ان کا خاصا شاندار استقبال کیا۔

ثانیہ زہرا نے اہل بعلبک کو بددعا دی۔

۲۱ویں منزل:۔

اندرین :۔

بعلبک سے آگے بڑھے تو ان لوگوں نے اندرین کے والی نصر ابن عتبہ کو جشن فتح کا لکھا۔ شام کا یہ دوسرا شہر تھا۔ نصر نے پورے شہر کو آراستہ کیا۔ جشن فتح منایا۔ لوگوں نے عید کے لباس پہنے۔ اور استقبال کے لیے تیار ہوئے۔ ادھر قدرت نے ان پر ایسا بادل مسلط کیا جو پورے شہر پر چھا گیا اس سے بجلی چمکنے لگی اور ہر بار بجلی کی چمک سے شہر کے کسی نہ کسی گھر کو آگ لگ جاتی تھی۔ حتیٰ کہ تمام کا تمام شہر جل گیا اور جشن فتح منانے والے جشن فتح بھول کر اپنا مال و اسباب سمیٹنے اور اپنے اپنے مردوں کو ٹھکانے لگانے میں مصروف ہو گئے۔

جب یہ ملاعین آئے تو انہوں نے شہر کو ویران اور اہالیان شہر کو اپنے غم میں مصروف دیکھ کر یہاں قیام نہ کیا اور آگے بڑھ گئے۔

Presented by www.ziaraat.com

۳۲ ویں منزل:۔

معرۃ النعمان:۔

شامی علاقہ کی دوسری منزل ہے۔

پہلی منزل ایدرین تھی۔

معرۃ النعمان ایک صحابی رسول۔ نعمان ابن بشیر کی وجہ سے اس کا نام بھی معرۃ النعمان ہے۔ یعنی وہ اس جگہ سے گزر رہے تھے۔ یہیں بیمار ہوئے اور اسی جگہ فوت ہو کر دفن ہو گئے۔

معرۃ النعمان کے یزیدی گورنر نے اس قافلہ کا استقبال کیا۔ رہنے کو جگہ کھانے کو طعام اور پینے کو پانی مہیا کیا۔

۳۳ ویں منزل:۔

شیزر:۔

شیزر یہ لفظ حیدر کا ہم وزن ہے۔ معرۃ النعمان کے بعد جب یہ قافلہ شیزر میں آیا۔ شیزر حماۃ کے قریب ہے۔

شیزر کے ایک بوڑھے نے لوگوں کو بتایا کہ جس ہستی کو یہ ملاعین باغی کا سر بتا رہے ہیں فی الواقع یہ نواسہ رسول کا سر ہے۔

یہ بات سنکر شیزر کے تمام جوان اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ ان ملاعین کو اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ چنانچہ جوانوں نے اپنے شہر میں داخل ہونے کا واحد راستہ پل کاٹ دیا۔ خندق میں

ہر طرف سے آگ جلا دی۔ ہتھیار نکالے اور دیوار بن کر سامنے کھڑے ہو گئے۔

خولی نے کہا۔ اے جوانو! کیا تم شام کے علاقہ میں رہنے سے تھک گئے ہو؟

جوانوں نے کہا۔ ہم تھکے تو نہیں۔ البتہ رسولؐ کے نواسہ پر ہونے والے مظالم کی داستان سنکر زندگی سے ضرور اکتا گئے ہیں۔

فوج یزید نے جب ان جوانوں کے جذبات دیکھے تو انہوں نے خود شیزر میں داخل ہونے سے گریز کیا۔ البتہ یزید کو والی شیزر کی شکایت لکھ دی۔

یزید نے جوابی کاروائی کے بطور والی شیزر کو معزول کر کے اس کا تمام گھر لوٹنے کا حکم دیا۔

۲۴ ویں منزل:۔

کفر طاب:۔

شیزر کے بعد کفر طاب آتے۔ یہ ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ اہل کفر طاب نے اپنی فصیل کے دروازے بند کر دیئے۔

خولی نے ان لوگوں کو کافی دھمکایا۔

بڑے بوڑھے تو خولی کی دھمکیوں میں آکر جوانوں سے کہنے لگے کہ۔ فساد اچھا نہیں ہوتا۔

ہم حکومت وقت سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حکومت سے بگاڑنا اچھا نہیں ہوتا۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرو جس سے فوج یزید ناراض نہ ہو۔ آخر کوفہ سے لے کر ہماری اس بستی تک بھی تو یہ لوگ ہر بستی اور ہر شہر میں آل محمدؐ کی تشہیر کرتے رہے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

اگر ہماری بستی میں بھی تشہیر ہوگئی تو ان کی عظمت میں کون سا فرق آجائے گا۔

لیکن جوان اپنی بات پر ڈٹے رہے اور انہوں نے جواب دیا کہ۔ اگر آپ لوگوں کی یہ مصلحت اندیشی نہ ہوتی تو آج کن لوگوں میں یہ ہمت کیسے ہوتی کہ آل رسول کے مردوں کو شہید کر کے ان کی مستورات کو بے پالان کے اونٹ پر سوار کر کے بستی بستی تشہیر کرائے۔

آپ اگر ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے تو نہ دیں۔ لیکن آپ ہماری مخالفت نہ کریں اگر آل رسول حق پر کٹ مرے ہیں تو ہم بھی ان کی اقتدا میں حق پر جان دے دیں گے۔

جوانوں کے یہ جذبات دیکھ کر بوڑھے پہلے تو خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر رفتہ رفتہ ایک ایک کر کے جوانوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔

کفر طابی جوانوں نے پہلے تو اپنی بستی کے گرد کھدی ہوتی خندق پر بنے ہوتے پل کو کاٹ دیا۔

پھر ان جوانوں نے فوج یزید پر حملہ کر دیا۔ فوج یزید دو حصوں میں بٹ گئی ایک حصہ تو قیدیوں اور سرہائے شہداء کو لے کر آگے بڑھ گئے اور دوسرا حصہ کفر طابی جوانوں سے مصروف پیکار ہو گیا۔

جب جوانوں نے دیکھا کہ قیدی اور سرہائے شہداء یہاں سے چلے گئے ہیں تو انہوں نے بھی اپنی تلواریں نیام میں ڈال لیں۔ اس مختصر سی جنگ میں پانچ صد یزیدی اور ستر کفر طابی کام آئے۔

جب ام کلثوم زینب بنت علیؑ نے کفر طابی جوانوں کا یہ جوش و جذبہ دیکھا۔ تو بی بی نے جناب سجاد سے پوچھا۔

Presented by www.ziaraat.com

اس شہر کا کیا نام ہے؟

جناب سجاد نے نام بتایا۔

تو بی بی نے ان کے حق میں حسب ذیل دعا فرمائی۔

اعذب اللہ شرابھم	اللہ ہمیشہ انہیں میٹھا پانی
وارخص اسعارھم	نصیب اور گرانی کبھی نہ دیکھیں
ورفع ایدی الظلمۃ	اگر پورہ کرہ ارض ظلم وجور سے
عنھم فلوان الدنیا	پر ہو جائے تو بھی اللہ انہیں
مملوۃ ظلما وجورًا لماتا	عدل وانصاف کے سایہ میں خوش و
لھم الاقسط او عدلا۔	خرم رکھے۔

۲۵ ویں منزل:۔

حماۃ:۔

کفر طاب کے بعد یہ قافلہ حماۃ میں آیا۔ حماۃ میں قیام شہر میں نہ ہو سکا کیوں کہ اہالیان شہر نے والی حماۃ سے اختلاف کیا تھا۔ البتہ والی حماۃ نے بیرون شہر ایک باغ میں اس قافلہ کو پانی اور کھانا فراہم کیا۔

ہمارے معاصرین میں سے ایک صاحب علم و فضل نے بتایا ہے کہ میں حج پر جا رہا تھا اتفاقاً حماۃ سے گزرا۔ نماز کا وقت تھا۔ ایک باغ میں بوسیدہ سی مسجد دیکھی وہاں گیا۔ وضو کر کے مسجد کے ہال میں نماز پڑھی مسجد کی ایک دیوار پر پرانا سا پردہ پڑا ہوا تھا۔ میں قریب گیا۔ پردہ کو ہٹایا تو دیکھا دیوار میں ایک پتھر نصب ہے اس پتھر پر ایک گڑھا سا پڑا ہوا ہے۔ اور کچھ خون کے تازہ دھبے بھی موجود ہیں

Presented by www.ziaraat.com

میں نے خادم مسجد سے سوال کیا کہ یہ خون، یہ پتھر، یہ پردہ۔ یہ سب کیا ہے؟

اس نے جواب دیا۔ جب قافلہ آل محمدؐ اس جگہ سے گزرا تھا تو حماۃ کے دوران قیام اسی باغ میں اسی پتھر پر سر نواسۂ رسول رکھا گیا تھا۔ اسی وقت سے آج تک یہ خون بھی موجود ہے۔ اور یہ گڑھا بھی پتھر پر سر رکھنے سے پیدا ہو گیا حتیٰ کہ گڑھے میں کٹی ہوئی رگوں کی جگہ بھی واضح نظر آ رہی ہے۔ روزانہ چوبیس گھنٹوں میں سے کسی وقت اس دیوار سے تلاوت قرآن کی آواز بھی ضرور آتی ہے اور ہر سال شب عاشور نصف شب گزرنے کے بعد اس پتھر سے نور کی ایک کرن پھوٹتی ہے۔ جو عصر عاشور تک رہتی ہے۔ اور گڑھا خون سے پر ہو جاتا ہے پھر اسی طرح منجمد ہو جاتا ہے جس طرح آپ دیکھ رہے ہیں۔ کئی برسوں سے میں یہ سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ آج تک اس پتھر کو یا اس خون کو ہٹانے کی جرات کسی میں نہیں ہوئی۔

مجھے ایک عرصہ ہو گیا ہے یہ حالات دیکھ رہا ہوں۔ میرے والد نے بھی مجھے یہی کچھ بتایا تھا اور میرے دادا نے میرے والد کو بھی یہی کچھ بتایا تھا روایت یہی ہے جو میں نے آپ کو بتائی ہے۔ اور مشاہدہ بھی یہی ہے جو میں نے عرض کیا ہے۔

میں وہاں سے باہر آیا۔ شہر حماۃ میں متعدد افراد جن میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی تھے۔ جوان بھی تھے اور بوڑھے بھی تھے ان سے اس پتھر، خون اور گڑھے کے سلسلے میں دریافت کیا۔ سب نے وہی کچھ بتایا جو خادم مسجد نے بتایا تھا۔

البتہ بعض افراد نے یہ اضافہ کیا کہ اگر حکومت معتدل اور آل محمد دشمن نہ ہو تو یوم عاشور دور دراز سے شیعہ یہاں آتے ہیں۔ اور سارا دن اس پتھر، گڑھے اور خون کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ ماتم اور سینہ زنی کرتے رہتے ہیں۔

۳۶ ویں منزل:۔

حمص:۔

حماۃ کے بعد یہ قافلہ حمص میں آیا۔ والی حمص خالد ابن نشیط کا بھائی تھا چونکہ والی حمص کو پہلے سے مطلع کر دیا گیا تھا۔ اس لیے اس نے اطراف و نواح سے لوگوں کو بلا لیا تھا۔ والی حمص کی قیادت میں یہ لوگ بصورت جلوس تین میل تک بغرض استقبال گئے۔ ان کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے علم تھے جن پر فتح یزید کے نعرے لکھے ہوئے تھے۔ خوشی کا تمام سامان موجود تھا۔

جب اہالیان حمص کو علم ہوا تو وہ سب ایک جگہ جمع ہوئے۔ انہوں نے عہد کر لیا کہ اسیران آل محمد کی حمص میں تشہیر نہیں ہونے دی جائے گی۔ چنانچہ یہ لوگ اس دروازہ پر جا کر جمع ہو گئے۔ جس سے ذریت نبی کو لایا جانے والا تھا۔ جونہی والی حمص کی قیادت میں اسیران آل محمدؐ داخل ہوئے۔ تو اہالیان حمص نے والی حمص اور اس کے ساتھ جشن فتح میں شریک ہونے والوں پر سنگ باری شروع کر دی چھتیس یزیدی فی النار ہو گئے۔

ان کا جشن غم میں بدل گیا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد یہ لوگ واپس ہو گئے۔

حمص کے جوانوں نے مشورہ کیا۔ کہ ان ملاعین نے سر فرزند رسول لے کر واپس

کربلا لے جائیں اور وہاں دفن کر دیں۔

چنانچہ انہوں نے ان کا تعاقب کیا۔ لیکن فوج یزید انہیں جل دینے میں کامیاب ہو گئی۔ فوج یزید حمص سے سیدھا راستہ لینے کی بجائے سوق الطعام اور حرسہ کی طرف ہو گئی۔ وہاں سے انہوں نے والی بعلبک کو اپنی آمد سے مطلع کیا۔

۲۷ویں منزل:۔

بعلبک:۔

والی بعلبک نے کنیزوں کا ایک طائفہ نے کر اس قافلہ کا استقبال کیا۔ کنیزیں دف بجا کر رقص کر رہی تھیں۔ اور فتح یزید کے اشعار گا رہی تھیں۔ والی بعلبک نے یزیدی سالاروں اور سپاہیوں میں سے ہر ایک کو جی بھر کے طعام کے بعد شراب سے سیراب کیا۔ بعلبک سے باہر مقام ثمانین پر ان لوگوں نے قیام کیا۔ جناب ام کلثوم زینب نے جناب سجاد سے پوچھا۔

بیٹے یہ کون سا شہر ہے۔

جناب سجاد نے عرض کیا۔

پھوپھی اماں! اسے بعلبک کہا جاتا ہے۔

بی بی نے دست دعا بلند فرمائے اور عرض کیا۔

ابا واللہ خضرا نهم	اللہ انہیں ویران کرے اور کبھی
ولا اعذب اللہ شرابہم۔	ٹھنڈا پانی انہیں نصیب نہ ہو
ولا رفع ایدی الظلمة	ان ظالموں کے سر سے کبھی جابر و
عنہم۔	ظالم حکمران کا ہاتھ دور نہ ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

یہ ملاعین خود تو اس حال میں تھے۔ دوسری طرف آل محمدؐ سے انکا سلوک یہ تھا کہ۔

سید نے کتاب الاقبال میں ابو محمد ابن علیؑ سے روایت کی ہے کہ میں نے جناب سجادؑ سے کوفہ سے شام تک کے سفر کا حال پوچھا۔

تو انہوں نے فرمایا۔

وہ شخص کیا حال دے سکتا ہے۔ جس کے ہاتھوں میں رسیاں، گلے میں خاردار طوق اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں۔ پاؤں برہنہ پشت اونٹ کے زیر شکم بندھے ہوں۔ گلے، ہاتھوں، اور پاؤں سے خون بہہ رہا ہو۔ ماں کے مخفف میں رسن بستہ مائیں۔ بہنیں اور پھوپھیاں بے پالان کے اونٹوں پر سوار ہوں۔ اور ان کے ارد گرد نیزہ بردار سفاک ہوں۔ بیوی کے اونٹ کے ساتھ شوہر کا نیزہ پر ہو۔ بہن کے اونٹ کے ساتھ بھائی کا سر نیزہ ہو۔ اور بیٹی کے اونٹ کے ساتھ باپ کا سر نیزہ پر ہو بایں ہمہ اگر بیٹی باپ کا سر دیکھ کے، ماں بیٹے کا سر دیکھ کے اور بیوی شوہر کا سر دیکھ کے آنسو بہاتی تھی تو نیزہ بردار سپاہی پشت کو نوک نیزہ سے زخمی کر دیتے تھے۔

کوفہ سے شام تک ہمارے لیے دو اہم مسائل تھے۔ ہمیں نہ بھوک کی فکر ہوتی تھی۔ نہ پیاس کی شدت کا احساس ہوتا تھا۔ نہ تھکاوٹ کا خیال آیا تھا۔ اور نہ ہی تمازت آفتاب سے تھکتے تھے صرف اور صرف دو باتیں ہمارے لیے پریشانی کا باعث تھیں۔

ایک غم پردہ کا ہوتا تھا

اور دوسرا بے ساختہ بہنے والے آنسوؤں کا روکنا۔

Presented by www.ziaraat.com

۳۸ ویں منزل :۔

دیرِ راہب :۔

بعلبک سے روانگی کے بعد اگلی رات دیرِ راہب میں گزارنے کی خاطر قیام کیا۔ یہاں جناب سجادؑ نے حوادثِ زمانہ پر ایک مرثیہ پڑھا۔ یہ پہلی رات تھی جس میں ان ملاعین نے سرہائے شہداء کو نیزوں پر بلند رکھا اور صندوقوں میں بند نہیں کیا۔

جب یہ ملاعین مخمور ہو کر خراٹے لینے لگے تو راہب نے گرجا کے اندر سے تسبیح و تہلیل کی آواز سنی اس نے گرجا کی چھت پر چڑھ کے دیکھا تو اسے گرجا کے ہر طرف نیزوں پر بلند سر نظر آتے جو مختلف سن و سال کے تھے اور ہر سر سے نور کی ایک کرن تا آسمان جا رہی تھی۔

راہب نے دیکھا جیسے آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور ان میں سے ملائکہ گروہ در گروہ ہو کر زمین پر اتر رہے ہیں۔ جو ایک سر کے قریب آ کر کہہ رہے ہیں۔

السلام عليك يا ابن رسول الله

السلام عليك يا ابا عبد الله

راہب یہ دیکھ کر جیسے مدہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ صبح ہو چکی ہے اور قافلہ کوچ کی تیاری کر رہا ہے۔

راہب نے باوازِ بلند پوچھا۔

سالارِ قافلہ کون ہے ؟

ان لوگوں نے خولی کا بتایا۔

Presented by www.ziaraat.com

راہب نے پوچھا۔ یہ سر کن لوگوں کے ہیں؟

خولی نے کہا۔ یہ باغی تھے جنھوں نے یزید کی حکومت سے بغاوت کی تھی۔ ابن زیاد نے انہیں قتل کیا ہے اور ہم ان کے سر یزید کے پاس لے جا رہے ہیں

راہب نے پوچھا۔

باغیوں کے سردار کا کیا نام تھا؟

خولی نے کہا۔ اس کا نام حسینؑ ابن علی ابن ابی طالب تھا۔ اس کی ماں فاطمہ بنت محمدؐ تھی۔ اور نانا محمد مصطفیٰؐ تھا۔

راہب نے کہا۔ اللہ تم پر لعنت کرے۔ آج میرے سامنے بہت سے راز آشکار ہو چکے ہیں۔ میں کافی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ یہ آسمان کا رنگ کیوں سرخ ہے اور زمین کیوں خون ابل رہی ہے۔ ہمیں اپنے بزرگوں نے اسی کی اطلاع دے رکھی تھی کہ جب فرزند رسول ظلم و بربریت سے شہید ہو گا تو آسمان کا رنگ خون آلود ہو جائے گا اور زمین سے خون ابلے گا۔

بھلا تمہیں کیا معلوم کہ ایسا کب ہوتا ہے۔

ہاں ایسا اس وقت ہوتا ہے جب نبی یا وصی نبی بے گناہ ظلم و جور سے شہید کیا جاتے۔

اچھا کیا میری ایک درخواست قبول کرو گے؟

خولی نے کہا۔ کیا بات ہے بتا۔

راہب نے کہا۔ صرف ایک گھنٹہ کے لیے مجھے یہ سر دے دو پھر واپس لے لینا۔

خولی نے کہا۔ تجھے معلوم ہے کہ ہم شام کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اور اب

میں یہ سر یزید سے قبل کسی کو نہیں دے سکتا۔ کیوں کہ وہی مجھے اس کا انعام بھی دے گا۔

راہب نے کہا تجھے یزید سے کتنے انعام کی توقع ہے۔

خولی نے کہا۔ کم از کم۔ مجھے ایک ایسی تھیلی تو دے گا جس میں دس ہزار متقال نقدی ہوگی۔

راہب نے کہا۔ اتنا انعام مجھ سے لے لے اور صرف ایک گھنٹہ کے لیے سر مجھے دے دے۔

خولی نے کہا۔ جا تھیلی لے آ۔

راہب نیچے اترا۔ تھیلی اٹھا کر۔ لایا خولی کے حوالہ کی۔ خولی نے سر مظلوم راہب کو دے دیا۔

راہب نے سر لیا۔ اسے بوسہ دیا۔ گریہ کیا اور عرض کیا۔

اے سید الشہداء میں بدنصیب تھا کہ آپ کی نصرت نہ کر سکا۔ آج تک میں نصرانی تھا۔ لیکن رات کو جو کچھ میں نے دیکھا ہے۔ میرا زنگ کفر دور ہو چکا ہے۔ اپنے نانا کے سامنے میرے اسلام کی گواہی دینا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔

واشھد ان محمداً رسول اللہ۔

واشھد ان علیا ولی اللہ۔

اس کے بعد اس نے سر واپس کر دیا۔ یہ ملاعین وہاں سے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں انہوں نے وہ رقم تقسیم کی۔ انہوں نے دیکھا ہر درہم پر لکھا ہوا تھا۔

سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

Presented by www.ziaraat.com

خولی نے سپاہیوں سے کہا کہ اس رقم کو یہیں زمین میں دفن کر دو اور کسی کو نہ بتانا کہ ہمارے ساتھ کیا پیش آیا۔ جب یہ لوگ ان درہموں کو دفن کر چکے تو ہر سپاہی نے ہاتف غیبی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔

اترجوا امۃ قتلت حسین — کیا وہ لوگ جنہوں نے فرزند رسول کو شہید کیا ہے قیامت

شفاعۃ جدہ یوم الحساب — کے دن اس کے نانا کی شفاعت کی امید رکھ سکتے ہیں۔

یہ اشعار سنکر ان کی وحشت اور خوف میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔

انہیں کسی نے اطلاع دی کہ خریر خزاعی تمہارے عقب میں ہے اور وہ تم سے سرہائے شہداء اور اسیران آل محمدؐ لینا چاہتا ہے چنانچہ انہوں نے وہ راستہ بدل لیا اور عسقلان کی طرف روانہ ہو گئے۔

۳۹ ویں منزل:۔

عسقلان:۔

سادہ لوح ایسے قاری جو صرف کوفہ سے شام تک کی راہ کو دیکھتے ہیں ان کے خیال میں عسقلان کا آل محمدؐ کے راستہ میں آنا انتہائی ناممکن ہے کیونکہ عسقلان راستہ سے بہت دور ہے۔ لیکن جب محققین ان حالات کا جائزہ لیتے ہیں جن حالات میں یہ قافلہ آیا تھا تو ان کے لیے راستہ سے بہت دور ہٹے ہوئے شہر عسقلان میں آنا حیرت انگیز نہیں رہتا۔ کیونکہ۔

Presented by www.ziaraat.com

یزیدی فوج کے لیے کوفہ سے شام تک قدم قدم پر کانٹے تھے۔ جیسے جیسے لوگوں کو حقیقت حال کا علم ہوتا گیا ویسے ان کے کانٹے بڑھتے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی راستہ سے دائیں ہٹ کر یہ لوگ بہت دور نکل گئے۔ اور کبھی بائیں ہٹ کر بہت دور نکل گئے۔

والی عسقلان یعقوب عسقلانی تھا جو میدان کربلا میں بھی موجود تھا خولی نے اسے اپنی آمد سے مطلع کیا۔ اس خبیث نے رقاص طائفے منگوائے۔ تمام شہر کو آراستہ کیا۔ جگہ جگہ سنہرے اور روپہلے دروازے بناتے۔ اور ہر چوک پر راگ ورنگ اور رقص وسرور کی محفلیں جمائیں۔ بیرون شہر قافلہ کا استقبال کیا۔ بیرونی تجاریں سے بنی خزاعہ کا ضریر خزاعی بھی تھا۔ جب اس نے شہر میں یہ مسرت دیکھی۔

تو کسی سے پوچھا یہ کیسی خوشی ہے؟

اس نے پوچھا۔

کیا تو مسافر ہے؟

ضریر نے کہا۔ اگر مسافر نہ ہوتا۔ تو کیوں پوچھتا؟

اس شخص نے کہا۔

حجاز میں سے ایک شخص نے یزید کی حکومت سے بغاوت کر دی تھی اور وہ عراق چلا گیا تھا یزید نے والی عراق کو اس سے نمٹنے کا حکم دیا۔ چنانچہ والی عراق ابن زیاد نے اس باغی اور اس کے تمام ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے۔ اب یزیدی فوجی جشن فتح مناتے ہوئے باغیوں کے سر اور قیدی ہمارے شہر لا رہے ہیں۔

ضریر نے کہا۔ اس باغی کا نام کیا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

اس نے بتایا۔ اس کا نام حسینؑ تھا۔ اس کے باپ کا نام علیؑ تھا۔ ماں کا نام فاطمہ بنت محمدؐ تھا۔ دادا ابوطالب اور نانا محمدؐ تھا۔

ضریر یہ سنکر کانپ گیا۔ اس دروازہ پہ آیا جس سے اسیران آل محمدؐ کو گزارا جانے والا تھا۔ پہلے پہلے رقص کرنے والی طوائف آئیں۔ پھر بے ریش لڑکے ناچتے ہوتے گزرے۔ پھر سرہائے شہداء آتے۔ ان کے بعد جناب سجاد آتے ان کے عقب میں رسول زادیاں رسن بستہ آئیں۔

ضریر جناب سجاد کے قریب ہوا۔ گریہ سے بے حال تھا سلام کیا۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ بندہ خدا تجھے کیا ہوا ہے لوگ مکانوں کی چھتوں پر بھی تالیاں بجا رہے ہیں اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے تو کیوں رو رہا ہے۔

ضریر نے گلوگیر آواز سے کہا۔

قبلہ کاش میں اندھا ہوتا اور یہ منظر نہ دیکھتا میں تو یہاں مسافر ہوں بغرض تجارت آیا ہوں۔ ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ فرزند رسول شہید ہو گیا اور دختران زہراؑ پابندرسن لائی جا رہی ہیں۔

امام سجاد نے فرمایا۔ تجھ سے مودت آل محمدؐ کی خوشبو آتی ہے اللہ تجھے جزائے خیر دے۔

ضریر نے عرض کیا۔

قبلہ اگر کوئی حکم ہو تو فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔

ضریر۔ یہاں کیا حکم ہوگا۔

اگر تیرے بس میں ہو تو میرے مظلوم بابا کا سر اٹھانے والے سے کہدے

Presented by www.ziaraat.com

کہ سر کو مستورات سے آگے لے جائے تاکہ لوگ میرے بابا کی تلاوت میں مصروف رہیں۔ اور نبی زادیوں کا پردہ محفوظ رہے۔

ضریر فوراً گیا۔ سر مظلوم اٹھانے والے کو پچاس دینار دے کر آگے جانے پر راضی کر لیا۔

پھر خدمت امام میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

قبلہ کوئی اور حکم؟

آپ نے فرمایا۔

ضریر اگر کچھ بچے ہوئے کپڑے ہوں تو ان لٹی ہوئی زہرا زادیوں کو دے دے تاکہ اپنے بالوں کو چھپا لیں۔

ضریر نے کپڑے تقسیم کیے۔ ابھی کپڑوں کی تقسیم مکمل نہیں ہوئی تھی کہ شمر ملعون نے دیکھ لیا۔ سپاہیوں کا دستہ لے کر ضریر کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔

اے جوان تو کون ہے؟

تجھے نہیں معلوم کہ یہ کیسے قیدی ہیں اور کس کے قیدی ہیں۔ تو نے کس سے اجازت لی ہے کہ ان میں کپڑے تقسیم کر رہا ہے؟

ضریر نے کہا۔ او ملعون اللہ تجھ پر لعنت کرے۔ مجھے معلوم ہے کہ قید کرنے والا والی جگر خوار ماں کا بیٹا ہے۔ اور قید ہونے والی رسول زادیاں ہیں۔

شمر نے ایک طرف سپاہیوں کو نیزوں سے چادریں چھیننے کا حکم دیا۔ اور دوسری طرف ضریر کو گرفتار کرنے کا کہا۔

Presented by www.ziaraat.com

ضریر نے جب دیکھا تو تلوار نکال لی۔ ہر طرف سے ضریر پہ پتھر، تیر، نیزے اور تلواریں برسنے لگیں۔ تنہا ایک شخص کہاں تک مقابلہ کر سکتا تھا۔ آخر نڈھال ہو کر گر گیا۔ یہ لوگ ضریر کو مردہ سمجھ کر آگے بڑھ گئے۔

رات گئے ضریر کو ہوش آیا۔ اپنے جسم کو دیکھا ہر جگہ زخم ہی زخم تھے زمین پر گھسٹتا گھسٹتا باہر کی طرف روانہ ہوا۔ اس قبرستان میں آیا جس میں انبیاء اور اولیائے ماسلف کے مزارات تھے۔ ایک جگہ سے ضریر کو گریہ کی آواز محسوس ہوئی اسی طرف آیا۔ دیکھا تو چند لوگ بیٹھے آنسو بہا رہے تھے۔

ضریر نے کہا۔

اے بندگان خدا! تمہارا پورا شہر خوشی میں ڈوبا ہوا ہے۔ ہر شخص عید منا رہا ہے۔

ہر گھر میں فتح کا جشن ہے اور تم لوگ یہاں بیٹھے مصروف گریہ ہو۔ کہیں تم بھی میری طرح مسافر ہو۔

یا اہل شہر کی عید سے اتفاق نہیں رکھتے۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

بندہ خدا! اگر تو آل محمدؐ کے محبوں سے ہے تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر فرزند رسول پر گریہ کر۔

اگر جاسوس ہے تو جا کر یعقوب کو اطلاع کر دے تا کہ وہ ہمیں محبت آل محمد کے جرم میں قتل کر دے۔ اور اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے تو اپنی راہ لے ہمیں اپنا کام کرنے دے۔

ضریر نے اپنے جسم کے زخم دکھائے اور کہا۔ اے محبان اہل بیت میرے جسم

Presented by www.ziaraat.com

کے یہ زخم گواہ ہیں کہ میں نے آل محمدؐ کی محبت کی قیمت ادا کی ہے۔ پھر ضریر نے شروع سے لے کر آخر تک اپنا تمام واقعہ سنایا ان لوگوں میں سے کچھ اٹھے اور اپنے اپنے گھروں میں گئے۔ کوئی مرہم اور پٹی کا سامان لایا۔ کوئی پانی لایا اور کوئی کھانا لایا۔ ضریر کے زخم دھوئے۔ مرہم پٹی کی۔ کھانا کھلایا۔

Presented by www.ziaraat.com

سرزمین شام

سرزمین شام وہ خطہ ہے جس کی تعریف اور مذمت دونوں چیزیں روایات و احادیث میں ملتی ہیں۔

مناسب ہوگا اگر مختصراً ہم مدح و ذمہ کی دونوں روایات قارئین کے سامنے پیش کر دیں اور امکانی طور پر ان میں تطبیق کی کوشش بھی کریں۔

مذمت شام:۔

تفسیر علی ابن ابراہیم میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ جب حضرت علیؑ کو معاویہ کی بغاوت کی اطلاع کے ساتھ یہ خبر موصول ہوئی کہ اس کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب لشکر ہے۔

تو حضرت علیؑ نے فوج کے متعلق سوال کیا۔

من ای القوم۔ معاویائی لشکر کس علاقہ سے ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

جواب میں عرض کیا گیا۔

سب کے سب اہل شام ہیں۔

تو آپ نے فرمایا۔

لا تقولوا من اھل	اہل شام مت کہو بلکہ اہل بدبختی
الشام بل قولوا	کہو، یہ لوگ اس شہر کے باسی
من اھل الشوم	ہیں۔ جس پر حضرت داؤد نے
ھم انباء مصر لعنوا	لعنت کی تھی اور اللہ نے
علی لسان داؤد وجعل اللہ	اسی سرزمین کے باسیوں کو
منھم القردۃ والخنازیر۔	سور اور بندر مسخ کیا تھا۔

قصص میں جناب صدوقؒ سے مروی ہے کہ امام محمد باقرؑ فرمایا کرتے تھے۔

نعم الارض الشام	سرزمین شام بہترین سرزمین
وبئس القوم	ہے لیکن باشندگان شام
اھلھا الیوم۔	بدترین ہیں۔

مجالس المومنین میں سرکار مفیدؒ کے ذریعہ امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ۔

لما قتل الحسینؑ بکت	جب فرزند رسولؐ شہید ہوئے
علیہ السماوات السبع	تو سات آسمان ساتوں زمینیں
والارضون السبع وما	جو کچھ ان میں سے جنت کے
فیھن وما بینھن ومن ینقلب	ما سوا اور ہر نظر آنے والی

Presented by www.ziaraat.com

فی الجنۃ وما یری وما لا یری الا ثلاثۃ اشیاء فانما لم تبک علیہ البصرۃ والدمشق وال الحکم۔

اور نہ آنے والی ہر چیز نے گریہ کیا لیکن بصرہ، دمشق اور آل حکم یہ تین نہیں روئے

کامل الزیارۃ کے مطابق امام صادق نے فرمایا ہے کہ۔

امام حسین کی شہادت کے بعد آپ کے غم میں بصرہ، دمشق اور آل عثمان کے علاوہ کائنات عالم کی ہر چیز نے گریہ کیا۔

کامل الزیارۃ ہی میں حسین ؑ ابن ثویر سے مروی ہے کہ امام صادق نے فرمایا ہے۔

شہادت فرزند رسول پر کائنات عالم کی ہر چیز نے گریہ کیا ہے سوائے تین چیزوں کے۔ بصرہ۔ دمشق اور آل عثمان۔

ان روایات کی طرح دیگر روایات بھی بکثرت موجود ہیں جن میں دمشق کا نام لیکر اہل دمشق کی مذمت کی گئی ہے۔ جہاں تک روایات مدح کا تعلق ہے وہ بھی از روئے تعداد کم نہیں ہیں۔

جن میں بتایا گیا ہے کہ سرزمین شام محل انبیاء ہے اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو مدح وذم کی ان دونوں قسم کی روایات میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے کیوں کہ جہاں تک بذات خود سرزمین کا تعلق ہے وہ کئی اعتبار سے مقدس ہے۔ لیکن جہاں تک اہالیان شام کا تعلق ہے وہ ہر لحاظ سے ہر دور میں قابل مذمت رہے ہیں۔ اکثر انبیاء اس خطہ میں آتے۔ اور اسی خطہ کے باشندوں نے خون انبیاء سے اپنے ہاتھ سرخ کیے۔ جناب دانیال کو انہی لوگوں نے زندہ درگور کیا۔ جناب عیسٰی کو انہی لوگوں نے سولی پر چڑھانے کی کوشش کی۔

Presented by www.ziaraat.com

جناب ذکریا کو انہی لوگوں نے آرا سے دو نیم کیا۔

جناب مریم کی عصمت کو انہی لوگوں نے داغدار کیا۔

بت تراشی اور بت پرستی انہی لوگوں کا شعار تھی۔

تاریخ کا معتد بہ حصہ اہالیان شام کے ان جیسے سیاہ کارناموں سے سیاہ ہے۔ ناقہ صالح کو پئے کرنے والے یہی شامی تھے۔

پھر خاتم الانبیاء کے فرزند گرامی کا بے گناہ خون بھی انہی کے دامن پہ نمایاں ہے۔

سب سے بڑھ کر وہ ظلم جو کسی نبی کی امت نے اپنے نبی کی ذریت پر نہیں کیا وہ ظلم بھی انہی شامیوں نے اپنے حصہ میں لیا اور نبی زادیوں کو سر و پا برہنہ بے پالان کے اونٹوں پر دربار یزید میں پیش کیا۔

یہ شامی ہی تھے جنہوں نے فرزند رسول کے سر پہ مے نوشی کی۔ اور دستر خوان لگا کر کھانا کھایا۔

یہ شامی شہزادہ یزید ہی تھا جس نے اپنی کل۔ تین برس کی حکمرانی میں تین وہ کام کیے جن سے آج تک تاریخ اسلام کی پیشانی عرق آلود ہے

اپنی حکومت کے پہلے سال فرزند خاتم الانبیاء کو شہید کیا اور نبی زادیوں کو رسن بستہ اپنے دربار میں پیش کیا۔

حکومت کے دوسرے سال اس نے مدینۃ الرسول میں قتل و غارتگری کا عمومی حکم دیا جس کے متعلق تواتر کے ساتھ احادیث نبویہ موجود ہیں کہ۔ اہل مدینہ کو خوف زدہ کرنے والا جہنمی کتا ہوگا

اس ظالم کی فوج نے اس بے دردی سے مدینہ میں سفا کا نہ مظاہرہ

کیا کہ۔

التبر المذاب کے مطابق بروایت واقدی ابن اسحاق ابن ہشام جب مدینہ کے مہاجرین و انصار کا وفد شہادت غریب رسول کے بعد یزید کے پاس دمشق آیا۔ اور شکوہ کیا۔ تو اس مسلمان نما کافر نے اس وفد کو کوئی اہمیت نہ دی بلکہ ارکان وفد کو چڑانے کی خاطر ان کی موجودگی میں بھرے دربار میں شراب پیتا رہا طنبورہ بجاتا رہا۔ اور نبی کریم اور نبوت کا مذاق اڑاتا رہا۔

یہ سب کچھ آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ارکان وفد واپس مدینہ آئے اور انہوں نے تمام موجود صحابہ کو دربار دمشق کی جملہ کیفیات سے مطلع کیا۔ تو انہی صحابہ نے اس کی بیعت کی جوا اپنے گلے سے اتار پھینکا اور اس کے مقررہ کردہ والی مدینہ عثمان ابن محمد ابن ابو سفیان کو مدینہ سے باہر نکال باہر کیا۔ جن صحابہ نے ابوبکر کی بیعت کی تھی۔ ابوبکر کے حکم سے عمر کو خلیفہ تسلیم کیا تھا۔ سے اس کی بنائی گئی شورہ کمیٹی کو قبول کیا تھا۔ عثمان کی بیعت کی تھی۔ اور ام المومنین عائشہ کے جھنڈے تلے۔ جمع ہو کر خلیفہ وقت کے خلاف جنگ جمل میں حصہ لیا تھا۔

انہی صحابہ نے غسیل ملائکہ کے پوتے عبداللہ ابن حنظلہ کی بیعت کر لی تھی۔

ابن حنظلہ نے منبر پہ بیٹھ کر اعلان کیا تھا۔

لوگو! ہم نے یزید کی بیعت کا جوا اس وقت اتارا ہے جب ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ اگر اب اس بیعت پر رہے تو ہم پر آسمان سے عذاب خدا نازل ہو گا۔

یزید وہ شخص ہے جس کی نگاہ میں۔ ماں۔ بیٹی۔ بہن اور بیوی سب برابر ہیں۔ فسق و فجور کی اس انتہا کو پہنچ گیا ہے کہ اس وقت وہ ماں۔ بہن اور بیٹی تک

Presented by www.ziaraat.com

سے منہ کالا کر چکا ہے۔

سر عام شراب پیتا ہے۔ اولاد انبیاء کا قاتل۔ قیامت کا منکر۔ وحی کا انکاری اور قرآن کا منکر ہے۔

بخدا! اگر میرے ساتھ ایک بھی شخص نہ ہوتا۔ یا اب نہ رہے تو میں تنہا میدان میں کھڑا رہ کر تحفظ ناموس اسلام کی خاطر جو کر سکوں گا کروں گا۔

جب یزید کو یہ اطلاع ملی تو اس نے مسلم ابن عقبہ کو شامیوں کا ایک لشکر دے کر مدینہ فتح کرنے کی خاطر بھیج دیا۔

مدائنی نے اپنی کتاب۔ وقعۃ الحرہ۔ میں نقل کیا ہے کہ۔

فوج یزید تین دن تک مدینہ میں عام قتل و غارت کرتی رہی۔ عصمت دری کی انتہا ہو گئی۔ قریش انصار اور مہاجرین سرداروں میں سے سات سو افراد قتل ہوئے۔

دس ہزار مقتول ایسے تھے جو عوام سے غیر معروف تھے مدینہ کی گلیوں میں خون سیلاب کی طرح بہتا تھا۔ خون کی سطح اتنی بلند ہوئی کہ روضہ رسول تک پہنچ گیا۔

مسجد نبوی خون سے لبریز ہو گئی۔

شعبی کے مطابق واقعہ حرہ کے بعد مدینہ کی دس ہزار کنواری لڑکی نے بچے جنے۔

تیسرا کام جو اس خبیث نے کیا وہ تھا بیت اللہ پر آتش بازی جس کے نشانات آج تک کوہ فاران کے پتھروں پر بصورت سیاہی نظر آتے ہیں۔ ہوا یوں کہ عبداللہ ابن زبیر جو ام المومنین عائشہ کا بھانجہ اور ابوبکر کا نواسہ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ

Presented by www.ziaraat.com

فرزند رسول کی شہادت کے بعد عام لوگ یزید سے متنفر ہو چکے ہیں۔ اب لوہا گرم ہے۔ اگر میں بھی اقتدار سے اپنا حصہ بانٹ لوں تو میرے مقدر بھی کھل جائیں گے۔

یہ چونکہ مکہ میں امام حسین سے پہلے پہنچا ہوا تھا۔ اور امام حسینؑ کی مکہ میں سکونت کے عرصہ میں جس قدر ذہنی تکلیف اسے تھی اور کسی کو نہ تھی۔ امام حسینؑ تو مکہ سے سوئے کربلا روانہ ہو گئے تھے۔

لیکن اس نے مکہ کو مستقل اڈہ بنا لیا۔ شہادت امام حسینؑ کے بعد جب واقعہ حرہ پیش آیا تو اس کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔

چنانچہ اس نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے لوگوں سے بیعت لینے میں مصروف ہو گیا۔ جب یزید کو اطلاع ملی تو اس نے مسلم ابن عقبہ کے نام مدینہ میں ہی حکم بھیجا کہ مدینہ کے مہاجرین و انصار کی سرکوبی کے بعد مکہ میں ابن زبیر کی خبر بھی لے لینا۔

یہ خبیث تو راستہ ہی میں فی النار ہو گیا۔ اس نے حصین ابن نمیر کو اس مہم کا انچارج بنا دیا۔ حصین نے یزید کو مسلم کی خبر ہلاکت دینے کے ساتھ ساتھ اپنے متعلق پوچھا۔ یزید نے اس کی فوج سالاری پر صاد کر دی اور آگے لشکر لے کر آ گیا۔ مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابن زبیر نے مکہ سے نکلنے سے انکار کر دیا۔

اس نے توپیں نصب کیں اور خانہ خدا پر آتش باری شروع کر دی۔ بیت اللہ منہدم ہو گیا۔ غلاف کعبہ جل گیا بیت اللہ کو جلانے کے بعد تیسرے ماہ یزید اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔

☆

Presented by www.ziaraat.com

نسب یزید :۔

کامل الزیارۃ میں داؤد ابن فرقد سے مروی ہے کہ میں نے امام صادق سے سنا ہے فرما رہے تھے ۔

جناب یحییٰ اور فرزند رسول کا قاتل حرامزادہ تھا ۔

سوال :۔

بعض افراد یہ سوال کرتے ہیں کہ امام حسینؑ کے قاتل سے مراد یزید نہیں بلکہ شمر ہے کیونکہ یزید تو شام میں تھا جس شخص نے خنجر بدست ہو کر امام حسینؑ کو شہید کیا وہ یزید نہیں شمر تھا پھر یزید کو حرامزادہ ثابت کرنے کی خاطر کیسے قاتل فرزند رسول بنایا جاتا ہے ؟ یا یزید کو قاتل امام حسینؑ ثابت کر کے کیسے حرامزادہ کہا جا سکتا ہے ۔

اس انکار کے لیے ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے امام اہل سنت سبط ابن جوزی کا پیش کردہ جواب سامنے رکھ دیتے ہیں ۔ بالکل یہی سوال سبط ابن جوزی سے کیا گیا تھا ۔

اس نے جواب میں یہ شعر پڑھ کر سنا دیا ۔

من یا لعراق لقد ابعدت مرماک سہم اصاب و رامیہ بذی سلم

اگر ایک شخص مقام ذی سلم پر کھڑے ہو کر تیر مارے اور وہ تیر عراق کے کسی باشندے کو جا لگے تو قاتل وہی تیر انداز ہوگا ۔ اور زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا کہ تیر انداز نے بڑا لمبا نشانہ

لیا ہے۔

یزید جونہی اپنے باپ کی گدی پر بیٹھا تو اس نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ یزید نے والی مدینہ کو خط لکھا۔ خط لکھ لینے کے بعد ہر قاری سمجھ سکتا ہے کہ فرزند رسول کا قاتل یزید کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ خط ملاحظہ فرمائیے۔

روضۃ الصفاء

ان ابی معاویۃ الذی	میرا باپ معاویہ جو روئے ارض
کان خلیفۃ الارض	کے مشرق و مغرب کا حکمران تھا
شرقاً وغرباً استراح	دنیا سے آخرت کی طرف چلا
عن الدنیا وصار الی	گیا ہے۔ اس نے مجھے اپنی
الاخرۃ ولقد جعلنی	زندگی میں ولی عہد بنا دیا تھا اور
خلیفۃ فی حیوتہ و	مجھے وصیت کی تھی کہ ابوتراب ؑ
اوصی الی ان احذرمن	کی اولاد سے ہوشیار ہوں۔
ولد ابی تراب وانت	اے ولید تجھے علم ہونا چاہیے
یا ولید لتعلمن ان	کہ اللہ جو جبار اور منتقم ہے
المنتقم الجبار لیاخذ من	وہ خون عثمان کا بدلہ آل ابوطالب
آل ابی طالب ثاوالشہید	سے لے گا اور اس انتقام کا ذریعہ
المظلوم عثمان ابن عفان	آل ابوسفیان کو بنائے گا۔
ولیجعلن الواسطۃ فی ذلک	میرے اس خط کے مضمون

Presented by www.ziaraat.com

آل ابی سفیان فخیث ما وقفت علی مضمون الکتاب فخذ من اہل المدینة بیعتی ولا تمہل وخذ بیعتی من الاشراف الاربعة وبالخصوص من الحسین ابن علیؑ واضرب عنقہ ان امتنع منہا وابعث الی برأسہ والسلام۔

سے آگاہی کے بعد اہل مدینہ سے بیعت لے کسی کو مہلت نہ دے۔ مدینہ کے چار شرفاء سے بھی بیعت لے بالخصوص حسینؑ ابن علی سے میرے لیے بیعت لے اگر وہ میری بیعت سے انکار کرے تو اس کی گردن مار کے سر میری طرف بھیج دے۔

والسلام

خط کا اصل متن روضة الصفاء سے آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اس کے مندرجات پر غور فرمائیں اور پھر فیصلہ کریں کہ قاتل فرزند رسول کون ہے؟

فرزند رسول کو کس جرم میں قتل کیا گیا ہے؟

کیا فرزند رسول کا جرم بیعت سے انکار تھا؟

کیا ابن زیاد نے اپنی طرف سے فرزند رسول کو شہید کرنے کا حکم دیا تھا؟

I۔ یزید کہتا ہے میرا باپ مشرق و مغرب کا حکمران تھا۔

II۔ میرے باپ نے زندگی میں مجھے ولی عہد بنا دیا تھا۔

III۔ میرے باپ نے مجھے اولاد علیؑ سے ہوشیار رہنے کی وصیت کی تھی یزید کا یہ جملہ ان لوگوں کے لیے مقام فکر ہے جو یہ کہتے ہیں کہ معاویہ نے یزید

Presented by www.ziaraat.com

کو وصیت کی تھی کہ حسینؑ ابن علی تیرا رشتہ دار ہے۔ اس سے حسن سلوک کرنا۔

IV۔ اللہ انتقام عثمان آل ابوطالب سے بواسطہ آل ابوسفیان لے گا۔ اس جملہ سے یزید کی بدباطنی صاف واضح ہے۔ یزید نے بیعت کو تو صرف بہانہ بنایا تھا۔ فی الواقع انتقام عثمان کے بہانہ سے یزید آل ابوطالب کو نابود کرنا چاہتا تھا۔ اور یہ یزید کا انفرادی نظریہ نہیں تھا بلکہ یزید کو حکومت میں وراثتہً ملا تھا۔ عثمان کا نام بھی صرف امت مسلمہ کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی خاطر استعمال کیا گیا ہے۔ ورنہ اصل میں مقتولین بدر کا انتقام تھا جو آل ابوطالب سے لیا جانا تھا کیونکہ مکی کفار کی اکثریت اولاد ابوطالب کے ہاتھوں فی النار والسقر ہوئی تھی۔

V۔ چار شرفاء سے بیعت لینا اور بالخصوص حسینؑ ابن علی سے بیعت لینا۔ اگر حسینؑ بیعت سے انکار کرے تو اس کا سر تن سے جدا کر کے میری طرف بھیجنا۔

یعنی اگر دوسرے انکار کر دیں تو کوئی حرج نہیں لیکن حسینؑ انکار کرے تو اسے قتل کر دینا۔

کیا اس خط سے یہی نہیں سمجھا جا رہا کہ۔

یزید کو وصیت میں جو کچھ کہا گیا تھا یزید اس پر عمل کر رہا تھا۔ معاویہ نے یہی کہا ہو گا۔ بیٹے علیؑ اور حسنؑ کو تو میں نے سنبھال لیا ہے اب ابوطالب کی اولاد سے حسینؑ باقی ہے اور اسے تو نے ختم کرنا ہے۔

مثالب الصحابہ کے مطابق۔ میسون بنت بجدل کلبی اگرچہ معاویہ کی زوجیت

Presented by www.ziaraat.com

ہیں تھی لیکن اس کے مراسم اپنے باپ کے غلام سے تھے۔ اور یزید اسی غلام کا بیٹا تھا۔

حبیب السیر کے مطابق جب یزید اپنی ماں میسون کے شکم میں تھا معاویہ نے میسون کو طلاق دے دی تھی۔ کیونکہ اسے پتہ چل گیا تھا کہ میسون کے اپنے باپ کے غلام سے تعلقات ہیں۔

یزید کو عداوت آل محمدؐ وراثتہ ملی تھی۔ معاویہ نے یہ عداوت یزید کی رگ رگ میں بٹھا دی تھی۔ خود معاویہ عداوت آل محمدؐ پر پلا بڑھا تھا۔

زمخشری کی ربیع الابرار اور ابن عبدربہ کی عقد الفرید کے مطابق جب معاویہ کو فرزند رسول امام حسنؑ کی شہادت کی اطلاع ملی تو فرط مسرت سے جھوم اٹھا۔

کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

شارکھم فی الاموال والاولاد۔	تو بنی آدم کے مال اور اولاد میں شریک رہ جانا تجھے اجازت ہے۔

یہ آیت ذات احدیت کی جانب سے شیطان کو خطاب ہے۔ جب شیطان رجیم ہو کر بارگاہ خالق سے نکلنے لگا تھا اور اس نے مہلت مانگی تھی تو ذات احدیث نے وقت معلوم تک کی مہلت دینے کے بعد اسے یہ فرمایا تھا۔

آپ نے فرمایا کہ شیطان جب شریک اولاد ہونا چاہتا ہے تو وہ عورت سے وہی سلوک کرتا ہے جو شوہر کرتا ہے۔

کسی نے عرض کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

قبلہ پتہ کیسے چلتا ہے؟

آپ نے فرمایا۔

ہماری محبت یا ہمارے بغض سے۔ ہمارا محب اپنے باپ کا اور ہمارا دشمن شیطان کا نطفہ ہوتا ہے۔

عداوت فرزند رسول و یزید :۔

بعض حقائق ناآشنا مورخین یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے مابین نسبی عداوت تھی۔ اس سلسلہ میں ایک خود ساختہ واقعہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ۔ ہاشم اور امیہ جڑواں بھائی تھے۔ دونوں کی پشتیں باہم ملی ہوئی تھیں انہیں تلوار سے جدا کیا گیا تھا۔ یہ دیکھ کر کاہنوں نے کہا تھا کہ ان دونوں کے درمیان ہمیشہ تلوار چلتی رہے گی۔ یہی نسبی عداوت تھی جو واقعہ کربلا کا سبب بنی ہے۔

اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جاتے تو یہ دعوے صرف دعوے ہی رہ جاتا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت سامنے نہیں آتی۔

کیونکہ اولاً تو محقق مورخین اس واقعہ ہی سے انکار کرتے ہیں کہ ہاشم اور امیہ جڑواں تھے۔ ان کے مطابق امیہ ہاشم کا بھائی نہیں بلکہ غلام تھا۔

ثانیاً۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ہاشمی اور اموی عداوت اس وقت سامنے آتی جب آنحضورؐ نے تبلیغ اسلام شروع کی۔ تبلیغ اسلام سے قبل بنی ہاشم کے اقتدار سے حسد کرنے والے دیگر قبائل میں سے بنی امیہ بھی ایک قبیلہ تھے۔ جس طرح دیگر قبائل عرب بنی ہاشم کا کعبہ پر اقتدار گوارا نہیں کرتے تھے اسی طرح بنی امیہ

Presented by www.ziaraat.com

کو بھی یہ اقتدار چبھتا تھا۔ چونکہ بنی امیہ نسبتاً دیگر قبائل سے افرادی اعتبار سے زیادہ تھے اس لیے دیگر حاسد قبائل بنی ہاشم کے خلاف انہیں ہی آگے رکھتے تھے۔

تبلیغ اسلام کے آغاز سے قبل کسی بھی تاریخ میں ہاشمی اور اموی کھلے میدان میں ایک دوسرے سے نبرد آزما نظر نہیں آتے۔

ثالثاً:۔

اگر یہ بات درست تسلیم کر لی جائے تو فتح مکہ کے وقت جناب عباس جو بنی ہاشم سے تھے ہی ابو سفیان کو اپنے گھوڑے پر سوار کر کے آنحضور کی خدمت میں لائے تھے اور ابو سفیان نے شکست تسلیم کر لی تھی۔ نسبی عداوت کا تو تقاضا یہ تھا کہ جناب عباس ابو سفیان کو قتل ہونے دیتے۔ پھر یہ جناب عباس ہی تھے جن سے مدینہ میں ابو سفیان نے کہا تھا کہ۔

مسلمان ہمیں طعنے دیتے ہیں کہ تم دشمن اسلام تھے۔ آپ آنحضور سے سفارش فرمائیں کہ وہ ہمیں اپنے قرب کا موقعہ دیں تاکہ مسلمانوں کے طعنے کم ہو جائیں۔

چنانچہ جناب عباس ہی کی سفارش پر آنحضور نے معاویہ کو اپنے پاس خط لکھنے کی خاطر بٹھایا۔

جسے بعد میں کاتب وحی کا لقب دے دیا گیا۔

اور اگر نسبی عداوت ہوتی تو جناب عباس ابو سفیان کی سفارش کیوں کرتے؟

تبلیغ اسلام کے بعد ابو لہب جو بنی ہاشم سے تھا آنحضور کے دشمنوں سے شمار ہوتا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

اگر مقصد اختصار نہ ہوتا تو اس ضمن میں مسلمہ تاریخوں سے ہاشمی اور اموی کی بے شمار ایسی مثالیں پیش کی جاتیں جن سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ خاندانی عداوت کا واقعہ خانہ ساز ہے۔

بعض مورخین نے ایک سبب کسی عورت کا واقعہ بھی لکھا ہے کہ۔ کہ یہ واقعہ فوری عداوت کا باعث بنا تھا۔ لیکن یہ واقعہ بھی ان مورخین کی ذہنی ساخت ہے۔ کیونکہ۔

اولاً تو یہ واقعہ خود متنازعہ فیہ ہے۔ بعض مورخین نے عبداللہ ابن عامر کی بیوی بتائی ہے اور بعض مورخین نے عدی ابن حاتم کی بیوی کا نام لیا ہے۔ یہ مورخین آج تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ ان میں سے کون تھی؟

ثالثاً:

تاریخ کربلا میں کسی بھی مقام پر نہ تو فوج یزید کی طرف سے اور نہ انصار حسینؑ کی طرف سے اس واقعہ کا کہیں تذکرہ ہوا ہے۔ اگر فوری سبب عداوت یہی ہوتا تو کم از کم کہیں تو اس کا تذکرہ بھی آتا۔ تاریخ کربلا میں اگر کچھ ملتا ہے تو وہ صرف اور صرف یہ ہے کہ۔

فوج یزید کی طرف سے خون عثمان کے انتقام کا نعرہ لگا ہے۔ اور

انصار فرزند رسول کی طرف سے دین خدا اور توحید و رسالت کا نعرہ لگا ہے۔

ممکن ہے۔ بعض خام ذہن یہ خیال کریں کہ۔ چونکہ ایک عورت کی بات تھی۔ اس لیے اسے بیچ میں نہیں لایا گیا۔ تو ایسے لوگوں کی خدمت میں عرض ہے کہ۔

Presented by www.ziaraat.com

اگر یزید کا دوسرا ہر فسق و فجور سامنے لایا جاسکتا ہے تھا تو پھر اس واقعہ کے تذکرہ میں کیا حرج تھا۔

جب کہ ظاہری لحاظ سے اس واقعہ میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی آپ واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

چونکہ واقعات دو ہیں ان لیے میں دونوں واقعات کے مشترکہ نکات پیش کر رہا ہوں۔

یزید نے ام خالد کو دیکھا یا اپنے کمرہ میں اس کی دیوار پر منقش تصویر دیکھی۔ یزید اس پر عاشق ہو کر صاحب فراش ہو گیا۔ معاویہ نے وجہ پوچھی۔ اور جب اسے معلوم ہوا تو اس نے عمرو عاص سے مشورہ کیا۔ عمرو عاص نے کہا اس عورت کے شوہر کو انعامات سے نوازا اسے شام میں بلا۔ پھر میں سنبھال لوں گا۔

معاویہ نے بے شمار انعامات بھجوائے۔ شام آنے کی درخواست کی دولت کی چکاچوند دیکھ کر وہ آپے میں نہ رہا۔ اور شام آ گیا۔ فوراً شرف باریابی ملا دربار میں بیٹھنے کے بعد عمرو عاص نے پوچھا۔

کیا تیری بیوی بھی ہے؟

اس نے کہا۔

ہاں میں شادی شدہ ہوں اور بیوی ہے۔

عمرو نے سر پیٹ لیا۔

اس نے پوچھا۔

کیا بات ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

عمرو نے کہا۔

معاویہ تجھے اپنی بیٹی رملہ کا رشتہ دینا چاہتا تھا۔

اس نے کہا۔ اب کیا ہوگا۔

عمرو نے کہا۔ اگر معاویہ تجھ سے بیوی کا پوچھے تو کہہ دینا کہ میری بیوی نہیں ہے۔

اس نے کہا ٹھیک ہے۔

کچھ دیر بعد معاویہ نے احوال پرسی کی۔ اور اسی دوران معاویہ نے پوچھا۔

کیا تیری بیوی ہے۔

اس نے کہا نہیں ہے۔

معاویہ نے کہا۔

اگر ہو تو وہ مطلقہ بائنہ ہوگی

اس نے کہا۔ ہاں۔

معاویہ نے کاتب سے کہا۔ یہ لکھ لے۔

کاتب نے طلاق لکھ لی۔

پھر معاویہ نے ابوہریرہ کو اس عورت کے پاس بھیجا کہ جا کر اسے ایک تو اطلاع دے کہ تجھے تیرے شوہر نے طلاق دے دی ہے۔ اور دوسرے یزید کے لیے خواستگاری کر۔ ساتھ ہی معاویہ نے کافی سے زیادہ تحائف بھی دیتے ابوہریرہ تحائف لے کر مدینہ آیا۔

اسنے یہیں پہلے عبداللہ ابن عمر علیہ سلیک کے بعد اسے تمام واقعہ

سنایا عبداللہ نے کہا۔

یزید کے ساتھ میرا تذکرہ بھی کر دینا۔

دوسرے نمبر پر عبداللہ ابن زبیر ملا۔ اس نے بھی ابوہریرہ سے اپنا نام پیش کرنے کو کہا۔

تیسرے نمبر پر امام حسینؑ ملے انہوں نے بھی اپنا نام فہرست میں شامل کرا دیا۔

ابوہریرہ اس عورت کے پاس پہنچا اسے تمام حالات بتائے۔ پھر بتایا کہ یزید کے علاوہ عبداللہ ابن عمر۔ عبداللہ ابن زبیر۔ اور امام حسین بھی خواستگار ہیں۔

عورت نے کہا۔

آپ مشورہ دیں میں ان میں سے کسے منتخب کروں۔

ابوہریرہ نے کہا۔

اگر ایسی جگہ جانا چاہتی ہے جہاں صرف دولت ہی دولت ہو دین کا نام نہ ہو تو یزید سے شادی کرلے۔

اگر۔ ایسی جگہ جانا چاہتی ہے جہاں صرف دین ہی دین ہو دنیا نہ ہو تو امام حسینؑ سے شادی کرے۔

اگر ایسی جگہ جانا چاہتی ہے جہاں نہ دین ہو دنیا تو کسی اور کو منتخب کرلے۔

عورت نے کہا۔

دنیا جیسے تیسے گزر جائے گی۔ دین اچھا ہے لہذا میں امام حسینؑ کو منتخب

کرتی ہوں۔

چنانچہ ابوہریرہ نے اسی رقم کے حق مہر پر جو شام سے معاویہ کی طرف سے لایا تھا۔

امام حسینؑ سے عقد پڑھ دیا۔

کچھ عرصہ انتظار کے بعد اس کے شوہر نے عمرو عاص سے کہا کہ میں اپنی پہلی بیوی چھوڑ بیٹھا ہوں اور معاویہ ابھی تک اپنی بیٹی نہیں دے رہا۔

تو عمرو عاص نے مسکرا کے کہا۔

بندہ خدا! معاویہ کہتا ہے جب تو نے میری بیٹی کی خاطر اتنی حسینہ کو طلاق دے دی ہے تو کل اگر تجھے میری بیٹی سے بھی اچھی عورت مل جائے تو تو میری بیٹی کو بھی طلاق دے دے گا۔ ایسے بے اعتماد آدمی سے میں رشتہ نہیں کرتا۔

اب یہ روتا دھوتا واپس مدینہ آیا۔ بُرا حال تھا۔ امام حسینؑ سے بھی ملاقات ہوئی۔

آپ نے پوچھا۔

یہ کیا شکل بنا رکھی ہے۔

اس نے عرض کیا۔

دھوکا میں مارا گیا ہوں۔

آپ نے مسکرا کے پوچھا کیا بیوی کے لیے پریشان ہے؟

اس نے کہا۔

ہاں۔

Presented by www.ziaraat.com

آپ نے اسے بٹھایا۔ کھانا کھلایا۔
پھر اس عورت کو بلایا۔ اور فرمایا۔
جب سے تو میرے عقد میں آئی ہے میں نے تجھے ہاتھ تو نہیں لگایا؟
عورت نے کہا۔ نہیں۔
آپ نے فرمایا۔ اگر تجھے موقع مل جائے تو اپنے اس سابقہ شوہر سے شادی کرے گی۔
عورت نے کہا۔ ہاں کرلوں گی۔
آپ نے فرمایا۔
تو پھر اس وقت سے میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ عدت گزارنے کے بعد اس سے شادی کر لینا۔
جب ابوہریرہ واپس شام گیا۔ اور اس نے معاویہ کو واقعہ سنایا تو۔
معاویہ نے کہا۔
بندہ خدا! ہمارے پیسے سے لوگوں کی شادیاں کراتا پھرتا ہے۔ میں نے تجھے کس لیے بھیجا تھا اور تو کیا کر کے آیا ہے؟
ابوہریرہ نے کہا۔
جہاں تک مال کا تعلق ہے تو وہ تجھے وراثت میں ابا جان سے نہیں ملا تھا۔ امت مسلمہ کا مال ہے۔ اس مال سے اگر تیرا بیٹا یزید شادی کر سکتا ہے تو فرزند رسول کیوں نہیں کر سکتا۔
جہاں تک عورت کا تعلق ہے اگر وہ تیرے بیٹے کو قبول کر لیتی تو میں زبردستی فرزند رسول سے نکاح نہیں کر سکتا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

یہ ہے واقعہ۔ اس واقعہ میں اگرچہ معاویہ اور عمرو عاص کی طرف سے فریب دیا گیا ہے۔ لیکن یہ ایسا فریب نہیں ہے جسے چھپانے کی ضرورت ہو کیونکہ اصل کمزوری تو اس عورت کے شوہر میں تھی اگر وہ معاویہ کی دارائی کا لالچ نہ کرتا تو معاویہ یا عمرو عاص اسے مجبور تو نہیں کر سکتے تھے۔

چونکہ یہ واقعہ واقعہ کربلا کے بعد بعض سیاسی مصالح کے پیش نظر گھڑا گیا ہے۔ اس لیے واقعہ کربلا میں اس کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ یہ تو صرف یزید کے دستر خوان پر پلنے والوں نے یزید کی طرف داری میں نواسہ رسول کو متہم کرنے اور خون حسین کے زور کو کم کرنے کی خاطر بنایا گیا ہے۔

اصل سبب عداوت:۔

جو سبب عداوت خود امام حسینؑ نے بتایا ہے اصل سبب عداوت ہے اور تاریخ بھی اسی سبب کی مؤید ہے۔

وہ سبب عداوت اس واقعہ میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

مروان جب معاویہ کی طرف سے مدینہ میں گورنر تھا۔ تو معاویہ نے مروان کو لکھا کہ۔

یزید کے لیے عبداللہ ابن جعفر طیار کی بیٹی کلثوم کا رشتہ مانگ۔

مروان نے جناب عبداللہ سے معاویہ کی خواہش کا تذکرہ کیا۔

جناب عبداللہ نے فرمایا۔

تجھے معلوم ہے کہ کلثوم جناب امیر کی نواسی اور امام حسینؑ کی بھانجی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

ہمارے خاندان کا بزرگ امام حسینؑ ہے۔ میں ان معاملات میں نہیں پڑتا۔ اس سلسلہ میں جو بات بھی کرنا ہو امام حسینؑ سے کر۔

مروان مسجد نبوی میں بیٹھا تھا۔ امام حسینؑ بھی تشریف فرما تھے۔ کچھ اور معززین بھی بیٹھے تھے۔

مروان نے امام حسینؑ سے کہا۔ معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں عبد اللہ ابن جعفر سے اس کی لڑکی کا رشتہ یزید کے لیے مانگوں۔ جناب عبد اللہ نے آپ سے بات کرنے کو کہا ہے۔

آپ جس قدر مہر مقرر کریں۔ مجھے قبول کرنے کا اختیار ہے۔

معاویہ نے عبد اللہ ابن جعفر طیار کے تمام قرضہ جات ادا کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔

اگر یہ رشتہ ہو جائے تو ہماری باہمی صلح بھی ہو سکتی ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ آج کل اہل بیت پر رشک کرنے والے کم ہیں اور یزید پر رشک کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔

آپ یہ تو جانتے ہیں کہ۔ یزید ان افراد سے ہے۔ جن سے مہر مانگنا باعث عیب ہے۔

آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ یزید جیسا کفو ملنا مشکل ہے۔

آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یزید کا واسطہ دے کر بادلوں سے بارش بھی مانگی جاسکتی ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ مروان تو نے اپنی باتیں کر لی ہیں۔ اور ہم نے سن لی ہیں اب میں بات کرتا ہوں تو سن۔

Presented by www.ziaraat.com

تیرا حق مہر کے متعلق یہ کہنا کہ ہم جتنا مانگیں تو ادا کرے گا۔ تجھے یقین رکھنا چاہیے کہ ہماری بیٹیاں مہر سنت سے ایک پائی بھی زیادہ نہیں لیتیں اور وہ چار سو اسی درہم ہے۔

تیرا یہ کہنا ہے کہ معاویہ عبداللہ کے تمام قرض ادا کر دے گا بھلا آج تک تو نے کبھی دیکھا ہے کہ ہماری بیٹیوں نے ہمارے قرض ادا کیے ہوں یا ہم نے اپنی بیٹیوں کو اپنے قرضوں کے عوض فروخت کیا ہو۔ وہ اور لوگ ہیں جو اپنی بیٹیاں قرضوں میں دیتے ہیں۔

جہاں تک تیرا یہ کہنا ہے کہ باہمی صلح ہو جائے گی تو یہ اس لیے درست نہیں کہ ہماری اور تمہاری باہمی جنگ دنیا کے لیے نہیں بلکہ دین کیلئے ہے اور دین میں لڑائی کے سلسلہ میں جب نسب کام نہیں آتے تو یہ عارضی رشتے کب فائدہ مند ہو سکتے ہیں۔

تیرا یہ کہنا کہ یزید ان افراد سے ہے جن مہر کا مطالبہ نہیں کیا جاتا تو تجھے معلوم ہو گا کہ مہر کا مطالبہ اس ہستی نے بھی کیا تھا جو یزید سے یزید کے باپ سے اور یزید کے دادا سے بدرجہا اشرف و اعلیٰ تھی۔

تیرا یہ کہنا کہ یزید جیسا کفو ملنا مشکل ہے۔ شاید تو یہ بات بھول گیا ہے کہ یزید کا کفو آج بھی وہی ہے جو پہلے تھا۔ دولت اور حکومت سے کفو نہیں بدل جاتے۔

تیرا یہ کہنا کہ۔ یزید کے واسطے سے بارش مانگی جاتی ہے۔ سراسر بے ہودگی ہے۔ کیونکہ جس چہرہ کا واسطہ دے کر بارش مانگی جاتی ہے وہ صرف اور صرف ایک چہرہ تھا جو رسول اللہ کا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

تیرا یہ کہنا کہ آج کل اہل بیت کی نسبت یزید سے رشک کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ تو تجھے معلوم ہوگا کہ یزید پر رشک کرتے والے ہمیشہ جاہل اور بے دین رہے ہیں جب کہ ہم اہل بیت پر رشک کرنے والے ہمیشہ اہل عقل و خرد رہے ہیں

اس کے بعد آپ نے اسی محفل میں جناب کلثوم کا عقد جناب قاسم ابن محمد ابن جعفر طیار سے کر دیا۔ اور مدینہ میں اپنی جائیداد سے کچھ حصہ دونوں بچوں کے نام کر دیا۔

یہ ہے سبب عداوت جو امام حسینؑ نے بتایا ہے کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے مابین اگر عداوت ہے تو وہ صرف اور صرف دین کی وجہ سے ہے۔ علاوہ ازیں نہ تو کوئی خاندانی دشمنی ہے اور نہ ہی نسبی عداوت ہے۔

علاوہ ازیں جتنی تمام باتیں ہیں وہ صرف اموی ٹکڑوں پر پلنے والوں کی خانہ ساز ہیں جن کی نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ حیثیت۔

ابوسفیان نے سرور کونین کے خلاف اسلام کی بدولت علم بغاوت بلند کیا تھا۔

معاویہ نے حضرت علیؑ کے خلاف اسلام کی بدولت علم بغاوت بلند کیا تھا۔

یزید نے صرف اور صرف اسلام کی وجہ سے امام حسینؑ کو شہید کیا تھا۔

اسیران آل محمد شام میں

یزید کو اطلاع :-

جب یزیدی لشکر شام سے بارہ میل کے فاصلے پر پہنچا تو ان کی خوشی دیکھنے کے قابل تھی۔ اب ان لوگوں کی کربلا میں کاشت کی برداشت کے جذباتی لمحات قریب تر ہو چکے تھے۔ ان کی جیبیں انعام کی خاطر بے چین تھیں۔

امیر لشکر نے یزید کو اطلاعی عریضہ لکھا جس میں اسے بتایا کہ ہمارے ساتھ ذریت رسول کے سر ہیں۔ اور رسول زادیاں رسن بستہ ہیں ہمیں کس وقت اور کس دروازہ سے گزرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

عریضہ بھیجنے کے بعد یہ لوگ مے خواری میں مصروف ہو گئے۔ ہر طرف رقص و سرور کی محفلیں گرم ہو گئیں۔ عید کا سا سماں تھا۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق جب قاصد عریضہ لے کر یزید کے پاس آیا اس وقت یہ خبیث بیمار تھا۔ طبیب پہلو میں بیٹھا تھا اور یا شور یہ کرا رہا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

قاصد نے کہا۔

اللہ نے تیری آنکھیں ٹھنڈی
کر دی ہیں، ہم فرزند رسول کا سر
لائے ہیں۔

اس نے طبیب سے کہا۔

اپنا کام جلدی ختم کر۔

طبیب نے اپنا حکمت دان سمیٹا اور جلدی سے باہر نکل گیا۔ اس کے بعد یزید نے ابن زیاد کا مکتوب پڑھا۔ اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ تعجب ہے ابن زیاد نے فرزند رسول کو شہید کر دیا ہے۔

نوٹ:۔

بعض مورخین نے یزید کے اس جملہ سے یہ سمجھا ہے کہ یزید کو اس وقت تک قتل اولاد رسول کا علم نہ تھا۔ حالانکہ۔

یہ قطعی غلط ہے۔ اس خبیث کو سب کچھ معلوم تھا۔ کیونکہ ابن زیاد نے تیرہ محرم کو قاصد بھیج کر اسے اطلاع بھی دی تھی۔ اور مزید ہدایات بھی طلب کی تھیں۔ اور یزید نے اسے لکھا تھا کہ۔ اولاد رسول کے بریدہ سر اور رسن بستہ زہرا زادیاں شام روانہ کر دے۔ ابن زیاد نے یہ سب کچھ اسی کے حکم سے کیا تھا۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ جب اسے واقعہ کربلا کے بعد فوراً جب ابن زیاد نے مطلع کیا تھا تو یزید نے اس واقعہ کا اظہار کسی سیاسی مصلحت کے پیش نظر نہیں کیا تھا اور اہل دربار و اہل شام میں سے کسی کو نہ بتایا تھا۔ اب جو قافلہ

اسیران آل محمدؐ کے پہنچ جانے کی اطلاع موصول ہوئی تو اس نے ازراہ تعجب یہ جملہ کہا اور اہل دربار کے سامنے شہادت فرزند رسول کی لعنت کو صرف ابن زیاد کی گردن میں ڈالنا چاہا۔ تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں اس واقعہ سے قبل ازیں قطعاً لاعلم تھا۔

یزید نے اس وقت پورا ڈرامہ کھیلا خط پڑھنے کے بعد مذکورہ جملہ کہا۔ اور پھر خط ایک درباری

پھر

کے حوالہ کر دیا۔

حالانکہ جب اسے پہلی مرتبہ شہادت فرزند رسول کی اطلاع ملی تھی تو اس نے شام اور اطراف شام کے کاریگر زرگروں کو بلا کر اپنے لیے ایک مثالی تخت اور تاج بنانے کا حکم دیا۔

اور جب اسیران آل محمدؐ کا قافلہ شام آیا تو اس نے وہی تخت لگانے کا حکم دیا۔ اور وہی نیا تاج سر پہ رکھا۔

پھر اس نے تمام شہر میں منادی کرائی کہ شام کو دلہن کی طرح آراستہ کیا جائے۔ تمام سرداران قبائل شیوخ محلہ اور سربراہان بلدیہ کو صفائی کا حکم دیا۔ دیواروں پہ قلعی کی جائے۔ چھتوں پر شمعیں آویزاں کی جائیں۔ دروازوں پر خوبصورت پردے لٹکائے جائیں۔ ہر چوک پر محراب بنائے جائیں۔ فضا کو معطر کیا جائے۔ گلی کوچوں میں گلاب پاشی کی جائے۔ محلات کو آراستہ کیا جائے۔ بازار سجائے جائیں۔ گھروں کی زیبائش کی جائے۔ گڑھوں کو پر کیا جائے۔ ڈھیروں کو ہموار کیا جائے۔

تمام اہل شہر کو حکم ملا عید کے لباس پہنیں۔ خوشی منائیں۔ خورد و کلاں۔

پیر و جوان۔ امیر و فقیر۔ صغیر و کبیر۔ مرد و زن۔ آقا و غلام۔ جتنا ہو سکتا ہے اپنے گو مزین کریں۔ آج کوئی عورت منہ پر نقاب نہ ڈالے۔ آج کوئی حرام محمد حرام نہیں۔ جو کریں جائز ہے کسی سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ ہر گھر کے صحن میں۔ ہر مکان کی چھت پر۔ ہر گلی میں۔ ہر موڑ پر۔ ہر چوک پر۔ اور ہر دکان کے سامنے ڈھول بجائے جائیں۔ گانے گائے جائیں۔ طبلہ و سارنگی سے فضا گونجتی رہے۔

تین دن ان انتظامات میں صرف ہوتے اور یہ تین دن ذریت نبی کی رسن بستہ مستورات نے دمشق سے باہر انتظار میں گزارے۔

چوتھے دن اسیران آل محمد کو دربار میں لانے کا حکم ملا۔ منادی جگہ جگہ اعلان کر رہے تھے کہ۔

اہل حجاز سے ایک شخص نے یزید کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اور حجاز سے عراق کی طرف چلا گیا تھا۔

یزید کے عراقی گورنر نے اس باغی کو قتل کیا ہے اور اب اس باغی کے اہل خاندان رسن بستہ دمشق میں لائے جا رہے ہیں۔ جو شخص بھی ہم بنی امیہ کے محب اور ہمارے دشمن کا دشمن ہے۔

جسے ہماری فتح کی خوشی ہے وہ ہر لحاظ سے اظہار مسرت کرے اور ہمارے ساتھ ہمارے جشن میں شرکت کرے۔

اس منادی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر گلی کوچہ میں رقص شروع ہو گیا۔ ہر طرف گانے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ چار سو ڈھول بجنے لگے۔

ایک سو بیس جھنڈے بنائے گئے۔ ہر جھنڈے تلے پانچ پانچ ہزار تماشائی کو جمع کر کے استقبال اسیران آل محمد کی خاطر روانہ کیا گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

یہ بدھ کا دن تھا۔ ۱۶ ربیع الاول ۶۱ھ تھی۔

جناب سجاد فرمایا کرتے تھے کہ اہل شام کے اس استقبال سے مجھے کربلا کے تمام واقعات بھول گئے تھے۔ مجھے اور نبی زادیوں کو ایک رسی میں باندھا گیا تھا ہمارے ارد گرد نیزہ برداروں کا گروہ تھا اگر ہم میں سے کسی کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکتا تھا تو پشت پر نیزوں سے خون کے فوارے ابل پڑتے تھے۔

بیرون دمشق سے اسیران آل محمد آئے۔ اندرون دمشق سے استقبال کرنے والے آئے جب یہ دونوں باہم ملے تو منادی نے ندا کی۔

یا اھل الشام انظروا — شامیو! دیکھو یہ ملعون کے

الی اھل بیت الملعون۔ — اہل بیت ہیں۔

دونوں لشکروں کے سالار گلے ملے۔ ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔

جناب ام کلثوم زینب نے شمر سے فرمایا۔

تجھے معلوم ہے ہم نبی زادیاں ہیں؟

شمر نے کہا۔ میں جانتا ہوں تم محمدؐ کی اولاد ہو۔

بی بی نے فرمایا۔

اگر ہمیں نبی زادیاں نہیں سمجھتا تو تیری مرضی پر ہم انسان تو ہیں اور تجھے معلوم ہے کہ ہم رسن بستہ ہیں۔

شمر نے کہا۔ مجھے کیوں بتا رہی ہو۔ مجھ سے زیادہ کون جانتا ہے کہ تم رسن بستہ ہو۔

بی بی نے فرمایا۔ ایک وقت ایسا ہوتا ہے جب کسی مجبور کی ضرورت بھی پوری کی جاتی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

شمر نے کہا۔ ہاں کی جاتی ہے۔ بتاؤ اگر کوئی ضرورت ہے اور میرے بس میں ہوا تو میں ضرور پوری کروں گا

بی بی نے فرمایا۔

اگر مہربانی کر سکے تو تین کام کر دے۔

شمر نے کہا۔ کون سے تین کام؟

بی بی نے فرمایا۔

پہلا کام تو یہ ہے کہ ہمیں ایک ٹکڑا کپڑے کا دے دو تا کہ ہم اپنے بال چھپالیں۔

شمر نے کہا۔ یہ نہیں ہو گا۔

بی بی نے فرمایا۔

اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ایسا کرو ہمیں کسی ایسے کوچہ سے لے جاؤ جس میں تماشائی کم ہوں۔

شمر نے کہا۔ اس وقت دمشق کا نہ کوئی کوچہ ایسا ہے اور نہ کوئی گلی جس میں تماشائیوں کی تعداد کم ہو۔ ایک ہفتہ ہو رہا ہے لوگوں کو صرف تمہارے استقبال کی خاطر بیرون دمشق سے بلایا جا رہا ہے۔ ابھی تک تو تمام لوگ جمع بھی نہیں ہوئے۔

بی بی نے فرمایا۔

پھر ایسا کرو ان سروں کو ہمارے درمیان سے باہر لے جاؤ تا کہ لوگ سروں کی طرف دیکھیں اور ہماری طرف متوجہ نہ ہوں۔

شمر نے کہا۔ اگر ایسا کرنا ہوتا تو یہ اہتمام کیوں کیا جاتا۔ تین دن تم لوگوں کو

Presented by www.ziaraat.com

باہر کیوں بٹھایا جاتا۔ تو میل کا سفر پیدل کیوں کرایا جاتا۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا ہے کہ لوگ تمہارا استقبال کریں۔

سہل ابن سعد کا واقعہ :-

سہل ابن سعد شہر زوری کہتا ہے کہ میں بیت المقدس کی زیارت کے ارادہ سے شہر زور سے نکلا میری بد قسمتی تھی کہ یہ وہی دن تھے جب اسیران آل محمد شام آئے ہوئے تھے۔ سو تے اتفاق یہ ہوا کہ جس دن میں دمشق میں آیا اسی دن اسیران آل محمدؐ کو داخل شہر کیا جارہا تھا۔ میں نے جب عید کا یہ سماں دیکھا تو پوچھا کہ۔

اسلام میں آج کون سی عید ہے؟

لوگوں نے کہا۔

کیا تو مسافر ہے؟

میں نے کہا۔ اگر مسافر نہ ہوتا تو کیوں پوچھتا۔

انہوں نے کہا۔

ایک خارجی نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا۔ اللہ نے اپنے فضل سے یزید کو فتح عنایت کی ہے۔ آج اس کے اہل بیت دربار میں پیش کیے جارہے ہیں اور یہ جشن فتح منایا جارہا ہے۔

میں نے پوچھا۔ کیا نام تھا اس خارجی کا؟

انہوں نے بتایا۔

حسین ابن علی ابن ابی طالب۔

Presented by www.ziaraat.com

میں نے پوچھا کیا حسینؑ ابن فاطمہ بنت محمدؐ۔
انھوں نے کہا۔
ہاں ہاں وہی ہے۔
میں نے کہا۔
ظالمو! تمہیں شرم نہیں آتی کہ ایک تو فرزند رسول کو شہید کیا، دوسرا نبی زادیوں کو قید کیا اور تیسرا تم اسے خارجی بھی کہتے ہو۔
انھوں نے کہا اگر جان کی خیر چاہتا ہے تو حسین کا نام نہ لے ورنہ مارا جائے گا۔
یہ سنکر میں خاموشی سے رونے لگا۔
پھر میں نے پوچھا۔ اسیران آل محمد کو کس دروازہ سے لایا جائے گا؟
مجھے بتایا گیا کہ۔
باب الساعات سے داخل شہر کیے جا رہے ہیں۔
میں باب الساعات کی طرف بڑھا۔ میں نے دیکھا نیزوں پر مختلف سن و سال کے سر معلق ہیں۔
فرزند رسول کا سر سب سے آگے ہے سر مبارک سے نور کی کرن پھوٹ کر تا آسمان بلند ہو رہی ہے۔ اور ان اصحاب الکھف والرقیم کا نوا من آیا تنا عجب کی تلاوت کر رہا ہے۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ جوں جوں سر قریب آتا جا رہا تھا۔ شامیوں کی مسرت بڑھتی جا رہی تھی۔ کوئی تالی بجاتا۔ کوئی ناچنے لگتا کوئی گانا گاتا کوئی فتح کے گیت الاپتا۔
یوں تو میں نے تمام سر دیکھے اور مجھے سر مسکراتا ہوا نظر آیا۔ مگر جو عظمت

اور جلالت فرزند رسول کے سر میں تھی وہ کسی اور سر میں نہ تھی۔ عمر ابن منذر ہمدانی کے ہاتھ میں سر مظلوم کا نیزہ تھا۔

کامل البحیقہ کے مطابق سہل کہتا ہے کہ سر فرزند زہرا کو بلند ترین نیزے پر سوار کیا گیا تھا۔ آپ کی ریش مبارک گول تھی بالوں کی جڑیں سفید تھیں جن سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ آپ خضاب لگایا کرتے تھے۔ آپ کی نگاہیں سوئے آسمان تھیں۔

ہوا ریش مبارک کے بوسے لے رہی تھی کبھی دائیں اور کبھی بائیں ہل رہی تھی۔ آپ کا چہرہ مبارک بالکل روئے امیر المومنین کی طرح نظر آتا تھا۔

منتخب کے مطابق سہل کہتا ہے کہ میں سر مظلوم دیکھ کر بے اختیار ہو گیا۔ میں نے منہ پر طمانچے مارے۔ گریبان چاک کر ڈالا۔

اور یوں نوحہ خوانی کرنے لگا۔

واحزناہ علی الابدان السیسة النازحة عن الاوطان. المدفونة بلا اکفان۔	ہائے فریاد! ان جسموں پر جنہیں وطن سے اور بے لباس رکھا گیا۔ اور بلا کفن دفن کیا گیا۔
واحزناہ علی الخدا التریب و الشیب الخضیب۔	ہائے فریاد! ان رخساروں پر جنہیں خاک و خون میں غلطان کیا گیا اور اس ریش مبارک پر جسے خون سے خضاب کیا گیا۔
یا رسول اللہ لیتك	اے رسول کونین! کاش آج

Presented by www.ziaraat.com

عینیک تری ناس الحسینؑ فی دمشق یطاف بہ فی الاسواق۔

آپ کی آنکھیں آپ کے حسین بیٹے کے سر کو دیکھتیں جسے دمشق کے گلی کوچوں میں پھرایا جا رہا ہے۔

اے رسول خدا! کاش آج آپ اپنی بیٹیوں کو رسن بستہ بازار شام میں دیکھتے۔

میرے اردگرد کے لوگ بھی رونے لگے۔ میں نے محسوس کیا کہ رش اور شوروغل اس قدر زیادہ تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ دمشق کی واضح اکثریت راگ ورنگ میں اس طرح محو تھی کہ انہیں اپنے اردگرد کسی رونے والے کا خیال بھی نہ تھا۔

ہم چند آدمی رو رہے تھے کہ اتنے میں بے پالان کے اونٹوں پر کچھ مستورات آئیں۔ ان کے سروں پر چادریں نہیں تھیں۔ انہوں نے اپنے چہروں کا پردہ بالوں سے بنایا ہوا تھا۔ ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک مستور یوں بین کر رہی تھی۔

وامحمداہ - واحسناہ - واحسیناہ لو رایتم ما حل بنا من الاعداء۔

ہائے محمدؐ! ہائے علی، ہائے حسنؑ، ہائے حسینؑ کاش آپ دیکھتے کہ آج دشمنانِ اسلام نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔

یا رسول اللہ انبا تك

نانا رسول! ایسے معلوم ہوتا

كانهن الاسارى ہے جیسے ہم آپ کی بیٹیاں
من اليهود و نہیں بازار شام میں یہود و نصاریٰ
النصارى۔ کے قیدی ہیں۔

یہی مستور کبھی شیر خوار کا نام لے کر بین کرتی تھی۔ کبھی سن رسیدہ بھائی کے نام سے بین کرتی تھی۔ کبھی پس گردن ذبح ہونے کا تذکرہ کرتی تھی اور کبھی تاراجی خیام کا ذکر کرتی تھی۔

میں اس اونٹ کے قریب گیا اور جاکر عرض کیا۔

السلام عليكم يا اهل بيت محمد ورحمة الله و بركاته۔

اس مخدرہ نے فرمایا۔

بندۂ خدا تو کون ہے؟ جو ہمیں بازار شام میں سلام کر رہا ہے۔ کربلا سے لے کر یہاں تک تو ہمیں کسی نے سلام کے قابل نہیں سمجھا؟

میں نے عرض کیا۔ میں سہل ہوں۔ میرا گھر شہر زور میں ہے۔ بیت المقدس کی زیارت کو جا رہا تھا۔ بدقسمتی آج اس شہر میں لائی ہے۔ میں نے تمام واقعات سن لیے ہیں۔

کہیں آپ دختر زہرا تو نہیں ہیں؟

بی بی نے فرمایا۔

ہوں تو دختر زہرا۔ لیکن تجھے کیسے پتہ چلا ہے۔

میں نے عرض کیا۔

بی بی! مدینہ میں تو آپ کا پردہ اس قدر معروف تھا کہ آپ کے پڑوسیوں نے بھی کبھی آپ کی آواز نہیں سنی تھی۔ میں بازار میں ذرا دور ہٹ کے کھڑا آپ کی

Presented by www.ziaraat.com

غربت پر رو رہا تھا۔

ساتھ شامی مردوں اور چھتوں پر چڑھی ہوئی عورتوں کی بے شرمی دیکھ رہا تھا ایک شامی عورت آپ کی طرف پتھر پھینک کر دوسری کو بتا رہی تھی کہ اس اونٹ پر باغی کی بڑی بہن ہے اسے زیادہ سے زیادہ پتھر مارو۔

بی بی نے فرمایا۔

اے سہل تو دیکھ رہا ہے کہ میرے نانا کی امت ہم سے کیا سلوک کر رہی ہے بخدا! اگر ہم ایسے زمانہ میں ہوتے جس زمانہ والوں نے ہمارے نانا کو نہ دیکھا ہوتا تو وہ بھی ہم سے ایسا سلوک ہرگز نہ کرتے۔

بخدا! میرا حسینؑ بھائی مظلومیت کے ساتھ شہید کیا گیا ہے اور ہمیں اس طرح قید کیا گیا ہے جس طرح غلاموں اور کنیزوں کو قید کیا جاتا ہے ہمارے سروں سے چادریں چھین لی گئی ہیں۔ اور ہمیں بے پالان کے اونٹوں پر سوار کر کے کربلا سے شام لایا گیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔

بی بی! اگر میرے لیے کوئی حکم ہو تو میں حاضر ہوں۔

بی بی نے فرمایا۔

سہل اگر ہو سکتا ہے تو ان نیزہ برداروں سے سفارش کرو تاکہ سروں کو اونٹوں سے آگے لے جائیں تاکہ دیکھنے والے میرے بھائی کی تلاوت قرآن میں مصروف ہو جائیں اور ہمارا پردہ محفوظ رہ جائے۔

میں اس شخص کے پاس گیا۔ اس سے درخواست کی۔ لیکن اس نے مجھے جھڑک دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

میرے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ نہ تھا۔ میرا ایک عیسائی ساتھی تھا وہ بھی بیت المقدس کی زیارت کو جا رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر اور سر شبیر سے تلاوت قرآن سنکر اس کا آئینہ دل زنگ کفر سے صاف ہو گیا۔ اس نے تلوار کو میان سے نکالا اور اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ۔ کہہ کر اس مجمع پر پل پڑا۔ کئی ایک کو فی النار و السقر کیا۔ ادھر یزیدی فوج جمع ہو گئی اور اسے شہید کر ڈالا۔

بنت زہرا نے پوچھا۔
یہ کیسا شور ہے؟
میں نے عرض کیا۔
بی بی۔ میں نہتا تھا۔ میرے ایک نصرانی ساتھی کے پاس تلوار تھی۔ اللہ نے اس کے دل میں نور ایمان پیدا کیا۔ وہی آپ کی مظلومی پر لڑ رہا تھا۔ اور شہید ہو گیا۔

یہ سنتے ہی دختر زہرا کی صدائے گریہ بلند ہوئی اور مدینہ رخ ہو کر عرض کیا کہ۔

نانا تیری ذریت آج بازار شام میں اتنی مظلوم ہو چکی ہے کہ غیر مسلم ہماری مظلومیت پر ترس کھا رہے ہیں۔ لیکن آپ کی امت کے دل میں جیسے ہمارے لیے ترس کا ہر جذبہ ختم ہو گیا ہے۔

اے ماں زہرا! کاش آپ ہمیں بے مقنع چادر بازار شام میں دیکھتیں
علامہ مجلسی نے سہل کا یہی واقعہ قدرے اختلاف سے درج کیا ہے۔
سہل کہتا ہے کہ میں شہر زور سے بیت المقدس جا رہا تھا ۱۶ ربیع الاول

کا دن تھا۔ جب میں بازار شام میں آیا تو مجھے نیا رنگ نظر آیا۔ عید کا سماں تھا۔ لوگ ایک دوسرے کو مبارکبادیاں دے رہے تھے۔ ہر شخص نے نیا لباس پہن رکھا تھا۔ بازار سجے ہوتے تھے۔ ہر چوک پر محرابیں بنی ہوتی تھیں۔ ان پر قیمتی کپڑے آویزاں کیے گئے تھے۔ اور ہر چوک پر طوائف کا ایک ٹولہ مجمع لگا کر مصروف رقص و سرود تھا۔

میں نے دل میں کہا اسلام کی کوئی عید ایسی نہیں جسے ہم نہ جانتے ہوں آج کون سی عید ہو گی۔

ایک جگہ تین چار آدمی انتہائی سنجیدہ شکل بنائے کھڑے تھے۔ میں ان کے قریب آیا۔ اور ان سے پوچھا۔

آج اہل شام کی کون سی عید ہے؟

انہوں نے کہا۔

کیا تو مسافر ہے؟

میں نے کہا۔

اگر مسافر نہ ہوتا۔ تو آپ لوگوں سے کیوں پوچھتا؟

وہ کہنے لگے۔

ہم سوچ رہے ہیں کہ آج آسمان زمین پر گر کیوں نہیں جاتا۔ آج زمین اپنے باسیوں کو نگل کیوں نہیں جاتی۔

میں نے کہا۔

کچھ تو مجھے بھی بتاؤ بات کیا ہے۔ کچھ لوگ تو خوشی سے پھولے بھی نہیں سماتے اور آپ ایسی باتیں کر رہے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

وہ کہنے لگا۔ فرزند رسول حسینؑ ابن فاطمہ کا سر عراق سے لا کر یزید کو تحفہ پیش کیا جا رہا ہے آج اس لیے جشن ہے۔

میں نے حیرت سے کہا۔ کیا حسینؑ ابن فاطمہ کے قتل کی خوشی ہو رہی ہے وہ کہنے لگے۔

اگر اعتبار نہ ہو تو ذرا سی دیر کے لیے رک جا اسی دروازہ سے سر حسینؑ اور ذریت رسول کی رسن بستہ مخدرات کو لایا جائے گا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اعتبار کر لینا۔

ابھی ہم باتیں کر رہے تھے کہ بے پالان کے اونٹوں پر قیدی آنا شروع ہو گئے۔ ہر اونٹ کے ساتھ ایک نیزہ بردار تھا اور نیزہ پر ایک شہید کا سر تھا۔

سب سے اگلے اونٹ پر میں نے ایک مستور کو دیکھا جس کی گود میں چار سال کے لگ بھگ کمسن بچی تھی۔ مستور کے ہاتھ پس گردن بندھے ہوتے تھے میں نہیں سمجھتا کہ اس بی بی نے بچی کو کیسے سنبھال رکھا تھا۔ جب شامی مستورات چھت سے سنگ باری کرتی تھیں تو مستور اپنے کو بچی کی ڈھال بنا لیتی تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر بچی سے پوچھا۔

بی بی آپ کہاں کے قیدی ہیں؟

بچی نے جواب دیا۔ ہم آل محمد کے قیدی ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ میں آپ کے نانا رسول کے صحابہ سے ہوں۔ اگر کوئی کام ہو تو بتائیں۔

بچی نے کہا۔ اگر ہو سکے تو ان سر ہائے شہداء اٹھانے والوں سے کہہ دیں کہ

Presented by www.ziaraat.com

سروں کو ذرا اونٹوں سے دور لے جائے۔

میں نیزہ بردار کے پاس گیا اور اسے جا کر چار سو دینار دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ سروں کو اونٹوں سے آگے لے جائے

میں نے پھر آکر اس بچی سے پوچھا۔ بی بی اگر کوئی کام ہو تو بتا دیں ممکن ہے اس عالم غربت میں آپ کی مدد سے میری آخرت اچھی ہو جائے۔

کمسن بچی نے فرمایا۔ اگر ہو سکے تو کچھ چادر کے ٹکڑے لا دے تاکہ میری پھوپھیوں اور ماؤں کے بالوں کا پردہ بن جائے میں نے وہیں اپنے عمامہ کے ٹکڑے کیے اور ان مستورات میں تقسیم کر دیے۔ لیکن جونہی یزیدیوں نے دیکھا فوراً آگے بڑھے اور نیزوں کی انیوں سے وہ ٹکڑے اتار لیے۔

باب الساعات:۔

یہ خیال رہے کہ باب الساعات دمشق کے دروازوں میں سے کسی دروازہ کا مخصوص نام نہیں تھا۔ بلکہ اس دروازہ کا پہلا نام باب جیرون تھا۔ اور چونکہ اسیران آل محمد کو اس دروازہ پر کئی گھنٹے صرف اس لیے روکا گیا تھا کہ یزید سے اسیران آل محمدؐ پیش کرنے کی اجازت مانگی۔ اور یزید اسیران آل محمد کو پیش کرنے کی اجازت میں اس لیے تاخیر کرتا رہا تاکہ دربار اس کی حسب منشا سجایا جا سکے۔

اس دن کے بعد سے اس دروازہ کو باب الساعات ہی کہا جانے لگا۔

اسی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یزید نے یہ اشعار کہے تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

لما بدت تلك الرؤس واشرقت تلك الرؤس على ربى جيرون

جب وہ سر ظاہر ہوتے اور جیرون کی بلندی پر آفتاب کی طرح چمکے تو۔

صاح الغراب فقلت صح او لا تصح فقد قضيت من النبى ديونى.

موت کے کوے نے چلا کر خبر موت دی میں نے کوے سے کہا چاہے تو خبر موت دے یا نہ دے اب میں نے نبیؐ سے اپنے قرضے چکا لیے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

یزید کو بشارت

شیخ مفید۔ ابن نما اور دیگر مورخین کے مطابق عبداللہ ابن ربیع حمیری سے مروی ہے کہ میں یزید کے پاس بیٹھا تھا جب زجر ابن قیس اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔

یزید نے پوچھا۔

کیا خبر لایا ہے؟

زجر نے کہا۔

اے امیر المومنین اللہ کی طرف سے عنایت کردہ فتح و نصرت کی بشارت ہے۔

یزید نے کہا۔

اگر تم حسینؑ کو قتل نہ بھی کرتے تو بھی میرے لیے تمہاری اطاعت کافی تھی۔

اچھا جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب سر اور اسیران آل محمدؐ حاضر دربار کرو۔

Presented by www.ziaraat.com

دربار کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ ریشمی دریاں بچھائی گئی تھیں زنبوری پردے اویزاں تھے۔ منقش چادریں لٹک رہی تھیں۔ مصری تنا تیں جھول رہی تھیں۔ رنگارنگ کپڑے تھے۔

صدر مجلس میں یزید کے لیے ہیرے اور جواہرات سے مرصع سونے کے پایوں والا تخت بچھا تھا۔

تخت یزید کے پاس دائیں بائیں ساگوان اور ہاتھی دانت سے بنائی گئی عمدہ ترین کرسیوں کی قطاریں تھیں۔

دروازہ پر ایک صف باوردی اور مسلح پولیس کی تھی۔

دوسری صف بے ریش غلاموں کی تھی۔

تیسری صف روسائے شام کی تھی۔

چوتھی صف میں بنی عک، بنی جذام، بنی لخم، بنی حمیر اور بنی اشعر کے سرکردہ افراد کی تھی۔

دربار کے سامنے والے دروازہ کو کھلا رکھا گیا تھا۔ اس پر ایک گیلری بنائی گئی تھی جس پر اموی عورتیں اپنے تمام تر بناؤ سنگھار اور کنیزوں کے ساتھ اسیران آل محمد کو دیکھنے کی خاطر بیٹھی تھی۔

شامی اور عثمانی روسا دائیں بائیں کرسیوں پر فاخرہ لباس کے ساتھ مسلح بٹھائے گئے تھے۔

تخت یزید کے عقب میں بیرونی ممالک کے سفرا اور تاجروں کو بٹھایا گیا تھا۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق سہل سے مروی ہے دربار یزید میں داخلہ

Presented by www.ziaraat.com

باب خیزران سے ہوا تھا۔

ننانوے علم تھے جن کے پھریرے ہوائیں لہرا رہے تھے سر فرزند رسول کا نیزہ خولی کے ہاتھ میں تھا۔

دوسرے نمبر پر جناب حر کا سر تھا جسے شمر نے اٹھا رکھا تھا۔

تیسرے نمبر پر حضرت عباس کا سر تھا جسے قشعم جعفی نے اٹھا رکھا تھا۔ اور

چوتھے نمبر پر جناب عون ابن علیؑ کا سر تھا جو سنان ابن انس کے ہاتھ میں تھا۔

پانچویں نمبر پر شہزادہ علی اکبر کا سر تھا

چھٹے نمبر پر علی اصغر کے سر کا نیزہ حرملہ کے ہاتھ میں تھا۔ ان کے بعد دوسرے سر بالترتیب لائے گئے۔

کامل السقیفہ کے مطابق اسیران آل محمد کے قافلہ کو صبح طلوع آفتاب کے وقت دمشق کے دروازہ پر لایا گیا رش اتنا زیادہ تھا کہ بازار عبور کرتے کرتے زوال آفتاب ہو گیا۔ بعض روایات کے مطابق اذان مغرب کا وقت ہو گیا۔

اسیران آل محمد کو دربار یزید میں اس مقام پر کھڑا کیا گیا جہاں قیدیوں کو کھڑا کیا جاتا تھا۔ اسی مقام پر طلحہ ابن عبداللہ کا بیٹا ابراہیم ابن طلحہ جناب سجاد کے قریب آیا اور جنگ جمل میں کھائے ہوئے زخم دکھا کر یہ کہنے لگا۔

بتاؤ آخر فتح کس کی ہوئی ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

جناب سجاد نے جواب دیا۔ اگر فاتح کا پتہ کرنا ہو تو ابھی اذان کے وقت مسجد سے اذان سن لینا۔ اس میں میرے نانا کی رسالت کا اعلان کیا جاتا ہے یا کسی اور کا۔

تمام مستورات کو اس طرح ایک رسی میں قید کیا گیا تھا کہ ایک مستور کے رکنے سے تمام بیبیوں کو رکنا پڑتا تھا۔

دیلم ابن عمر سے مروی ہے کہ جب جناب سجاد اس مقام پر کھڑے کیے گئے جہاں قیدیوں کو کھڑا کیا جاتا تھا تو ایک شامی سن رسیدہ شخص آپ کے قریب آیا اور کہنے لگا۔

اس اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے سب و ستم شروع کر دیا۔

جناب سجاد خاموشی سے سنتے رہے۔

جب وہ خاموش ہوا تو۔

امام سجاد نے فرمایا۔

جو کچھ تیرے دل میں تھا تو نے کہہ لیا ہے۔ اور میں نے خاموشی سے تیری ہر بات سنی ہے۔ اب انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ بھی خاموشی سے میری ایک دو باتیں سن لیں۔

اس بوڑھے نے کہا۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں

امام سجاد نے فرمایا۔

کیا آپ نے قرآن پڑھا ہے۔؟

بوڑھے نے کہا۔ ہاں پڑھا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

آپ نے فرمایا۔
کیا قرآن میں یہ آیت پڑھی ہے۔
قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔
بوڑھے نے کہا ہاں یہ آیت پڑھی ہے۔
آپ نے فرمایا۔
تجھے معلوم ہے ہم کون ہیں؟
بوڑھے نے کہا۔ نہیں معلوم۔
آپ نے فرمایا۔ آیت میں جن قربیٰ کی مودت فرض کی گئی ہے۔ وہی ہم ہیں۔
بوڑھے نے کہا۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ ہی اقربائے رسول ہیں؟
آپ نے فرمایا۔ شام میں موجود کسی بھی جاننے والے سے پوچھ لے۔ ہم اقربائے رسول ہیں۔
آپ نے فرمایا۔ کیا سورہ بنی اسرائیل میں یہ آیت پڑھی ہے۔
آت ذا القربیٰ حقہ۔
بوڑھے نے کہا۔ ہاں پڑھی ہے۔
آپ نے فرمایا۔ وہ ذوی القربیٰ ہم ہی ہیں جن کے حق کے بارے میں اللہ نے رسول کو حکم دیا ہے۔
بوڑھے شامی نے کہا۔ کیا واقعی آپ وہی ہیں؟
آپ نے فرمایا۔ ہاں نہ صرف ہم وہی ہیں بلکہ ہمارے سوا کوئی دوسرا یہ دعویٰ کر بھی نہیں سکتا۔

Presented by www.ziaraat.com

آپ نے فرمایا۔ کیا آپ نے قرآن میں یہ آیت پڑھی ہے۔

اذا غنمتم من شی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ

بوڑھے شامی نے کہا۔ ہاں پڑھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

ہم وہی ہیں جن کا اللہ نے قرآن میں ذی القربیٰ کے عنوان سے خمس سے حصہ معین کیا ہے۔

آپ نے پھر فرمایا۔

کیا تو نے یہ آیت پڑھی ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھلبیت ویطھرکم تطھیرا۔

بوڑھے شامی نے کہا۔ ہاں یہ آیت بھی پڑھی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہم ہی وہ اہل بیت رسول ہیں جن سے اللہ نے رجس کو دور رکھا ہے۔

بوڑھے شامی نے پوچھا۔ کیا آپ واقعی وہی ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

ہاں ہم واقعی وہی ہیں۔

اب بوڑھے شامی نے (جناب سجاد کے قدموں میں گر کر عرض کیا میرے آقا میں آپ کو نہیں پہچانتا تھا خدا کے لیے مجھے معاف فرمادیں۔

آپ نے فرمایا۔

میں سمجھتا تھا تو جو کچھ بھی کہہ رہا ہے جہالت کی وجہ سے کہہ رہا ہے۔

اللہ سے معافی مانگ لے وہ بڑا کریم ہے۔ معاف کر دے گا۔

Presented by www.ziaraat.com

بوڑھے نے سر سے عمامہ اتار کر پھینک دیا۔ سر سوئے آسمان بلند کیا اور یوں عرض کیا۔

اللھم انی ابرأ الیک من عدو آل محمد۔ — اے اللہ! میں دشمن آل محمدؐ سے اعلان برات کرتا ہوں۔

پھر اس نے جناب سجاد کی خدمت میں عرض کی۔

ھل لی من توبہ — کیا میرے لیے توبہ کی گنجائش ہے؟

آپ نے فرمایا۔

ابھی تک تیرا جرم اتنا سنگین نہیں ہے کہ توبہ کی گنجائش نہ ہو۔ اگر خلوص دل سے توبہ کرے تو تو ہمارے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اس بوڑھے شامی کی یہ تمام گفتگو یزید کو معلوم ہوئی۔ تو اس نے اسے حاضر کرنے کا حکم دیا۔

جب بوڑھا یزید کے سامنے آیا۔ تو یزید نے پوچھا میرے قیدی سے کیسی باتیں کر رہا تھا؟

بوڑھے نے تمام باتیں بتا دیں۔ اور کہا۔

اب میں اپنی ہر بات سے توبہ کر چکا ہوں۔ اور دشمن آل محمدؐ سے برات کا اعلان کر چکا ہوں۔

یزید نے کہا۔

کیا تو مجھے دشمن آل محمد سمجھتا ہے؟

بوڑھے نے کہا۔ اگر تو دشمن آل محمدؐ نہیں تو پھر بھری دنیا میں کوئی بھی

دشمن آل رسول نہیں۔

یزید نے حکم دیا کہ بوڑھے کی گردن مار دی جائے تاکہ دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں۔ اس بوڑھے کو دربار میں شہید کر دیا گیا۔

منتخب کے مطابق جب سرہائے شہداء اور اسیران آل محمدؐ بازار سے گزر رہے تھے۔ تو ایک اسی سالہ بڑھیا پانچ چھ شامی عورتوں کے ساتھ اپنے مکان کی چھت کے شیڈ پر بیٹھی تھی۔ جب اس کے قریب سے سر فرزند رسول گزار تو اس نے ایک پتھر سر مظلوم کو اس زور سے مارا نیزہ بردار بھی نیزہ کو نہ سنبھال سکا۔ نیزہ زمین پر جھک گیا پھر آپ کے لب ہائے مبارک پر اس وقت پڑا جب آپ ان اصحاب الکھف والرقیم کانوامنا ایاتنا عجبا کی تلاوت فرما رہے تھے۔ پتھر پڑنے سے آپ کے لبھائے مبارک ذرا سی دیر کو رکے جناب سجاد نے سر اٹھا کے بابا کے سر کو دیکھا۔ ہونٹوں سے تازہ خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ ادھر شیڈ پر بیٹھی ہوئی وہ بڑھیا خوشی سے تالیاں بجا رہی تھی۔ آپ نے اپنا رخ آسمان کی طرف کیا۔ اور دعا مانگی۔

اللھم عجل فی	اے اللہ! ان بدبخت عورتوں
ھلاکھن۔	کو فوراً فی النار فرما۔

آپ کی دعا قبول ہوئی۔ شیڈ گرا اس پر بیٹھی ہوئی تمام عورتیں فرش بازار پر آئیں اور واصل جہنم ہو گئیں۔

مروان ابن حکم بھی دربار یزید میں موجود تھا جب اس نے فرزند رسول کا سر دیکھا تو خوشی سے بغلیں بجانے لگا۔ لیکن اس کے بھائی عبدالرحمن ابن حکم نے جب سر مظلوم سے تلاوت قرآن سنی تو وہ اپنی کرسی سے اٹھا۔ اور کہنے لگا۔

Presented by www.ziaraat.com

اما انتم فقد جبتم عن جد ہ رسول اللہ - لا احامعکم ابدا -	تم لوگوں نے جد حسینؑ سے اپنا تعلق ہمیشہ کے لیے توڑلیا ہے اب میں کبھی بھی آپ کے ساتھ نہ بیٹھوں گا ۔
سمیۃ امسیٰ نسلھا عدد الحصیٰ و بنت رسول اللہ لیس لھانسل امام غریب الطف ادنی برأسہ من ابن زیاد وسونی العلم الرذل ۔	حیرت ہے سمیہ کی نسل کو بے شمار بڑھے گی لیکن رسول زادی کی نسل کو ختم کر دیا گیا ہے غریب کربلا امام تھا جس نے اپنا سر ابن زیاد کے حوالہ کر دیا اور ابن زیاد ہمیشہ ذلیل ورسوا رہے گا ۔

Presented by www.ziaraat.com

مجلس

سرہائے شہدأ اور دربار یزید

کامل السقیفہ کے مطابق جب ذریت رسول کا اسیر قافلہ در دربار پر پہنچا تو یزید نے حکم دیا کہ ابھی قیدیوں کو در دربار پر روکے اور پہلے سر حاضر کیجئے چنانچہ سنہری ٹپکوں سے آراستہ غلاموں کا ایک گروہ باہر آیا۔ جن کے ہاتھوں میں ایک طشت سونے کا اور دوسرے کانسی کے طشت تھے۔ انھوں نے سروں کو نیزوں سے اتارنے کا حکم دیا۔ سر نیزوں سے اتارے گئے سر غریب زہراؑ کو سونے کے طشت میں اور دوسرے سروں کو کانسی کے طشتوں میں رکھ کر اوپر ریشمی رومال ڈالے گئے جونہی یہ غلام دربار میں داخل ہوئے ایک رقاص طائفہ ان کے استقبال کو آگے بڑھا۔ یہ لوگ رقص کرتے۔ تالیاں بجاتے۔ یزید کی عمر طویل کی دعائیں مانگتے اور فتح کے گیت گاتے ہوئے سر برداروں کے آگے آگے چلنے لگے اور یزید کو فتح کی مبارک باد دیتے ہوئے تخت یزید کے سامنے آتے۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق سہل ابن سعد کہتا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو کر دربار یزید میں داخل ہوا جو صرف یہ دیکھنے کی خاطر آئے تھے۔ کہ یزید جو

ابن زیاد کو قتل فرزند رسول پر برا بھلا کہہ رہا ہے خود ذریت رسول سے کیا سلوک کرتا ہے ۔

یزید کے سامنے سر غریب زہرا پیش کرنے کی کیفیت میں اختلاف ہے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ طشت یزید کے سامنے رکھا گیا ۔ اور بعض مورخین جن میں علامہ دمیری بھی ہیں نے لکھا ہے کہ شمر طشت بردار کے آگے آگے چل رہا تھا ۔ جب تخت یزید کے قریب آیا تو اس نے طشت سے سر مظلوم رسول اٹھا کر یزید کے سامنے تخت پر یوں پھینکا جیسے گیند اچھالی جاتی ہے اور یزید نے دونوں ہاتھوں سے سر فرزند رسول کو بالوں سے پکڑ کر پھر طشت میں رکھ دیا ۔

اس وقت شمر نے یہ اشعار پڑھے ۔

املأ رکابی فضة وذھبا انی قتلت الملک المحجبا

سونے اور چاندی سے مجھے پُر کر دے میں نے عمدہ ترین شہنشاہ کو قتل کیا ہے ۔

قتلت خیر الناس اما دابا ۔ میں نے ماں اور باپ ہر دو اعتبار سے افضل الناس کو قتل کیا ہے ۔

اس کے بعد باری باری دوسرے سر پیش کیے گئے ۔ یزید ایک ایک سر کے بارے پوچھتا رہا یہ کس کا سر ہے اور یہ کس کا سر ہے ۔ ہر سر بردار اپنے اپنے سر کا تعارف کراتا رہا ۔

پھر یزید نے سر مظلوم زہرا طشت سے اٹھایا ۔

Presented by www.ziaraat.com

اور یہ اشعار پڑھے ۔

نفلق ھاماً من رجال اعزۃ علینا وھم کانوا اعق واظلما

ہم ایسے ہی لوگوں کی گردنیں اڑاتے ہیں جو ہمارے لیے معزز ہوں اگرچہ اپنے مقام پر وہ سب سے زیادہ معاف کرنے والے اور بخشش دینے والے ہوں

واکرم عند اللہ منا محلۃ وافضل فی کل الامور وافخرا

(ایسے لوگوں کی گردن مارتے ہیں) جو اللہ کے ہاں ہماری نسبت زیادہ معزز ہوتے ہیں اور ہر معاملہ میں افضل اور باعث فخر ہوتے ہیں ۔

فان تصدقوا فالعدل السفاہ آخراً اذا صحم ضمن یوم القیامۃ محشر

اگر تم عدل کی بات کرو تو عدل سے سامنا آخرت میں اس وقت ہوگا جب میدان محشر ہمیں ایک جگہ جمع کرے گا ۔

ولکنن فزم بملك معجل وان کان فی العقبیٰ نار مسعرا

لیکن ہمیں تو دنیا حکومت چاہتے جس پر ہم کامیاب ہو گئے اگرچہ اس کے عوض آخرت میں دہکتی ہوئی آگ ہوگی ۔

شیخ مفید کے مطابق یہ اشعار پڑھنے کے بعد یزید اہل دربار کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا ۔

حسین فخر کیا کرتا تھا کہ ۔

میرا باپ یزید کے باپ سے ۔ میری ماں یزید کی ماں سے ۔ میرا نانا یزید کے نانا سے اور میں یزید سے افضل ہوں ۔

Presented by www.ziaraat.com

جہاں تک حسینؑ کے باپ کا میرے باپ سے موازنہ کا تعلق ہے تو اسے دنیا جانتی ہے کہ میرا باپ فاتح تھا اور حسینؑ کا باپ مفتوح تھا۔

جہاں تک حسینؑ کی ماں کا میری ماں سے موازنہ کا تعلق ہے تو اسے میں تسلیم کرتا ہوں حسین کی ماں میری ماں سے افضل تھی۔

جہاں تک حسین کے نانا کا تعلق ہے تو کوئی بھی محمد رسول اللہ پڑھنے والا اپنے کو محمدؐ سے افضل نہیں سمجھے گا۔

اور جہاں تک خود حسینؑ کا میرے ساتھ موازنہ ہے تو شاید حسینؑ نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی تھی۔

اللّٰھم ملک الملک توتی الملک من تشاء الخ

مؤلف:۔

کاش یزید یہ موازنہ کرتے وقت فرعون۔ نمرود اور شداد کی حکومت کو بھی سامنے رکھتا۔

التبر المذاب کے مطابق یزید کے ہاتھ میں بید کی ایک چھڑی تھی۔ جب اشعار پڑھ کے فخر پورا کر لیا۔ اور اہل دربار سے اپنی فضیلت بیان کر چکا تو اس ظالم نے سر مظلوم کو طشت میں رکھ دیا۔ چھڑی سے بوسہ گاہ نبوت میں تشکاف کیا۔

دندان مبارک پر زور سے چھڑی مار کر پہلے اپنے بدر کے مقتولین کو یاد کیا اور معروف اشعار پڑھے۔ جو تمام مورخین نے بالاتفاق نقل کیے ہیں جن کا پہلا شعر یہ ہے۔

لیت اشیاخی ببدر — کاش آج میرے بدر کے
شهدوا — شہداء ہوتے۔

اور آخری شعر یہ ہے۔

لعبت بنو هاشم بالملك

اسلام بنی ہاشم کا سیاسی نعرہ تھا ورنہ حقیقت میں نہ کوئی جبرئیل آیا ہے اور نہ کوئی وحی آئی ہے۔

ان اشعار کے بعد کہنے لگا۔

یوم بیوم بدر — بدر کا بدلہ پورا ہو گیا ہے

پھر ترنگ میں آکر یہ اشعار پڑھے۔

یا حبذا یلمع بالیدین — یلمع فی طشت من اللجین

یہ سر کتنا حسین ہے جو ہاتھوں میں چمکتا ہے چاندی کے طشت میں بھی جگمگا رہا ہے۔

کانما حف بوردتین — شفیت قلبی من دم الحسین

ایسے لگتا ہے جیسے دونوں طرف گلاب کے پھولوں میں گھرا ہو۔ خون شبیر سے میرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔

اخذت ثاری وقضیت دینی — کیف رایت الضرب یا حسین

میں نے اپنے بدلے لے لیے ہیں اور قرضہ چکا دیا ہے۔ بھلا حسین تو نے اس تلوار کی ضرب کو کیسے پایا ہے۔

زہرۃ الریاض کے مطابق یہ ظالم اس زور سے چھڑی دندان مبارک پر مارتا رہا کہ دندان مبارک ایک ایک کرکے ٹوٹتے گئے۔ سمرہ ابن جندب صحابی

Presented by www.ziaraat.com

رسول بھی بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے سفاکی کی یہ انتہا دیکھی تو اسے سے نہ رہا گیا۔

اور کہنے لگا۔

اے یزید کچھ حیا کر۔ تو ان دانتوں کو اپنی چھڑی سے توڑ رہا ہے جنہیں رسول کو میں چوم چوم کر تھکتے نہیں تھے۔

یزید نے کہا۔

اگر تو صحابی رسولؐ نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کرنے کا حکم دیتا۔

سمرہ نے کہا۔

ارے ظالم! میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں کہ اگر تجھے آنحضور کا اتنا ہی لحاظ ہے تو پھر جب تو صحبت رسول کی بدولت میرا اتنا احترام کر رہا ہے تو قرابت رسول کا پاس کیوں نہیں کرتا۔

میں صحابی رسول ہوں اور یہ فرزند رسول ہے۔ خود ہی بتا دے صحبت زیادہ قابل لحاظ ہے یا قرابت؟

روضۃ الصفا کے مطابق یزید نے سمرہ کو دربار سے نکل جانے کا حکم دیا چنانچہ سمرہ وہاں سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔

ابن طاؤس نے لہوف میں اسی واقعہ کو ابو بریدہ اسلمی صحابی رسول سے منسوب فرمایا ہے اور ابو بریدہ کے الفاظ یوں نقل کیے ہیں۔ ابو بریدہ نے کہا۔

اے یزید۔ تجھ پر اللہ کی پھٹکار ہو۔ کیا تو حسینؑ ابن فاطمہؑ کے دندان مبارک اپنی چھڑی سے توڑ رہا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بیشمار مرتبہ نبی کو میں کو

Presented by www.ziaraat.com

دیکھا ہے کہ وہ انہی لبوں اور دانتوں کو چوم چوم کر گریہ فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ،

تم دونوں بھائی جوانان جنت کے سردار ہو۔

یہ سنکر یزید کو غصہ آگیا اور اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس بڈھے کو دربار سے نکال دو۔ چنانچہ غلاموں نے ابو بریدہ کو پکڑ کر کھینچا اور دربار سے باہر جاکر چھوڑ دیا۔

اخبار الدول کے مطابق سر غریب زہرا کو یزید کے سامنے پیش کرنے سے قبل دھویا گیا۔ سر اور ریش مبارک میں کنگھی کی گئی پھر طشت میں رکھ کر یزید کے پیش کیا گیا۔ یزید نے بید کی چھڑی اٹھائی اور مظلوم رسول کے دندان مبارک پر مارنے لگا۔ ابو بریدہ اسلمی صحابی بیٹھا دیکھ رہا تھا۔

اس نے یزید سے کہا۔

اے یزید! مجھے اس معبود واحد کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے اپنی آنکھوں سے نبی رسالت کو ان لبوں کو چومتے دیکھا ہے جنہیں تو نے چھڑی سے جدا کر رکھا ہے یزید یوم قیامت تیری شفاعت کرنے والا ابن زیادہ ہو گا۔ اور حسینؑ کی شفاعت کرنے والا محمدؐ ہو گا۔ ذرا انجام سوچ لے اور دیکھ لے کہ بارگاہ خالق میں کس کی شفاعت قبول ہو گی۔

یہ سنکر یزید بھڑک گیا اور اس نے ابو برزہ کے قتل کا حکم دیا جسے قتل کر دیا گیا۔

ابن طاؤس نے لہوف میں ابو برزہ کی بجائے ابو بردہ اسلمی لکھا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

منتخب کے مطابق ابو بردہ کو جیل میں ڈالنے کا حکم دیا گیا اور یہ صحابی رسول اسی حبس ہی میں مرگیا۔

بعض مورخین نے یزید کے ان اشعار میں اختلاف کیا ہے۔

لیت اشیاخی ببدر شہدوا۔ — کاش میرے بدر کے بزرگ آج موجود ہوتے۔

اختلاف اس بات میں ہے کہ واقعاً یہ اشعار یزید کے ہیں۔ یا پھر ابن زبعری کے۔

اور یزید نے بطور تمثیل یہ اشعار پڑھے ہیں۔

اس سلسلہ میں جہاں تک تحقیق حق کا تعلق ہے تو یہ اشعار یزید کے ہیں ممکن ہے بغرض تکرار یزید نے ایک دو اشعار ابن زبعری کے بھی شامل کر لیے ہوں جنہیں تضمین کہا جاسکتا ہے۔

ورنہ یزید کا یہ کہنا۔ میرے بزرگان بدر آج ہوتے تو وہ کہتے۔ یا یزید لا تشل۔

اے یزید تیرے ہاتھ کبھی سست نہ ہوں۔

یہ مصرعہ تو یقیناً یزید ہی کا ہے۔ اسی طرح اس کے بعد کے اشعار جن میں وحی اور نبوت سے انکار ہے یہ بھی حتماً یزید کے اشعار ہیں۔

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے انہی اشعار کو دلیل بنا کر تکفیر یزید کی ہے امام حنبل بھی انہی اشعار کو بنیاد بنا کر کفر یزید میں شک کرنے والوں کے ایمان کو بھی مخدوش سمجھتے تھے۔

ان محققین وقت کی تحقیقات عالیہ کے مطابق ان اشعار کو یزید کے علاوہ

Presented by www.ziaraat.com

کسی اور کی طرف منسوب کرنے پر زور صرف کرنے سے صرف یزید کی وکالت ہی ہو سکتی ہے اس کے علاوہ کچھ حاصل ہو گا۔

علامہ ابن ابی الحدید نے تاریخ طبری کے حوالے سے معتضد باللہ عباسی کا ایک خط نقل کیا ہے جو اس نے اپنے عمال کو لکھا تھا کہ اسے مساجد میں نماز جمعہ کے بعد پڑھا جائے اس خط میں اموی سلمانوں میں سے ہر ایک کے مطاعن اور مثالب درج کیے گئے ہیں۔

اور ابو سفیان کی اسلام دشمنی سے لے کر معاویہ کے متعلق آنحضور کے ارشادات عالیہ ایک ایک کر کے درج کیے گئے تھے اور آخر میں یزید کے دیگر اعمال کے علاوہ ان اشعار کو بھی نقل کیا گیا ہے۔

مترجم۔ مناسب ہوگا اگر یزید کی وکالت میں وقت ضائع کرنے اور صفحات سیاہ کرنے کی بجائے ہم مسلمہ واقعات کو ہی سامنے رکھیں۔ مسلمہ واقعات یہ ہیں۔

یزید کے حکم سے ابن زیاد نے فرزند رسول کو قتل کیا۔

یزید کے حکم سے ابن زیاد نے سروں کو نیزوں پر بلند کیا۔

یزید کے حکم سے ابن زیاد نے لاشوں کو پامال کیا۔

یزید کے حکم سے ہی ابن زیاد نے ذریت رسول کے خیام بھی جلائے تھے۔

یزید کے حکم سے ہی ابن زیاد نے زہرا زادیوں کو بے ردا کیا۔

یزید ہی کے حکم سے ابن زیاد نے بے پالان کے اونٹوں پر زہرا زادیوں کو کوفہ سے شام بھیجا۔

Presented by www.ziaraat.com

یزید کے حکم ہی سے کوفہ سے شام تک بے ردا رسول زادیوں کی تشہیر کرائی گئی۔

یزید کے حکم ہی سے اولادِ رسول کو تین دن بیرون شام اور کئی گھنٹے در دربار پر روکے رکھا گیا۔

یزید کے حکم سے ہی شام میں عید منائی گئی اور پانچ لاکھ تماشائی جمع کیا گیا

یزید نے ہی اپنے ہاتھوں سے سر مظلوم کی توہین کی۔

اور یزید نے ہی اپنے ہاتھوں سے قاتلوں کو انعامات سے نوازا تھا۔

یزید ہی وہ خلیفہ ہے جس نے سر فرزند رسول کو در دربار پر سولی چڑھایا تھا۔

یزید ہی نے رسول زادیوں کو بھی اپنے دربار میں بے ردا طلب کیا۔

یزید ہی نے اولادِ رسول کو پابند رسن کیا۔

یزید ہی نے آلِ رسول کو ایسے زندان میں رکھا جو نہ سردی سے محافظ تھا اور نہ گرمی سے۔

ان مسلمات کے ہوتے ہوئے اشعار یزید میں اختلاف بے معنی۔ اور لایعنی وکالت یزید ہے۔

اسی لیے محقق مورخین نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ اگر یزید قتل شبیر سے ناخوش تھا۔ تو پھر کوفہ سے شام زہرا زادیوں کو کیوں بے پالان کے

Presented by www.ziaraat.com

اونٹوں پر بے ردا بلایا؟
شام میں کیوں ایک سال تک زندان میں رکھا اور مصری سپاہیوں کو پہرہ پر مقرر کیے رکھا؟

Presented by www.ziaraat.com

مجلس

دربار یزید اور سر فرزند رسولؐ

منتخب کے مطابق جب یہ خبیث سر فرزند رسولؐ کو تخت پر طشت طلا میں اپنے سامنے چھڑی سے دندان مبارک سے جسارت کر رہا تھا اور صحابہ کے منع کرنے کے باوجود بھی نہ رکا بلکہ روکنے والوں کو دربار سے دھکے دے کر نکال باہر کیا۔ پھر اپنی جناب میں مصروف ہو کر سر کے ساتھ چھڑی سے کھیلنے لگا تو یزید ہی کے محل سے ایک کنیز سر و پا برہنہ دوڑتی ہوئی دربار میں آئی۔ اور کہنے لگی۔

اللہ تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور نار جہنم سے قبل تجھے آتش دنیا میں جلائے۔

اے ملعون! کیا تو ان دندان مبارک سے گستاخی کر رہا ہے جنہیں چوم چوم کر رسول کونین تھکتے نہیں تھے۔

یزید نے کہا۔ اے کنیز کیا تو باؤلی ہو گئی ہے۔ یہ کیا بک بک لگا رکھی ہے۔ کیا تجھے اپنے جسم پر یہ سر اچھا نہیں لگ رہا۔

Presented by www.ziaraat.com

کنیز نے کہا. میرے ساتھ جو سلوک چاہے کر لینا مجھے کوئی پروا نہیں ہے. لیکن جو کچھ میں نے ابھی ابھی دیکھا ہے وہ سن لے۔

پھر کنیز نے کہا۔

میں ابھی اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی. میں نہیں کہہ سکتی کہ نیند میں تھی یا جاگ رہی تھی. میرا رخ سوئے آسمان تھا. میں نے دیکھا جیسے آسمان کا دروازہ کھل گیا ہے. اس سے نور کی ایک سیڑھی زمین کی طرف لگائی گئی. اس سیڑھی سے دو خوبرو نوجوان اترے جنہوں نے سبز ریشم کے لباس پہن رکھے تھے تیرے گھر کے صحن میں ان دونوں نے جنتی زبرجد سے ایک دری بچھائی اس دری سے اتنی چمک نکل رہی تھی کہ مشرق و مغرب روشن نظر آ رہے تھے۔

پھر چندے آفتاب چندے ماہتاب ایک جوان سیڑھی سے اترا. اس دری پر بیٹھا اور باواز بلند کہنے لگا۔

بابا آدم تشریف لایئے. بابا ابراہیم آپ بھی تشریف لائیں. بھائی موسیٰ. بھائی عیسیٰ آپ بھی آجائیں۔

اس بلانے والے کی ریش مبارک خاک آلود تھی. آنسو ٹپک رہے تھے. گریبان چاک تھا. آستین چڑھی ہوئی تھی۔

پھر ایک اور دری اسی صحن میں بچھائی گئی. اس پر چاند سے چہرے والی ایک مستورہ آکر بیٹھی. جس کے سر کے بال کھلے ہوتے تھے. سیاہ لباس پہنا ہوا تھا. ایسے لگتا تھا جیسے اس کا پہلو زخمی ہو کیونکہ اس نے ایک ہاتھ پہلو پر رکھا ہوا تھا. ایک ہاتھ میں عصا تھا جس کے سہارے چلتی ہوئی آئی اور دری پر بیٹھ کر گریہ کرنے لگی۔

Presented by www.ziaraat.com

پھر فرمایا۔

ماں حوا۔ ماں ہاجرہ، بہن مریم۔ ماں خدیجہ آپ بھی آئیں یہاں بیٹھیں۔ میں نے ایک ہاتف غیبی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ انبیاء کو بلانے والا سرور انبیاء ہے اور ازواج و امہات انبیاء کو بلانے والی پہلو شکستہ دختر رسول ہے جو سید الشہداء اور غریب کربلا کی ماں ہے۔

اس مستور نے باواز بلند رد کر عرض کیا۔

بابا جان! آپ نے دیکھ لیا ہے کہ آپ کی امت نے میرے حسینؑ اور میری بیٹیوں سے کیا سلوک کیا ہے۔

سرور انبیاء اور تمام انبیاء یہ بات سنکر بے ساختہ باواز بلند رونے لگے۔

پھر رسول کونین حضرت آدم کی طرف متوجہ ہوئے

اور فرمایا۔

بابا جان! آپ نے دیکھ لیا ہے کہ میری امت کے کمینوں نے میری ذریت سے کیا سلوک کیا ہے۔

میں نے دیکھا ایک ایک نبی نے اور ایک ایک مخدرہ نے باری باری ایک دوسرے کو پرسہ دیا۔ پھر تمام نے مل کر جناب زہرا کو پرسہ دیا۔

پھر میں نے دیکھا کہ آسمان سے بے شمار لوگ آئے۔ میں نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔

اس نے جواب دیا۔ کہ ہم ملائکہ ہیں۔

میں نے پوچھا تم کیوں آئے ہو۔؟

Presented by www.ziaraat.com

اس نے جواب دیا اب ذرا آسمان کی طرف دیکھ تجھے پتہ چل جائے گا کہ ہم کیوں آتے ہیں؟

میں نے جب سوتے آسمان دیکھا تو کئی ملائکہ کے ہاتھ میں آگ کے شعلے تھے۔ اور وہ اسی گھر میں آ رہے تھے۔

اور آگ سے کہہ رہے تھے۔

اے آگ اس گھر کے مالک کو جلا ڈال۔

میں نے دیکھا ہے جب آگ تیری طرف آئی تو اس وقت بھاگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

ہائے میں جل گیا۔ ہائے میں جل گیا۔ اب کہاں جاؤں۔ یہ دیکھ کر میں گھبرا گئی تجھے آگ سے بچانے کی خاطر بستر سے اٹھی میری آنکھ کھل گئی سنا تو دربار میں شور و غوغا تھا۔

پوچھنے پر پتہ چلا ہے کہ فرزند رسول کا سر تجھے پیش کیا گیا ہے۔ میں نے تیرا نمک کھایا ہے۔ جو کچھ دیکھا ہے تجھے بتانا ضروری تھا اب میں دیکھ رہی ہوں کہ جن لبوں کو رسول خدا چومتے تھے تو انہی سے گستاخی کر رہا ہے ہٹا لے چھڑی یہاں سے

یزید نے کہا۔ اللہ تجھے خوار کرے کیا تو اس بھرے دربار میں میری توہین کرنے آئی تھی؟

کنیز نے کہا۔

توہین کرنے نہیں تجھے اس خواب غفلت سے بیدار کرنے آئی تھی جس میں تجھے دنیا و آخرت اور اپنے و بیگانے کی تمیز نہیں ہے۔

یزید نے حکم دیا کہ۔

ابھی ابھی اس کنیز کا سر تن سے جدا کر دو۔ یہ اپنے عورتوں والے خواب سنا سنا کر لوگوں کے ذہن خراب کرتی رہے گی۔

جلاد آگے بڑھے اور انہوں نے اس خوش نصیب کا سر جسم سے جدا کر دیا۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق قتل کنیز سے فراغت کے بعد یزید پھر چھڑی سے دندان مبارک کے ساتھ گستاخی کرنے لگا کہ جاثلیق آ گیا۔ یہ شخص انتہائی بوڑھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک عصا تھا جس کے سہارے پر یہ چل رہا تھا۔

مؤلف:۔ جاثلیق عیسائیوں کے اس بڑے پادری کو کہا جاتا ہے جو صرف انطاکیہ کے پادری جسے بطریق کہتے ہیں کے ماتحت ہوتا۔ بطریق سب سے بڑا پادری ہوتا ہے۔ اور صرف ایک ہوتا ہے جسے آج کل بطریق کو پوپ کہا جاتا ہے۔

جاثلیق کے ماتحت کو مطران کہا جاتا ہے۔ جو کسی ڈویژنل ہیڈکوارٹر پر ہوتا ہے اور مطران کے ماتحت اسقف کہلاتے ہیں۔ جو ہر گرجا میں ہوتے ہیں۔

جاثلیق نے جب سر غریب رسولؐ یزید کے سامنے طشت طلا میں دیکھا تو یزید سے پوچھا۔

یہ کس کا سر ہے؟

یزید نے کہا۔ حسین ابن علی ابن ابی طالب کا سر ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

جاثلیق نے کہا۔
اس کی ماں کا نام کیا تھا؟
یزید نے کہا۔ فاطمہ بنت محمد رسول اللہ تھا۔
جاثلیق نے کہا۔
ارے ظالم مسلمانو! میرے اور جناب داؤد کے درمیان تیس پشتوں کا فاصلہ ہے۔
مگر آج بھی میں جس گلی سے گزرتا ہوں نصرانی میرے پاؤں کی مٹی لے کر تبرکاً اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ تمہارے نبی کا تو ابھی کفن بھی میلا نہیں ہوا اور تم نے فرزند رسول کو اس بے دردی سے قتل کر دیا ہے اور اس کے قتل کرنے کا جشن منا رہے ہو۔
میں ابھی اپنے گرجا میں سو رہا تھا کہ عالم خواب میں میں نے آدم سے خاتم الانبیاء تک تمام انبیاء کو دیکھا ہے۔ تمام انبیاء محمدؐ کو پرسہ دے رہے تھے جبکہ محمدؐ کی آنکھوں سے بے تحاشا آنسو بہہ رہے تھے۔
اس کا سر گرد آلود تھا۔ لباس پر جگہ جگہ خون کے سرخ نشان تھے۔
تمام انبیاء اسے اس کے مظلوم بیٹے کی بے گناہ شہادت پر پرسہ دے رہے تھے۔ میں گھبرا کر اٹھا۔ اور اب دربار میں یہ تصدیق کرنے کی خاطر آیا ہوں کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے کیا حقیقت ہے یا نہیں۔ تجھ سے معلوم کرنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ حقیقت ہے۔
یزید نے کہا۔ ارے تو کہاں سے ٹپک پڑا یہ ہمارا اپنا معاملہ ہے۔ تو کہاں سے خواب سنانے لگا۔

Presented by www.ziaraat.com

جاثلیق آگے بڑھا۔ سر غریب رسول کو اٹھایا۔
اور عرض کیا۔
اے ابو عبد اللہ گواہ رہنا میں آپ کے نانا کی رسالت اور تیرے باپ کا ولایت کی شہادت دے رہا ہوں۔
تیرے اعداء سے اعلان برات کرتا ہوں
یزید نے کہا۔ گویا تو اب مسلمان ہوگیا ہے۔ اور تو نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے۔
جاثلیق نے کہا۔ تو نے کلمہ شہادت خود سن لیا ہے۔ اب اگر مسلمان نہیں تو اور کیا ہوں۔
یزید نے کہا۔ تیرا تحفظ ہمارے لیے اس وقت تک ضروری تھا جب تک تو اپنے دین پر تھا۔
اب جب ہمارے دین میں آگیا ہے تو اب ہم اپنے دین کے مطابق تجھ سے سلوک کریں گے۔
جاثلیق نے کہا۔ مجھے اب کوئی پروا نہیں ہے کہ تم لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔
یزید نے کہا تجھے معلوم ہے کہ جو آل رسول سے محبت رکھے اس کی سزا کیا ہے؟
جاثلیق نے کہا۔
جو سزا بھی ہو میں برداشت کرلوں گا۔
یزید نے جلاد کو حکم دیا کہ اسے کوڑے مارو۔

Presented by www.ziaraat.com

دو جلاد آگئے ایک ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف کھڑا ہو گیا باری باری دونوں کوڑے برسانے لگے۔ جب تک جاثلیق میں طاقت رہی کھڑے ہو کر کوڑے سہتا رہا۔ جب جسمانی طاقت جواب دے گئی تو فرش دربار پر گر گیا۔

یزید نے جلادوں سے کہا۔

یوں نہیں ایسے تو یہ جلدی مر جائے گا۔ ذرا ٹھہر ٹھہر کر کوڑے مارو تاکہ محبت آل محمد کی سزا اچھی طرح مل سکے اور اسے پتہ چل جائے کہ اسلام کیسا مذہب ہے۔

میں چاہتا ہوں یہ سسک سسک کر مرے۔

جب کچھ دیر کے لیے کوڑے رکے تو جاثلیق نے بند آنکھیں کھولیں۔ یزید کو دیکھا۔ درباریوں کو دیکھا۔

اور مسکرا دیا۔

یزید نے کہا۔ کیا بات ہے مسکرا رہا ہے؟

جاثلیق نے کہا۔ اپنی خوش نصیبی پر مسکرا رہا ہوں۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھے جیتے جی جنت کی بشارت ملے گی۔ آج اپنے کانوں سے نہ صرف جنت کی بشارت سن لی ہے بلکہ اپنی آنکھوں سے جنت کا نظارہ بھی کر چکا ہوں۔ جلادوں سے کہہ ذرا جلدی کریں۔ نبی کونین میرا انتظار کر رہے ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ میرے آقا کو زیادہ تکلیف ہو۔

یزید نے پوچھا۔ کون نبی کونین؟

جاثلیق نے کہا۔ وہی نبی کونین جس کا کلمہ تیرے دادا نے ہتھیار ڈال کے پڑھا تھا

Presented by www.ziaraat.com

اور میں نے اس کے بیٹے کی حقانیت اور اپنے عیسٰی نبی کی گواہی سے پڑھا ہے اور نبی کونین میرے سامنے کھڑے ہیں ان کے ایک ہاتھ میں جنت کی قمیص اور دوسرے ہاتھ میں مرصع تاج ہے۔ مجھے فرمارہے ہیں بس تیری روح کے تیرے جسم کو چھوڑنے کی دیر ہے، یہ قمیص اور تاج تجھے اپنے ہاتھ سے پہناؤں گا۔

یزید نے جلادوں سے کہا۔ اسے جلدی ختم کردو۔ درباریوں کے ذہن خراب کر رہا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

واقعہ عبدالوہاب نصرانی

منتخب کے مطابق ایک نصرانی روم سے کسی ذاتی کام کی خاطر شام آیا۔ ان دنوں میں جب فتح یزید کے جشن منائے جا رہے تھے۔ یہ نصرانی اس وقت دربار یزید ہی میں بیٹھا تھا جب یہ خبیث سر غریب زہراؑ سے گستاخی کر رہا تھا۔

عبدالوہاب نے یزید سے پوچھا۔

اے امیر! یہ کس کا سر ہے؟

یزید نے کہا۔ حسین ابن علیؑ ابن ابوطالب کا سر ہے؟

عبدالوہاب نے کہا۔ اس کی ماں کا نام کیا ہے؟

یزید نے کہا۔

آخر تو یہ سوال کیوں کر رہا ہے۔

عبدالوہاب نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ میں روم کا باشندہ ہوں۔ جب وہاں جا کر میں شاہ روم آپ کی فتح کا حال سناؤں گا تو وہ مجھ سے مقتول کے متعلق

Presented by www.ziaraat.com

پوچھے گا کون تھا۔

اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مکمل معلومات لے کر جاؤں مجھے یقین ہے شاہ روم بھی آپ کی اس خوشی میں آپ کا شریک ہو گا۔

یزید نے کہا۔

اس کی ماں فاطمہ بنت محمدؐ رسول اللہ تھی۔

عبدالوہاب کانپ گیا۔ اور کہنے لگا۔ اے یزید کیا یہ فاطمہ زہرا کا بڑا لڑکا ہے یا چھوٹا؟

یزید نے کہا۔ چھوٹا لڑکا ہے۔

عبدالوہاب نے کہا۔

کیا حسین اسی کا نام تھا۔

یزید نے کہا۔ ہاں۔

عبدالوہاب کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو ٹپک پڑے۔ اور کہنے لگا اے یزید شاید تجھے معلوم نہیں کہ میں کون ہوں؟

تجھے کیا معلوم ہو گا شاہ روم کو بھی آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ میں کون ہوں۔

آج کل تو میں شاہ روم کا وزیر ہوں۔ لیکن ایک وقت میں میں تاجر تھا۔ اور مکہ و مدینہ میں بغرض تجارت آتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ میں مدینہ آیا تو سرور انبیاء کا بڑا چرچا تھا۔

میں نے بھی سوچا کہ مدینہ کے مقتدر افراد سے ہے اگر ان سے واقفیت ہو جائے تو اس کے معتقد بن یقیناً مجھے اچھی نظروں سے دیکھیں گے چنانچہ میں نے

Presented by www.ziaraat.com

فیصلہ کیا کہ محمدؐ کے پاس کوئی تحفہ لے جاؤں۔

میں نے آپ کے صحابہ سے پوچھا کہ آپ کو کیا پسند ہے؟

انہوں نے بتایا۔ آپ خوشبو کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔

میں نے کستوری کی دو تھیلیاں اور کچھ عنبر لیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ تحفہ پیش کیا۔

آپ نے پوچھا۔ تیرا نام کیا ہے؟

میں نے بتایا۔ میرا نام عبدالشمس ہے۔

آپ نے فرمایا۔

اگر تو اپنا نام بھی بدل لے اور میرا دین بھی قبول کرے تو پھر تو میں تیرا یہ تحفہ قبول کر لوں گا ورنہ نہیں۔

میں نے عرض کیا۔

نام آپ جو چاہیں تجویز فرمالیں۔ لیکن دین کے معاملہ میں مجھے کچھ مہلت دیں میرے دل میں ان کی محبت جیسے گھر کر گئی تھی۔ انہوں نے اسی وقت عبدالشمس کی جگہ میرا نام عبدالوہاب تجویز کیا۔

دوسرے دن میں نے آکر اسلام قبول کر لیا۔ واپس روم جا کر میں نے کسی کو اپنے اسلام سے آگاہ نہیں کیا۔ اس وقت میں میرے چار بیٹے اور تین بیٹیاں مسلمان ہیں۔ میں اپنی امانت اور دیانت کی وجہ سے شاہ روم کا وزیر ہوں۔ انہی دنوں دوسرے سال میں بغرض تجارت مدینہ آیا۔ آنحضور کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ کہ یہی حسین جس کا سر اس وقت تیرے سامنے رکھا ہے کمسن تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

آنحضور کی خدمت میں آیا آپ نے آگے بڑھ کر دونوں بازو کھول کر اس شہزادے کو سینہ سے لگایا جن ہونٹوں پر تو نے چھڑی رکھی ہوئی ہے انہی لبوں کو آپ کافی دیر تک چومتے نہیں چوستے رہے شہزادہ کچھ دیر نانا کی گود میں بیٹھ کر واپس چلا گیا۔

اگلے سال میں پھر آیا تو میری موجودگی میں یہ دونوں بھائی آنحضورؐ کے پاس آئے اور عرض کی۔

نانا ہم آپس میں کشتی لڑتے ہیں آپ فیصلہ فرمائیں کہ ہم سے طاقت ور کون ہے؟

آپ نے فرمایا۔ نہیں بیٹے کشتی لڑنا تمہاری شان کے خلاف ہے۔ تم ایسا کرو دونوں جاکر تختیاں لکھو جس کا خط خوبصورت ہوگا وہی طاقت ور ہوگا۔

دونوں شہزادے واپس چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد تختیاں لے کر آگئے۔ نانا کے سامنے رکھیں اور عرض کیا۔

نانا فیصلہ فرمایئے کس کا خط خوبصورت ہے؟

میں نے دیکھا سرورکونین دونوں میں سے کسی کو بھی رنجیدہ خاطر نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے آپ نے دونوں کو گلے لگا کر فرمایا۔

بیٹے تم دونوں جاکر بابا علیؑ کو تختیاں دکھاؤ وہی فیصلہ کریں گے۔

کچھ دیر بعد دونوں شہزادے واپس آئے اور عرض کیا۔

نانا بابا فرماتے ہیں تم دونوں اپنی ماں زہرا کے پاس جاؤ وہی فیصلہ کریں گی آپ نے فرمایا۔ بیٹے ٹھیک ہے اپنے بابا کا حکم مانو اور ماں کے پاس چلے جاؤ۔

کچھ دیر بعد سرورکونین پہلے مسکرائے اور پھر رو دیئے

Presented by www.ziaraat.com

میں نے عرض کیا۔ قبلہ بیک وقت خوشی اور غمی یہ کیا ہوا۔
آپ نے فرمایا۔ ابھی جبریل نے مجھے آکر بتایا ہے کہ جب دونوں بچے جناب زہرا کے پاس تختیاں کے لیے گئے اور عرض کیا۔ اماں جان فیصلہ فرمایئے کس کا خط خوب صورت ہے۔
بی بی نے فرمایا۔ بیٹے نانا یا بابا سے فیصلہ کرایا ہوتا۔
شہزادوں نے عرض کیا۔ امی جان! نانا نے بابا کے پاس بھیجا اور بابا نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔
یہ جواب سنکر بی بی نے دل میں سوچا کہ نہ تو ان دونوں کو آنحضور رنجیدہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ میرے سرتاج بی بی کے گلے میں سات موتیوں والا ایک ہار تھا۔
بی بی نے فرمایا۔
دیکھو میں ہار کے دانے زمین پر پھینکتی ہوں جس نے زیادہ اٹھا لیے اسی کا خط خوبصورت ہوگا۔ چنانچہ آپ کی دختر نیک اختر نے ہار کے دانے زمین پر بکھیر دیئے دونوں شہزادے آگے بڑھے تین دانے حسنؑ نے اور تین حسینؑ نے اٹھا لیے۔ ایک دانہ بچ گیا۔ ایک طرف سے حسنؑ نے دوسری طرف سے حسینؑ نے ہاتھ بڑھایا۔ اور ذات احدیت نے مجھے حکم دیا کہ ان میں کوئی بھی ایک دانہ نہ اٹھائے۔ دونوں کے ہاتھ پہنچنے سے قبل اس دانہ کو دو حصوں میں تقسیم کردے تاکہ آدھا حسنؑ لے لے اور آدھا حسینؑ۔
میں اس لیے مسکرایا ہوں کہ جس طرح میں دونوں میں سے کسی کا دل نہیں دکھانا چاہتا تھا اسی طرح علیؑ اور فاطمہ کے ساتھ ساتھ اللہ نے بھی کسی کو رنجیدہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

Presented by www.ziaraat.com

اور رو یا اس لیے ہوں کہ ایک دن میرا یہ بیٹا میری امت کے ہاتھوں زہر جفا سے اور پھر یہ چھوٹا بیٹا سرزمین عراق میں تشنہ اور گرسنہ شہید ہو گا۔

یزید جس ہستی کو اللہ اور رسول صرف رنجیدہ خاطر نہیں کرنا چاہتے تھے تو نے اس ہستی کو اتنے بڑے ظلم سے شہید کر دیا ہے۔ اور اس کی شہادت پر تو جشن منا رہا ہے۔

پھر عبدالوہاب اٹھا اس نے سر مظلوم زہرا کو تخت یزید سے اٹھایا۔ سینہ سے لگایا۔ بوسہ لیا۔ اور عرض کیا۔

اے فرزند زہرا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کا ساتھ نہ دے سکا میرے اس افسوس کی شہادت اور یزید کے سامنے کلمہ حق کہنے کی گواہی اپنے نانا اور بابا کے سامنے دے دینا۔

Presented by www.ziaraat.com

مجلس

جناب سجادؑ دربار یزید میں

سروں کے بعد اس ظالم نے دوسرا حکم یہ دیا کہ اب مرد قیدیوں کو حاضر کیا جائے۔ چنانچہ جناب سجاد اور آپ کے ساتھ دیگر گیارہ گرفتار شدہ قیدی بچوں کو دربار کے سامنے لایا گیا۔

۱۔ جناب سجادؑ۔

۲۔ امام باقرؑ۔

۳۔ عمرو ابن حسنؑ

۴۔ عمرو ابن حسینؑ۔

۵۔ حسن ابن حسنؑ

۶۔ زید ابن حسنؑ۔

۷۔ یحیٰی ابن حسنؑ

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ مرد اور بنات رسول تمام قیدیوں کو بیک وقت دربار میں پیش کیا گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

منتخب کے مطابق جناب سجاد فرماتے ہیں کہ جب ہمیں دربار شام میں یزید کے پیش کیا گیا تو اس وقت تمام ایک رسی میں بندھے ہوتے تھے۔ رسی کا سرا میرے گلے میں تھا۔

میرے بعد دختر زہرا کے گلے میں ان کے پیچھے جناب ام رباب تھیں اسی طرح ہم تمام اولاد رسول ایک رسی میں گرفتاریوں میں لاتے گئے کہ میرے گلے میں پڑی رسی میں شمر کا ہاتھ تھا جب مجھے کھینچتا تھا تو میرے پیچھے تمام مستورات کھچی چلی آتی تھیں۔

جب یزید کے سامنے آئے تو میں نے یزید کو مخاطب کر کے کہا۔

اگر ایک بات پوچھوں تو کیا جواب دے گا؟

یزید نے کہا۔ کیا بات پوچھنا ہے؟

میں نے کہا۔

صرف اتنا بتا دے۔ اگر آج ہمیں وہ رسول اس حالت میں دیکھتا جس کا کلمہ پڑھ کر تو اس منبر پر بیٹھا ہے تو ان کے دل پر کیا گزرتی؟

یزید نے جواب میں کوئی بات نہ کہی اور منہ پھیر لیا۔

یزید نے شمر سے پوچھا۔ یہ کون ہے؟

شمر نے کہا۔ علی ابن حسینؑ ہے۔

یزید نے کہا۔ کیا علی ابن حسینؑ میدان کربلا کے مقتولین کی فہرست میں نہیں ہے۔

شمر نے کہا۔

وہ اس کا چھوٹا بھائی تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

ابن شہر آشوب کے مطابق ۔

یزید نے امام سجادؑ سے پوچھا ۔

تیرے باپ کو کیا تھا کہ اس نے اپنے ہر بیٹے کا علی رکھا ہے ؟

امام سجاد نے فرمایا ۔

اور تو کچھ نہ تھا صرف انہیں اپنے باپ سے محبت تھی اس لیے انہوں نے اپنے ہر بیٹے کا نام علی رکھا ہے ۔

یزید نے کہا ۔ کیا تو اسی حسین کا بیٹا ہے جو میری جگہ منبر خلافت پر بیٹھنا چاہتا تھا ۔ آج تو نے اس کا انجام دیکھ لیا ہے کہ تیرے باپ کا سر میرے سامنے ہے ۔ اور تو اپنے اہل بیت کے ساتھ رسن بستہ میرے روبرو ہے ۔

امام سجاد نے فرمایا ۔

یزید تو اچھی طرح جانتا ہے کہ منبر رسول پر بیٹھنے کے لیے میرے باپ سے زیادہ حقدار کوئی نہ تھا اگر اس نے بقول تیرے یہ خواہش کی تھی تو کون سا برا کیا تھا ۔

یزید نے کہا ۔ پھر اب انجام بھی تو دیکھ لیا ہے ۔

امام سجاد نے فرمایا ۔

ابھی انجام کہاں آیا ہے ۔ جب انجام آجائے گا تو ہم بھی دیکھ لیں گے اور تو بھی دیکھ لے گا ۔

بحار کے مطابق یزید نے کہا ۔

حیرت ہے تو میرا قیدی ہو کر بھرے دربار میں مجھے ترکی بترکی جواب دے رہا ہے ۔

Presented by www.ziaraat.com

جلاد کہاں ہے۔

جلاد حاضر ہوا۔

یزید نے کہا۔ اسے لے جا کر قتل کر دے۔

جلاد آگے بڑھا۔ امام سجاد نے فرمایا۔

میں قتل ہونے جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ یہ نبی کی امانتیں ہیں انہیں مدینہ پہنچانے کا انتظام کر دینا۔

جب بنت زہرا نے جلاد کا ہاتھ جناب سجاد کی رسی میں دیکھا تو مجبور ہاتھوں کے باوجود اپنے کو امام سجاد تک پہنچایا اور فرمایا۔

او یزید! جو قتل کر چکا ہے وہی کافی سمجھ۔ اگر اسے قتل کرنا ہے تو مجھے بھی ساتھ قتل کر دے۔

دربار میں ہل چل مچ گئی۔ کئی افراد کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا۔ یزید یہ مخدرہ اس بیمار کو تنہا قتل نہیں ہونے دے گی۔ اور اہل شام میں سے کوئی بھی کسی نبی زادی کا قتل گوارا نہیں کرے گا۔ پھر جلاد کو واپس بلایا۔

دھدار راوندی سے مروی ہے کہ جب یزید جناب سجاد سے جابرانہ گفتگو کر رہا تھا اس وقت آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی تسبیح تھی جسے آپ گھما رہے تھے۔

یزید نے کہا۔ اے حسین کے زادے! یہ کیا بات ہوئی کہ میں تیرے ساتھ بات کرتا ہوں۔ اور تو ہاتھ میں تسبیح لئے گھما رہا ہے میری کسی بات کا جواب دیتا ہے اور کسی کا نہیں۔ حالانکہ تو قیدی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

جناب سجاد نے فرمایا۔

جہاں تک تیری باتوں کے جواب کا تعلق ہے تو ہر بات کا جواب دینا ضروری نہیں ہے جو بات قابل جواب ہوتی ہے اس کا جواب دے دیتا ہوں اور جو نہیں ہوتی اس کا جواب نہیں دیتا۔ اور جہاں تک تسبیح کا تعلق ہے تب مجھے میرے بابا نے میرے دادا سے روایت بیان کی ہے کہ۔

نماز صبح سے فراغت کے بعد میرے دادا اس وقت تک کوئی بات نہ کرتے تھے جب تک ہاتھ میں تسبیح نہ لے لیتے تھے۔ اور تسبیح لینے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللھم انی اصبحتُ اُسبحك و اُمجدك واحمدك و اُھللك بعدد ما ادیر به سبحتی۔

اس کے بعد آپ ہاتھ میں تسبیح گھماتے رہتے تھے اور باتیں کرتے رہتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے مولا تے صادق نبی کونین سے سنا ہے کہ جو شخص نماز صبح کے بعد یہ دعا پڑھ ہاتھ میں تسبیح لے اور تسبیح کو گھماتا رہے تو اس کے نامہ اعمال میں ثواب تسبیح درج کیا جاتا ہے۔ خواہ کچھ بھی نہ پڑھے۔ اسی طرح رات کو اگر سونے سے پہلے یہی دعا پڑھ کر تسبیح کو زیر تکیہ رکھے تو بھی تمام رات باوجود خواب کے ثواب تسبیح اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔

میں اپنے جد محترم کی اقتدار کیا کرتا ہوں۔ اور صبح اٹھتے ہی دعا پڑھ کے تسبیح ہاتھ میں لیتا ہوں اور اسے گھماتا رہتا ہوں۔ رات کو سونے سے پہلے دعا پڑھ کے تسبیح کو زیر تکیہ رکھ دیتا ہوں۔

عیون اخبار رضا میں فضل سے مروی ہے کہ امام رضا نے فرمایا ہے کہ سرہائے شہداء کے بعد اسیران آل محمد دربار یزید میں داخل ہوئے تو یزید نے سر مظلوم کو

Presented by www.ziaraat.com

زیر تخت رکھا۔ اس پر دستر خوان لگایا۔ اپنے اموی معززین کے ساتھ بیٹھ کر شراب خوری کرنے لگا۔ اور جام میں بچ جانے والی شراب فرزند رسول کو سر مبارک پر انڈیلنے لگا۔

اور ہر مرتبہ کہتا تھا۔

اے حسین!

کیا دیکھ رہا ہے۔؟

کیسی اچھی شراب ہے؟

آپ کے خیال میں آپ کا والد حوض کوثر کا ساقی ہو گا۔ اگر کبھی اتفاق ہو جائے۔ اور میں حوض کوثر کے قریب سے پیاسا گزروں گا تو باپ سے کہنا کہ مجھے حوض کوثر سے نہ پلاتے۔

اے حسین!

آپ کے نانا نے چاندی اور سونے کے برتن کا استعمال حرام کیا تھا۔ ذرا دیکھ پہلے چاندی کے طشت میں اور اب سونے کے طشت میں تیرا سر کیسے خوبصورت لگ رہا ہے۔

تیرا باپ فخر کیا کرتا تھا کہ بدر میں اس نے اپنے مقابل میں ہر آنے والے کو قتل کیا تھا۔ اب دیکھ یہ بدر کا بدلہ ہے۔ جو میں نے لے لیا ہے۔ اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے۔

هلال بدا و هلال زمل کذلک تجری صروف الدول

ایک چاند طلوع کر رہا ہے اور ایک چاند مغرب میں چھپ رہا ہے۔ حوادثات زمانہ حکومتوں کے ساتھ یہی کچھ کرتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

لئن ساءنا ان جبشا مضی   لقد سرنا ان جبشا تقض

ایک وقت اگر ایک لشکر کی موت نے ہمیں غمزدہ کیا تھا۔ تو آج دوسرے لشکر کی موت نے ہمیں خوشی اور مسرت بھی تو دی ہے۔

لست من خندف ان لم اشتقم   من نبی احمد ما کان تعل

میری ماں خندف نہ ہوئی اگر میں نے نبی احمد سے ان تمام کاموں کے بدلے نہ لیے جو اس نے کیے تھے۔

ابن جوزی نے۔ الرد علی المتعصب العنید فی تصویب فعل یزید میں لکھا ہے کہ۔

اگرچہ فرزند رسول کا قتل، سر نواسہ رسول، سرہائے شہداء، ذریت زہراؑ اور نبی زادیوں کو رسن بستہ کر کے بعد از تشہیر یزید کا اپنی کھلی کچہری میں پیش کرنے کا حکم دینا بھی کم باعث تعجب نہیں ہے۔ لیکن ان تمام امور سے حیرت اس وقت بڑھ جاتی ہے جب ہمیں تاریخ کے مسلمہ مورخین یہ واقعہ بتاتے ہیں۔ کہ یزید نے اپنے جام میں بچی ہوئی شراب سر فرزند رسول پہ انڈیلی اور آنحضورؐ سے جنگ بدر کا انتقام لینے کی بات کی۔

بوسہ گاہ نبوی کو چھڑی سے مجروح کیا۔

ابن زیاد کو حکم دیا کہ نبی زادیوں کو بے پالان کے اونٹوں پر سوار کر کے سر پا برہنہ شام لایا جائے۔

فاطمہ بنت حسینؑ کو ایک شامی کے حوالہ کرنے کا ارادہ کیا۔

ذریت رسول کے لاشوں کو بے گور و کفن رکھنے کا حکم دیا۔

اگر دل یزید جاہلیت کے کینوں اور بدر کے انتقام سے لبریز نہ ہوتا تو

سر مظلوم کا احترام کرتا۔

سر فرزند زہراؑ کی چھڑی سے توہین نہ کرتا۔

جام میں بچی ہوئی شراب سر پر نہ انڈیلتا۔

بنات رسول کے ساتھ احترام کا سا سلوک کرنا۔

یہ تمام امور ایسے ہیں جو کسی بھی تاریخ پڑھنے والے سے اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ صرف یزید پر لعنت پہ اکتفا نہ کرے بلکہ لعنت کے ساتھ کفر یزید میں بھی شک نہ کرے۔

اگر واقعاً یزید ابن زیاد سے ناراض ہوتا۔ اور اگر واقعاً ابن زیاد نے یزید کی نافرمانی کر کے نواسہ رسول کو شہید کیا ہوتا تو پھر۔ ابن زیاد کو اپنے مقربین بارگاہ میں شامل نہ کرتا۔ بیت المال سے اس پر بے شمار تحائف کی بارش نہ کرتا۔ اسے انعام واکرام سے نہ نوازتا۔ اور اسے اپنے اہل حرم میں بھی نہ لے جاتا۔

ابن عقیل نے لکھا ہے کہ۔

جو امور کفر یزید پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے اس کے یہ اشعار بھی ایک واضح دلیل ہیں۔

اپنی کنیز کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

علیتہ ھاتی عللینی واعضی یذلک انی لا احب التناحب

اے علیہ مجھے سیراب کر دوبارہ سیراب کر یہ رونا دھونا مجھے اچھا نہیں لگتا۔

☆

Presented by www.ziaraat.com

حدیث ابی سفیان قدماقی بھا　　　الی احد حتی اقام البواکب

پہلے وقتوں میں ابوسفیان کی یہ باتیں تھیں کہ اس نے نوحہ گر عورتوں کو بلا کر نوحہ خوانی کرائی تھی۔

اذا ما نظر ما فی لعور قدیمۃ　　　وجدنا حلا لا شراب متوالیا

جب ہم پرانی شریعتوں اور سابقہ حالات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں شراب خوری ہر دور میں حلال ملتی ہے۔

وان مت یا ام الاحیم فانکحی　　　ولا تاملی بعد الفراق تلاقب

اے ام راحیم اگر میں مر جاؤں تو کسی دوسرے سے نکاح کر کے عیش کر لینا۔ اور مرنے کے بعد کسی قسم کی ملاقات اور زندگی کا خیال نہ کرنا۔

فان الذی حدثت عن یوم بعثت　　　احادیث طسم تجعل القلب ساھیا

یہ باتیں جو تجھے سنائی جاتی ہیں کہ کوئی قیامت کا دن بھی ہوگا یہ سب ایسی بے ہودہ باتیں ہیں جن سے دل پریشان ہوتا ہے۔

معتر الندمان قوموا　　　واسمعوا صوت الاغانی

اے ساتھیو! اٹھو اور گانے والیوں کی آوازیں سنو۔

واشربوا کاس المدام　　　واترکوا ذکر المعانی

اٹھو شراب کے جام لنڈھاؤ اور معانی کا تذکرہ چھوڑو۔

متغتنی نغمۃ العیدان　　　عن صوت الاذان

مجھے تو سارنگی کی لے نے اذان کی آواز سے بے نیاز کر دیا ہے

Presented by www.ziaraat.com

وتعوضت عن الحور خموراً فی الدنان

میں نے حوروں کے عوض دنیا میں شراب ہی کو چن لیا ہے

وشمسہ کرم برجھا قعرذھا ومشرقھا الساقی ومغربھا فی

انگوری آفتاب جس کا برج شکم صراحی ہے اور اس کا مشرق دست ساقی اور مغرب میرا منہ ہے۔

شراب کتیر فی اناء کفضۃ وساق لید رمعر تد احی کا نجم

چاندی جیسے برتن میں سونے جیسی شراب ہے۔ ستاروں جیسے دوستوں میں ماہ درد ھفتہ جیسی پنڈلی پر ہاتھ ہے۔

فان حرمت یوما علی دین احمد فخذ ع علی ابن المسیح ابن مریم

اگر آج دین محمدؐ میں شراب کو حرام کہا گیا ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مسیح ابن مریم کے دین میں حلال سمجھ کر پی لو۔

ان اشعار کو پڑھ کر کوئی احمق سے احمق آدمی بھی کفر یزید میں شک نہیں کر سکتا۔

محمد نحوی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ عبدالرحمن ابن بشار پر عبیداللہ ابن زیاد نے ظلم کیا۔

عبدالرحمن کہتا ہے کہ میں ابن زیاد کے خلاف شکوہ لے کر شام آیا۔ ایک سال تک در یزید پر کھڑا رہا لیکن مجھے دربار یزید میں جانے کی اجازت نہ ملی۔ سال کے بعد واپس پلٹا۔ بیرون شام ایک چار دیواری بنی ہوئی تھی۔ اس میں داخل ہوا۔ دیکھا تو ایک کتا جس کے گلے میں سونے کی زنجیر تھی اسی چار دیواری میں پھر رہا تھا۔ پھرتے پھراتے وہ کتا ایک خیمہ میں گھس گیا میں آگے بڑھا تو ایک شخص

Presented by www.ziaraat.com

گھوڑے پر سوار تھا اس نے مجھ سے پوچھا۔ تو نے کہیں اس جگہ کوئی کتا دیکھا ہے۔

میں نے کہا۔ ہاں ایک کتا تو اس خیمہ میں ابھی گیا ہے۔ وہ شخص جلدی سے وہاں آیا۔

مجھ سے پوچھا تیرے پاس کچھ پانی بھی ہے۔

میں نے کہا۔ ہاں ہے۔

میں نے اسے پانی دیا۔ پہلے اس نے کتے کو پلایا۔ پھر سات مرتبہ کتے کو نہلایا۔ پھر بچا ہوا پانی خود پیا۔

اور مجھ سے پوچھا۔

تو یہاں کیا کرتا پھر رہا ہے۔

میں نے اسے بتایا کہ ابن زیاد نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ یزید کے پاس شکایت لے کر آیا تھا۔ لیکن کسی نے دربار میں نہیں جانے دیا۔ ایک سال انتظار کے بعد واپس جا رہا ہوں۔ پتہ نہیں وہ ظالم کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے۔

اس نے کہا۔ اگر چاہے تو میں تجھے ابن زیاد کے نام ایک خط دے دوں۔ وہ میرا دوست ہے۔ مجھے امید ہے سابقہ ظلم کی تلافی کر دے گا۔ اور آئندہ تجھے کچھ نہیں کہے گا۔

میں نے کہا۔ لکھ دے۔

اس نے مجھے ابن زیاد کے نام خط لکھ دیا۔ میں وہ خط لے کر ابن زیاد کے پاس آیا۔

ابن زیاد نے جونہی خط دیکھا اس کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اس نے میرے ساتھ کیے گئے

Presented by www.ziaraat.com

ظلم کی تلافی کا حکم دیا۔

اور کہنے لگا۔

یہ خط تجھے کس نے لکھوا دیا ہے؟

میں نے کہا۔ یہ خط کس کا ہے؟

ابن زیاد نے کہا۔

یہ امیر المومنین یزید کا خط ہے۔

میں نے کہا۔ مجھے ایک دوست کی وساطت سے شرف زیارت نصیب ہوا تھا۔

ابن زیاد نے کہا۔

یزید نے مجھے لکھا ہے کہ۔ تو نے مجھے بھی لعنت کی ہے اور یزید پر بھی لعنت کی ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تیری جائیداد تجھے واپس لوٹا دوں۔ لہذا میں تیری جائیداد تجھے واپس کرتا ہوں۔ جا تیرا کام ہو گیا ہے۔

ابو الفرج نے کتاب التبصرہ میں لکھا ہے کہ۔

جب جناب عباس ابن عبد المطلب جنگ بدر میں گرفتار ہوئے تو سرور کونین نے جناب عباس کی گرفتاری کی شب اول آپ کی صدائے گریہ سنی۔ آپ سے برداشت نہ ہو سکا۔ اور صبح ہونے سے پہلے صحابہ سے اجازت لیکر آپ کو رہا کر دیا تھا۔

جب قاتل جناب حمزہ وحشی نے اسلام قبول کیا تھا تو آنحضور نے اسے فرمایا تھا۔

میرے سامنے کبھی نہ آنا میں اپنے عزیزوں کے قاتل کا چہرہ دیکھنا

Presented by www.ziaraat.com

گوارا نہیں کرتا۔

آج اگر سرور کونین زندہ ہوتے تو اپنی بیٹیوں کی گرفتاری خدا معلوم کیسے برداشت کرتے یا اپنے حسین کے قاتل کو دیکھنا کیسے برداشت کرتے۔

ابراہیم نخعی کہا کرتا تھا

بخدا اگر میں قاتل حسین ہوتا۔ اور شریک قتل ہوتا اور رب مجھے معاف کر کے جنت میں بھی بھیج دیتا تو کبھی نبی اکرم کے سامنے نہ جاتا۔

ازروئے تاریخ بنات رسول اور آل رسول کے علاوہ سب سے پہلے جس شخص نے فرزند رسول کی بے رحمانہ شہادت پر مرثیہ لکھا تھا۔ اس کا نام عقبہ ابن عمرو عبسی تھا۔

پہلے مرثیہ کے اشعار یہ ہیں۔

ماذلت ابکیہ وارثی لشجوہ ویسعد عینی ومعھا وزخیرھا

میں ہمیشہ اس کے غم میں روتا رہوں گا اور مرثیہ خوانی کرتا رہوں گا میری آنکھیں۔ آنکھوں کے آنسو اور میری آہیں میرا تعاون کرتے رہیں گے۔

وناديت من حول الحسين عصائبا اطافت به من جانبيه قبورها

حسین کے اردگرد اصحاب حسینؑ میں ایک ایک کا نام لے کر پکارتا رہا ان کی قبروں نے حسین کے اردگرد گھیرا ڈال رکھا ہے۔

سلام على اهل القبور بكربلا وقل لها منى سلام يزورها

کربلا میں تمام قبروں پر میرا سلام ہو میرا زیارت کرنے والا سلام بہت کم ہوگا؟

سلام بآصال العشی وبالضحیٰ　　یؤدیه تکیاء الریاح مورها

شام کے ڈھلتے سائے اور چاشت کے بڑھتے سائے میں سلام ہو جسے چو طرفی ہوائیں بے کراں تک پہنچاتی رہیں۔

وہ برا الزوار زائر قبرہ　　یطوح علیهم سکها وعبیرها

قبر حسین کے زائرین کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے اور ان پر کربلا سے اٹھنے والی مشک وعنبر کی مہک قربان ہوتی رہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مجلس

نبی زادیاں دربار یزید میں

ارشاد مفید کے مطابق جب آل محمدؐ کے مرد قیدیوں کو بلایا تو چونکہ مرد اور نبی زادیاں ایک ہی رسی میں بندھے ہوتے تھے اس لیے سب کے سب داخل دربار ہوئے۔

یزید نے تمام قیدیوں کو دربار کے ایک طرف کھڑا کرنے کا حکم دیا سر مظلوم یزید نے اپنے سامنے رکھا۔

جب زہرا زادیوں نے سر مظلوم کو یزید کے سامنے دیکھا۔ تو بنت زہراؑ نے یوں بین کرنا شروع کیا۔

یاحبیبنا یاحبیب رسول اللہ۔	ہائے ہمارے پیارے۔ اے رسول کے پیارے۔
یابن مکۃ ومنی	ہائے مکہ ومنی کے بیٹے۔
یابن فاطمۃ الزهراؑ سیدۃ النساء۔	ہائے سیدۃ النساء فاطمہؑ زہرا کے بیٹے۔

Presented by www.ziaraat.com

یا بن بنت المصطفیٰ۔ ہائے دختر مصطفیٰ کے بیٹے۔

یا ربیع الارامل و الیتامیٰ۔ ہائے بے واؤں اور یتیموں کے سہارے۔

یا قتیل اولاد الادعیاء۔ ہائے حرام زادوں کے مقتول۔

انوار نعمانیہ کے مطابق جب تمام نبی زادیاں دربار یزید میں پیش کر دی گئیں تو یزید ایک ایک بی بی کی طرف اشارہ کر کے پوچھنے لگا۔

من ھٰذہ و من ھٰذہ۔ یہ بی بی کون ہے اور یہ بی بی کون ہے؟

حتیٰ کہ یزید نے ایک کمسن بچی کو دیکھا کہ جس کے گلے میں رسی تھی۔ اور دونوں بازوؤں کی کہنیوں میں منہ کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ یزید نے پوچھا۔

من ھٰذہ۔ یہ بچی کون ہے؟

زجر ابن قیس کے ہاتھ میں رسی تھی اس نے جواب دیا۔ یہ سکینہ بنت حسینؑ ہے۔

یزید نے پوچھا۔ اے دختر حسین یہ تو نے کہنیوں میں منہ کیوں دے رکھا ہے؟

بچی نے کوئی جواب نہ دیا۔

جناب سجاد کی طرف دیکھا۔

یزید نے دوبار سوال کیا۔ لیکن بچی نے کوئی جواب نہ دیا زجر ابن قیس

Presented by www.ziaraat.com

نے رسی کو جھٹکا دیا۔ بچی کی آنکھیں پتھرا گئیں۔

جناب سجاد نے فرمایا۔

ظالم بچی کے گلے میں رسی پہلے ہی اتنی تنگ ہے کہ وہ بات کا جواب نہیں دے سکتی تو رسی کو جھٹک رہا ہے۔

یزید نے زجر کو رسی ڈھیلی کرنے کا حکم دیا۔ جب زجر آگے بڑھا تو بچی تڑپنے لگی اور بندھے ہوئے ہاتھوں سے منع کرنے لگی۔

یزید نے جناب سجاد سے پوچھا۔ بچی رسی ڈھیلی کرنے سے کیوں منع کر رہی ہے؟

جناب سجاد نے فرمایا۔ یہ نہیں چاہتی کہ کوئی نامحرم اس کے قریب آئے۔

چنانچہ یزید کے حکم سے کچھ دیر کے لیے جناب سجاد کے ہاتھ کھولے گئے۔ جناب سجاد نے آکر اپنے ہاتھ سے رسی ڈھیلی کی۔

یزید نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

بنت حسین نے کہا۔

ظالم تجھے شرم نہیں آرہی۔ بار بار مجھی کو مخاطب کر رہا ہے۔ دوسری تمام مستورات عمر رسیدہ ہیں انہوں نے اپنے پردے بالوں سے بنا رکھے ہیں۔ میں کمسن ہوں۔ چادر ہے نہیں اور بال چھوٹے ہیں۔ ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے اگر کہنیوں میں منہ نہ چھپاؤں تو کیا کروں۔

اسی لمحے سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر جناب سکینہ کی طرح اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

Presented by www.ziaraat.com

اے یزید۔

کربلا کے مال غنیمت سے یہ بچی بطور کنیز مجھے دے دے۔

بنت حسین نے دختر زہرا کی طرف دیکھا۔ اور عرض کیا۔ پھوپھی اماں! کیا ہم اولاد رسول ان کی کنیزیں بنیں گی۔

بی بی نے پیار سے دیکھا۔ اور فرمایا۔

میری بچی مطمئن رہ ایسا نہیں ہو گا۔ پھر بی بی اس شخص کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا۔

اسکت یالکع الرجال	اے حرام زادے خاموش رہ
قطع اللہ لسانك و	اللہ تیری زبان قطع کرے۔
اعمی عینیك وایبس	تیری آنکھیں اندھی کرے۔ تیرے
یدیك وجعل النار	ہاتھ خشک کر دے۔ جہنم تیرا
مثواك ان اولاد الانبیاء	ٹھکانا بنائے۔ تجھے معلوم
لایکونون خدما لاولاد	نہیں کہ انبیاء کی اولاد حرامزادوں
الادعیاء۔	کی خادم نہیں ہوا کرتی۔

جونہی بی بی کی دعا ختم ہوئی۔ اس شخص نے چیخ ماری۔ بے ہوش ہو کر زمین پر گرا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس کے ہاتھ خشک ہو کر گردن سے چمٹ چکے تھے۔ زبان کٹ چکی تھی اور آنکھیں اندھی ہو چکی تھیں۔ یہ دیکھ کر بی بی نے ان الفاظ میں شکر باری کیا۔

الحمد للہ الذی عجل	اس اللہ کی حمد ہے کہ جس
علیك العقوبة قبل	نے آخرت سے قبل دنیا میں

Presented by www.ziaraat.com

الآخره هذا اجزاء من يتحرص بحرم رسول الله ۔

تیری سزا فوری کر دی ہے۔ دیکھ لے۔ اولاد انبیاء کی طرف حریص نگاہوں سے دیکھنے والے کا انجام یہی ہوتا ہے۔

روضۃ الشہداء کے مطابق بنت زہراؑ نے جب زیر تخت سر مظلوم دیکھا تو بے اختیار آگے بڑھیں۔

اور یزید سے فرمایا۔

یزید۔ یہ سر ہے تو میرے بھائی کا۔ اگر اجازت ہو تو میں اسے سینہ سے لگا لوں۔

یزید نے اجازت دی۔ خدا معلوم بی بی نے مجبور ہاتھوں سے کیسے اٹھانے کی کوشش کی۔ جب یزید نے دیکھا تو جناب سجادؑ کے ہاتھ کھولنے کا حکم دیا جناب سجاد نے پھوپھی کے ہاتھ کھولے۔ بی بی نے سر کو اٹھایا۔ سینہ سے لگایا۔ اور خشک لبوں کا بوسہ لیا۔ اور غش کھا گئیں۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو فرمایا۔

اے یزید ہمیں امید ہے کہ قیامت میں ہمیں اس کا اجر ملے گا جو تو نے سلوک کیا ہے۔

کامل سقیفہ میں ہے کہ عراق کا ایک درباری مسخرہ زہیر نامی تھا۔ وہ دربار یزید میں مذاق کیا کرتا تھا اور اسے انعام ملتا تھا۔ جب اس نے آل محمدؐ کو پابند رسن دیکھا تو اس نے جناب فاطمہ بنت حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

یزید یہ بچی مجھے بخش دے۔ اور ساتھ رسی کی طرف ہاتھ بھی بڑھایا۔

Presented by www.ziaraat.com

جناب فاطمہ نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر فرمایا۔

اقصر یدک عنا قطعھا اللہ۔	ہاتھ پیچھے ہٹالے اللہ اسے قطع کرے۔

اس نے جونہی یہ بات سنی اس کا دہشت کے مارے برا حال ہو گیا ساتھ ہی دل میں سوچنے لگا کہ۔ یہ قیدی تو عرب ہیں اس نے ایک درباری سے پوچھا۔

یہ قیدی تو عرب معلوم ہوتے ہیں اور ایسی جگہ کھڑے کیے گئے ہیں جہاں غیر عرب غیر مسلم قیدیوں کو کھڑا کیا جاتا ہے۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ تجھے شاید یہ نہیں بتایا گیا کہ۔ یہ رسول زادیاں ہیں۔ میں نبی زادہ ہوں۔ یہ زہرا کی بہو بیٹیاں ہیں جنہیں تمہارے امیر نے قید کیا ہے۔

جب اس عراقی کو یہ علم ہوا تو اس نے اپنے منہ پر طمانچے مارے۔ روتا ہوا دربار سے باہر نکلا۔ اپنے خنجر سے اپنا دایاں ہاتھ کاٹا۔ اسے بائیں ہاتھ پر رکھ کر واپس دربار میں آیا۔ اور جناب سجاد کی خدمت میں عرض کی۔

آقا آپ کریم ہیں۔ مجھے معاف فرمادیں۔ بخدا میں نے کچھ اور سنا تھا۔ مجھے قطعاً یہ علم نہ تھا۔ پھر روتا ہوا دربار سے باہر چلا گیا۔ اس کے بعد وہ کسی کو کہیں نظر نہ آیا۔

امالی میں مرقوم ہے کہ جناب فاطمہ بنت حسینؑ سے مروی ہے کہ جب ہم دربار میں داخل ہوتے اور یزید کے سامنے پابند رسن صف بستہ کھڑے تھے۔ تو ایک سرخ رنگ شامی اٹھا اور اس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

Presented by www.ziaraat.com

اے یزید۔ یہ بچی مجھے دے دے۔

میں پھوپھی کے قریب ہوتی اور اس کے کندھے پر سر رکھ کر عرض کیا۔ پھوپھی اماں! کیا اب ہمیں کنیز بھی بنائے جائے گا بنت زہرا نے فرمایا۔ بیٹی تو مطمئن رہ۔

پھر اس شامی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

کذبت ولعنت ماذاك لك ولا لہ۔	تو جھوٹا اور ملعون ہے۔ یہ اختیار نہ تجھے ہے نہ اسے۔

یزید نے کہا۔

بل کذبت واللہ لوشئت لفعلت۔	اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں۔

پھوپھی نے فرمایا۔

ان تخرج من ملتنا وتدین بغیر دیننا	بخدا! تجھے ایسا کرنے کا ہرگز حق نہیں ہے۔ ہاں میرے نانا کا کلمہ چھوڑ دے تو پھر دیکھا جائے گا۔

یزید نے کہا۔

انما خرج من الدین ابوك و اخوك	دین سے تو آپ کا باپ اور بھائی نکل گئے تھے۔ تو نے
بی بی نے فرمایا: بدین اللہ ودین اخی وابی وجدی اھتدیت	اللہ۔ میرے نانا۔ میرے بابا اور میرے بھائی کے دین ہی

Presented by www.ziaraat.com

انت وابوک وجدک۔ پر تو کلمہ پڑھا ہے۔

یزید نے کہا۔

یا عدوۃ اللہ۔ اے دشمن خدا۔

پھوپھی نے فرمایا۔ تو حکمران ہے۔ جیسا چاہے کہہ دے۔

ابن طاؤس نے لکھا ہے کہ اس کے بعد اس شامی نے پھر اپنا مطالبہ دہرایا اس وقت یزید نے اس کو ڈانٹ کر کہا۔ مزید بک بک نہ کر۔ تجھے معلوم بھی ہے کہ یہ کون ہیں؟

شامی نے پوچھا۔ ہمیں وہی کچھ معلوم ہے جو تم نے بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ باغی قیدی ہیں۔

یزید نے کہا۔ نکل جا دربار سے۔ یہ سر حسین ابن علی ابن ابی طالب کا ہے اور یہ فاطمہ بنت محمدؐ کی بیٹیاں ہیں۔

اس شامی نے کہا۔

اللہ تجھ پر لعنت کرے۔ اولاد انبیاء کو قتل کر کے ان کے سروں سے کھیلتا ہے اور نبی زادیوں کو کھلے سر رسن بستہ دربار میں اپنے سامنے کھڑا کرتا ہے۔ اور ہمیں کہتا ہے کہ یہ باغی ہیں۔

یزید نے کہا۔ ابے تو کیا بک رہا ہے۔

شامی نے کہا۔ جب تک معلوم نہ تھا اس وقت تو ہم معذور تھے۔ لیکن علم ہو جانے کے بعد اگر تجھ پر لعنت نہ کریں تو قیامت کے دن آنحضورؐ کو کیا منہ دکھائیں گے۔

یزید نے کہا کیا تو بھی چاہتا ہے کہ تجھے ان سے ملا دوں؟

Presented by www.ziaraat.com

شامی نے کہا۔ اس سے زیادہ کون سی خوش نصیبی ہو گی۔

یزید نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اور اسے اسی دربار میں قتل کر دیا گیا۔

روضۃ الواعظین میں ہے کہ اس کے بعد یزید پھر سر مظلوم سے کھیلنے لگا اور بید کی چھڑی دانتوں پر مارنے لگا۔

اس وقت بنت زہرا نے یہ خطبہ دیا۔

الحمد لله رب العالمين	اللہ رب العالمین کی حمد ہے
وصلى الله على محمد	محمد اور اس کی تمام آل پر درود
وآله اجمعين	سلام ہو۔ سچ فرمایا ہے اللہ
صدق الله كذلك	نے کہ۔ جن لوگوں نے بد عملی
يقول ۔ ثم كان عاقبة	کا ارتکاب کیا ہے آیات
الذين اساؤا	خدا کو جھٹلایا ہے۔ اور ان کا
السوء ان كذبوا	مذاق اڑایا ہے ان کا انجام برا
بآيات الله وكانوا	ہو گا۔ اے یزید ہمارے لیے
بها يستهزؤن ۔	آسمان و زمین کے مابین عرصہ
اظننت يا يزيد	حیات تنگ کر کے اور ہمیں
حيث اخذت علينا	قیدیوں کی طرح پابند رسن کر کے
اقطار السماوات والارض	کیا تو یہ سمجھا ہے کہ تیرے اس
وآفاق السماء فاصبحنا	عمل سے ہم اللہ کے ہاں حقیر
نساق كما تساق الاسراء	ہو گئے اور تو معزز ہو گیا

Presented by www.ziaraat.com

ان يناهوانتا على الله	اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا
ويك عليه كرامة وان	کہ تو اللہ کے ہاں عظیم الشان
ذلك لعظم خطرك عنده	ہے۔ جس کی وجہ سے تو
فشمخت با نفك	اونچی ناک کر کے بغلیں بجا رہا
ونظرت فى عطفك	ہے۔ جب تو نے دنیا کو اپنے
جذلان مسرورًا حيث	سامنے جھکا ہوا اور حالات کو
رأيت الدنيا لك	اپنے حق میں دیکھا ہماری حکومت
مستوثقة والامور	اور سلطنت پر قبضہ کر کے تو
متسقة حين صفالك	خوشی سے پھولا نہیں سماتا ذرا
ملكنا وسلطاننا.	صبر کر۔ ذرا صبر کر۔ کیا تجھے
مهلاً مهلاً انسيت	اللہ کا یہ فرمان بھول گیا ہے
قول الله. لا تحسبن	کہ۔ کفار کی دولت کو ان کے
الذين كفروا انما	حق میں بہتر نہ سمجھ ہم انہیں
نملي لهم خير لانفسهم	اس لیے مہلت دے رہے
انما نملي لهم	تاکہ ان کے گناہوں میں مزید
ليزدادوا اثما	اضافہ ہو توہین آمیز عذاب انہی
ولهم عذاب مهين	کا مقدر ہے۔ اے غلام زادوں
امن العدل يا بن	کی اولاد! کیا یہی عدل ہے
الطلقا تخديرك حرا	کہ تو نے اپنی مستورات اور
ئرك وامائك وسوقك	لونڈیوں کو پردوں میں بٹھا

Presented by www.ziaraat.com

نبات رسول الله	رکھا ہے اور رسول زادیوں
سبایا قد هتکت	کو قیدی کر رکھا ہے ان کے
ستورهن. وابدیت	سروں سے چادریں چھین لی
وجوههن تحدوا	ہیں۔ دشمن انہیں ایک شہر
بهن الاعداء من	سے دوسرے شہر میں تشہیر
بلد الی بلد	کراتے رہے جنہیں ہر بازاری
ویستشرفهن اهل	سراتے نشین دیکھتا پھر رہا ہے
المناهل والمناقل	ہر قریب و دور کھڑا ہوا شخص
ویتصفح وجوههن	ہر رذیل و کمینہ دیکھنے کی کوشش
القریب و	کر رہا ہے۔ جب کہ ان کے
البعید الدنی و	ساتھ نہ کوئی تندرست مرد
الشریف ولیس	ہے اور نہ مددگار۔ بھلا اس
معهن من رجالهن	شخص سے حیا کی کیا توقع کی
ولا من حماتهن	جاسکتی ہے جو اس ماں کا
حمی وکیف ترتجی	بیٹا ہو جس نے پاکیزہ لوگوں
مراقبة ابن من	کا جگر چبایا ہو۔ اور جس کا گوشت
لفظ فوه اکباد الا	خون شہداء سے بنا ہو۔ ہم
ذکیاء ونبت لحمه	اہل بیت کے بغض میں وہ شخص
من دماء الشهداء وکیف	کس طرح پیچھے رہ سکتا ہے
یستبطأ فی بغضنا اهل	جو ہمیں بغض۔ عداوت، کینہ

Presented by www.ziaraat.com

اور حسد کی نگاہ سے دیکھتا ہو پھر	بيت من نظر الينا
کسی احساس اور شرم کے بغیر	بالشنف و الشنان
تو بر سر دربار کہتا ہے میرے	والاضغان ثم تقول
آباء آج مجھے مرحبا کہتے خوشی	غير متاثم ولا مستعظم
سے پھولے نہ سماتے اور کہتے	لاهلوا واستهلوا فرحاً
یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں پھر	ثم قالوا يا يزيد لا تشل
تو سید شباب اہل جنۃ کے	فتحيا ثنايا ابي عبد
دندان مبارک پر بید کی چھڑی	الله سيد شباب
مارتا ہے۔ بھلا تو کس طرح	اهل الجنة تنكتها
یہ باتیں نہ کرے گا جب کہ تو	وكيف لا تقول و
نے زخم کھول دیئے۔ بدنصیبی	قد نكات القرحة
کو دعوت دی کہ تو نے ذریت	واستاصلت الشافة
محمد۔ نجوم ارض۔ اور اولاد	باراقتك دماء ذرية
عبدالمطلب کو شہید کیا۔ اب	محمد و نجوم الارض
تو اپنے بزرگوں کو پکارتا اور	من انبياء عبد المطلب
تو سمجھتا ہے کہ وہ تجھے جواب	وتهتف باشياخك
دیں گے۔ عنقریب تو ان کے	زعمت انك تناديهم
پاس جائے گا پھر تو اپنے	فلتردن و لتودن
کیے اور کہے پر پشیمان ہو گا	انك شللت وبكمتا
اور تو کہے گا کہ کاش میرے	ولم تكن قلت ما

Presented by www.ziaraat.com

قلت و فعلت ما	ہاتھ شل ہوتے اور میری زبان
فعلت۔	گنگی ہوتی جو کچھ میں نے کہا
اللھم خذ بحقنا	تھا نہ کہا ہوتا۔ اور جو کیا تھا
و انتقم من ظالمنا	نہ کیا ہوتا۔ اے اللہ! ہمارا انتقام
و احلل غضبك	تو ہی وصول فرما۔ ہمارے
بمن سفك دمائنا	ظالموں سے تو انتقام لے۔
وقتل حماتنا فو	جن لوگوں نے ہمارے حامیوں
اللہ ماخریت الا	کے خون بہائے ہیں اور ہمیں
جلاك ولا جذزت	قتل کیا ہے ان پر اپنا غضب
الا لحمك ولتردن	نازل فرما۔ بخدا تو نے اپنے
علی رسول اللہ بما	ہی چمڑے پر چھری چلائی ہے
تحملت من سفك	اور اپنے ہی گوشت کو کاٹا
دماء ذریته و	ہے۔ عنقریب تجھے نبی اکرم
انتھکت من حرمته	کے سامنے اس کی ذریت
فی عترته ولحمته	کے خون، اور اس کی حرمت و
حیث یجمع اللہ	عترت کی توہین کا بوجھ لے کر
شملھم و یلم	اس وقت جانا ہوگا۔ جب
شعثھم و یاخذ	اللہ ان کی جماعت کو اکٹھا
بحقھم ولا تحسبن	کرے گا۔ ان کی پراگندگی کو
الذین قتلوا فی سبیل	ختم کرے گا۔ ان کا حق وصول کریگا

Presented by www.ziaraat.com

اللہ امواتا بل احیاء
عند ربھم یرزقون
حسبك باللہ حاکمًا
و بمحمد خصیما
و بجبرائیل ظھیرًا
وسیعلم من سول
لك ومکنك من
رقاب المسلمین
بئس للظالمین
بدلا واکیم
مشرمکانا واضعف
جندا ولئن جرت
علی الدواھی
مخاطبتك انی
لاستقصر قدرك
واستعظم تفریعك
واستکثر توبیخك
لکن العیون
عبری والقلب
حری الا قالعجب

جو لوگ راہ خدا میں شہید
ہوتے ہیں انہیں مردہ مت
سمجھو وہ زندہ ہیں۔ اور بارگاہ
خالق میں رزق سے بہرہ ور
ہیں فیصلہ کے لیے تجھے اللہ
ہی کافی ہو گا۔ مدعی ہونے کی
حیثیت سے محمد اور معاون کی
حیثیت سے جبریل کافی ہو گا۔ جس
نے تجھے حکمران بنایا اور مسلمانوں
کی گردنوں پر سوار کیا اسے
بھی عنقریب معلوم ہو جائے گا
ظالمین کا برا ٹھکانا ہو گا۔ تجھے
معلوم ہو جائے گا کہ تم سے
مکان کے اعتبار سے بدتر اور
معاونوں کے لحاظ سے کمزور
تر کون ہے۔ ہاں یہ حادثات
زمانہ ہی سے ہے کہ مجھے تجھ
کو مخاطب کرنا پڑا ہے ورنہ
میں تجھے اس بات سے حقیر
سمجھتی ہوں کہ تجھ سے بات

Presented by www.ziaraat.com

كل العجب	کی جائے تجھے نصیحت کرنے کو
تقتل حزب الله	میں نصیحت کی توہین سمجھتی ہوں
النجبا بحزت	تجھے جھڑکنے کو جھڑک کی مذمت
الشيطان الطلقا	سمجھتی ہوں۔ لیکن کیا کروں۔
فهذه الايدى	آنکھیں بہتی ہیں اور دل کے
تنطف من دمائنا	پھپھولے جلتے ہیں۔ کتنے تعجب
والا فواه تتحلب	کی بات ہے کہ آج حزب اللہ
من لحومنا وهذه	کی شریف زادیوں کو آزاد
الجثث الزواكى	کردہ غلاموں کے شیطانی ٹولے
تنتابها العواسل	سے بات کرنا پڑ رہی ہے۔
ولئن اتخذتنا	میرے سامنے وہ ہاتھ ہیں جو
مغنما لتجدنا و	ہمارے خون سے رنگین ہیں
شيكا مغرما	اور وہ منہ ہیں جن میں ہمارا
حين لا تجد	گوشت چبایا گیا ہے۔ اور
الاما قدمت	میرے پیچھے وہ پاکیزہ جسم ہیں
يداك وما ربك	جن پر ریگ صحرا اڑ رہی ہے
بظلام للعبيد	آج اگر تو ہمیں غنیمت سمجھ
والى الله المشتكى	رہا ہے تو کل تو ہمیں اپنے لیے
وعليه المعول	تاوان سمجھے گا اور وہ وقت
فكد كيدك وسع	ہوگا جب تیرے سامنے وہی

سعيك لا تمحو
ذكرنا ولا تميت
وحينا ولا تدرك
امدنا ولا ترحض
عنك عارها و
هل رأيك
الا فند و ايامك
الا عدد وجمعك
الا بدد يوم ينادي
المنادي الا
لعنة الله على
الظالمين فالحمد
لله رب العالمين
الذي ختم
لاولنا بالسعادة
والمغفرة ولا
خرنا بالشهادة
والرحمة ونسئل
الله ان يكمل
لهم الثواب و

کچھ ہوگا۔ جو تیرے ہاتھوں نے
کمایا ہوگا۔ اللہ اپنے بندوں
پر ظلم نہیں کرتا۔ شکوہ اللہ سے
ہے اور بھروسہ بھی اسی پر
ہے تو جیسے چاہے اپنا مکر
وسیع کرے اور اپنی ہر کوشش
کرکے دیکھ لے تو ہمارا ذکر نہ
مٹا سکے گا۔ ہماری وحی کو مردہ
نہ کر سکے گا۔ ہماری عمر کو نہ پا
سکے گا۔ اس قتل کی لعنت
کبھی تجھ سے نہ جائے گی۔
تیری فکر خام تھی۔ تیرے دن
گنے جا چکے ہیں۔ تیری جمعیت
بکھر جائے گی۔ اب اس دن
کو یاد کر جس دن منادی ندا
کرے گا۔ ظالمین پر اللہ کی
لعنت ہے۔ اس اللہ کی حمد
ہے جس نے ہمارے اوائل
کو سعادت اور مغفرت عطا
کی اور ہمارے اواخر کو شہادت

Presented by www.ziaraat.com

یوجب لهم	اور رحمت سے نوازا ہم اللہ
المزید و یحسن	سے ان کے ثواب کی تکمیل اور
علینا الخلافة	اجر جزیل کی درخواست کرتے
انه رحیم	ہیں. وہ ہمیں ان کے ہی
ودود وحسبنا	خلف الرشید بنائے. وہ
الله و نعم	رحیم ومہربان ہے. اللہ ہمیں
الوکیل۔	کافی ہے وہی بہترین وکیل
	ہے.

مقتل ابی مخنف کے مطابق بنت زہراؑ کے اس خطبہ سے پورے دربار میں سناٹا چھاگیا. کافی دیر تک لوگ روتے رہے. پھر یزید جناب سجاد کی طرف متوجہ ہوا.

اور کہنے لگا۔

تیرے دادا اپنے کو میرے باپ سے اور تیرا باپ اپنے کو میرے باپ سے اچھا سمجھتا تھا. اب تم لوگوں نے دیکھ لیا ہے کہ کون اچھا ہے۔

جناب سجاد نے جواب میں فرمایا۔

قیامت کے دن پتہ چل جائے گا کہ کون اچھا ہے۔

یزید نے کہا۔

تعجب ہے تو میرا قیدی ہے اور میرے سامنے ایسی باتیں کرتا ہے جلاد کہاں ہے؟

جب جلاد سامنے آیا تو یزید نے کہا کہ اس بیمار کو لے جا اور اس کا

Presented by www.ziaraat.com

سر کاٹ کے لا۔

اس وقت تمام بنات رسول رونے لگیں۔

بنت زہرا نے فرمایا۔

یا یزید لقد رویت	اے یزید تو نے اہل بیت
الارض من دم اهل بیت	کے خون سے زمین کو سرخ کر
انرید ان لا تترك	دیا ہے۔ اب کیا تو یہ چاہتا
من نسل رسول الله	ہے کہ روئے زمین پر نسل
علی وجه الارض	رسول میں سے کسی ایک کو بھی
احداً۔ کلا لا یکون	نہ چھوڑے۔ نہیں ایسا ہرگز
هذا۔	نہیں ہوگا۔

مدائنی کے مطابق جلاد جناب سجاد کو باغ میں لے گیا۔ وہ قبر کھودنے لگا۔ اور آپ مصروف نماز ہو گئے۔ جب وہ قبر بنا چکا تو اس نے آپ کے سر قلم کرنے کا ارادہ کیا کہ ہوا سے ایک ہاتھ نمودار ہوا جلاد کے سینہ پر کچھ اس طرح پڑا کہ وہ گر کر بے ہوش ہو گیا اور اسی بے ہوشی میں مر گیا۔

خالد ابن یزید یہ سب دیکھ رہا تھا۔ وہ دوڑ کر دربار میں گیا اور باپ کو تمام حال سنایا اس نے کہا۔ جلاد کو اسی قبر میں دفن کر دو اور ابن حسینؑ کو دربار میں لے آؤ۔

روضتہ الشہداء کے مطابق جب جناب سجادؑ واپس دربار میں آئے تو دربار یزید میں شاہانہ نوبت بجنے لگی۔ یزید کے بیٹے خالد نے جناب سجاد سے کہا۔

Presented by www.ziaraat.com

هذا نوبة ابی	میرے باپ کی نوبت بج رہی
فاين نوبة	ہے تیرے باپ کی نوبت
ابيلك ـ	کہاں ہے ۔

جناب سجاد نے فرمایا ۔

توفق هنيئة ـ	ذرا صبر کرو ۔

اتنے میں صدائے اذان بلند ہوئی ۔

جناب سجاد نے خالد ابن یزید سے فرمایا ۔

اسمع هذا نوبة	ذرا سن اب یہ میرے بابا
ابی وجدی فلا	اور دادا کی نوبت ہے ۔
تفتخر بنوبة ابيك	اپنے باپ کی اس نوبت
تلك ـ	پر غرور نہ کر ۔
واعلم انها تزول	یقین رکھ یہ نوبت بہت جلد
سريعا ـ	ختم ہونے والی ہے ۔

ابن طاؤس نے لہوف میں لکھا ہے کہ اس کے بعد یزید نے ایک خطیب کو حکم دیا کہ منبر پہ جا کر امیر المومنین علیؑ اور فرزند رسول کی توہین کر ۔ اور میری اور معاویہ کی مدح سرائی کر ۔ چنانچہ وہ خطیب منبر پر گیا ۔ اور ہر وہ بیہودگی بکی جو اس کے منہ میں آئی ۔

جناب سجاد نے اسے فرمایا ۔

روئے ارض پہ تجھ جیسا بے حیا کوئی نہیں ہوگا ۔ تو نے مخلوق کی خوشنودی کی خاطر اللہ کو ناراض کیا ہے ۔ یقین کرلے جہنم ہی تیرا ٹھکانا ہوگا

Presented by www.ziaraat.com

جناب سکینہ کا خواب :-

انوار نعمانیہ میں ہے کہ یزید نے کمسن سکینہ کو بے ساختہ روتے دیکھا تو پوچھا۔

بچی کیا بات ہے تو اس قدر روتے جا رہی ہے؟

بی بی نے فرمایا۔

یزید جو مصائب یوم عاشور سے آج تک ہم نے دیکھے ہیں ان میں سے ہر مصیبت ہمارے لیے زندگی بھر رونے کو کافی ہے۔ لیکن آج صبح جب سے میں بیدار ہوئی اس وقت سے میں سب سے زیادہ رو رہی ہوں۔

یزید نے پوچھا۔ آخر آج صبح سے زیادہ رونے کا کیا سبب ہے؟

بی بی نے فرمایا۔

یزید جب سے ہم کربلا سے چلے ہیں اس وقت سے گزشتہ شب تک میں سو نہ سکی۔ اگر رونا چاہتی تھی تو یہ زجر ابن قیس تازیانے مارتا تھا۔ اور اگر سونا چاہتی تھی تو بے پالان کے اونٹ سے گرنے کا خطرہ تھا۔ چونکہ تیری طرف سے دربار میں آنے کی اجازت نہیں ملی۔ ہم بیرون شام تین دن انتظار میں رہے آج رات جب میں سوئی تو میں نے جو خواب دیکھا ہے اس نے میرے گریہ میں اضافہ کر دیا ہے۔

یزید نے پوچھا کونسا خواب تھا۔

بی بی نے فرمایا۔

کل رات جب میں سوئی تو عالم خواب میں مجھے ایک محل نظر آیا جس کی

Presented by www.ziaraat.com

دیواریں یاقوت سے۔ ستون زبرجد سے اور دروازے ساگوان سے بنائے گئے تھے ہیں اس محل کے دروازہ پر کھڑی اسے دیکھ رہی تھی کہ محل کا اندرونی دروازہ کھلا اس میں سے ایک غلام قسم کا شخص برآمد ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟

اس نے جواب دیا۔

آپ کے بابا شہید کربلا حسینؑ کا ہے۔

پھر پانچ انتہائی بزرگ نقش افراد باہر آتے۔

میں نے اسی غلام سے پوچھا جو شاید انہی کے انتظار میں کھڑا تھا۔

یہ بزرگ کون ہیں؟

اس نے جواب دیا۔

آگے آگے جناب آدم ہیں۔ ان کے بعد حضرت نوح ہیں۔ تیسرے جناب ابراہیم ہیں۔ چوتھے حضرت موسیٰ اور پانچویں جناب عیسیٰ ہیں۔

ان کے آخر میں ایک شخص باہر آیا۔ غم اس کے چہرے پر برس رہا تھا۔ آنکھیں بہہ رہی تھیں۔ سر خاک آلود تھا۔ اور نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

میں نے غلام سے پوچھا۔

اور یہ کون ہیں؟

اس نے جواب دیا۔

بی بی۔ کیا آپ انہیں نہیں پہچانتیں؟

میں نے کہا۔

نہیں پہچانتی۔

Presented by www.ziaraat.com

اس نے کہا۔

یہ آپ کے جد امجد سید الانبیاء نبی مصطفیٰ ہیں۔

جونہی میں نے یہ سنا۔ میں دوڑ کر ان کے قریب آ گئی۔ سلام کیا۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی بازو کھولے اٹھالیا۔ سینہ سے لگایا۔ میرا سر چوما۔ پیشانی کا بوسہ لیا۔ پھر میرے کان دیکھے۔ جن پر خون کے سرخ دھبے تھے۔ پھر میرے بازو دیکھے جن پر رسی کا نشان تھا۔ آخر میں میرے گلے پر رسی کے نشان کو دیکھا۔ اور بے ساختہ رونے لگے۔

میں نے عرض کیا۔

دادا جان! ذرا میرے پاؤں بھی تو دیکھیں۔ یوم عاشور کے بعد آج تک آپ کی امت نے پاؤں میں کچھ بھی نہیں پہننے دیا۔ میں پا برہنہ دھوپ میں پیدل چلتی رہی ہوں۔ کانٹوں پر دوڑتی رہی ہوں۔

پھر میں نے اپنے خاتم الانبیاء نانا کی آنسوؤں سے پُر ریش مبارک کا بوسہ لیا اور عرض کیا۔

نانا! کیا آپ مجھ سے نہ پوچھیں گے کہ آپ کی امت نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

یا جداہ! قتلت واللہ رجالنا۔	نانا! بخدا ہمارے سب مرد شہید کر دیئے ہیں۔
یا جداہ! ذبحت واللہ اطفالنا۔	نانا! بخدا ہمارے بچے تک ذبح کر دیئے گئے۔
یا جداہ! ھتکت	نانا! بخدا ہمارے سروں سے

واللہ حریمنا۔	چادریں چھین لی گئی ہیں۔
یاجداہ! لوزا یتنا	نانا! اگر آپ ہمیں بے پالان
علی الاقتاب بغیر	کے اونٹوں بے مقنع و چادر
وطاء لاغطاء ولا	سوار دیکھتے تو آپ ناقابل
حجاب رأیت امرا	برداشت عظیم مصیبت کا مشاہدہ
عظیما۔	کرتے۔

میں نے دیکھا جناب آدم و نوح۔ حضرت ابراہیم و موسیٰ اور جناب عیسیٰ بے تحاشا رونے لگے۔ میرے نانا دھاڑیں مار کر رونے لگے اور فرمانے لگے۔

میرے مظلوم بیٹے کی کمسن بیٹی اب چپ ہو جا۔ میرے کوبیدہ دل کو تو نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔

پھر انہوں نے مجھے ایک مرتبہ چوما۔ زمین پر اتارا۔ اور فرمایا۔

بیٹی جا۔ اندر چلی جا۔

میں محل کے اندر داخل ہوئی۔ ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ جس میں چھ مستورات بیٹھی تھی۔ ان میں سے پانچ تو سن رسیدہ تھیں لیکن چھٹی ان کی نسبت کم سن تھی۔ میں نے دیکھا اس کے بال کھلے ہوتے تھے۔

لباس سیاہ تھا۔ اس کے ہاتھ خون آلود تیروں سے چھدا ہوا قمیص تھا۔

میں نے ایک کنیز سے پوچھا۔ اس کمرہ میں بیٹھنے والی یہ مستورات کون ہیں؟

کنیز نے کہا۔ اے بنت مظلوم! ایک جناب حوا ہے۔ دوسری جناب مریم

Presented by www.ziaraat.com

ہے۔ تیسری جناب آسیہ ہے۔ چوتھی حضرت موسٰی کی ماں یوکبد پانچویں آپ کی جدہ ماجدہ خدیجۃ الکبریٰ ہے اور چھٹی جس کے ہاتھ میں پھٹا ہوا سرخ قمیص ہے آپ کی دادی دختر مصطفیٰ ہے۔

میں آگے بڑھی۔ اپنی دادی زہرا کے قریب ہوئی۔ اور کچھ فاصلہ پر کھڑے ہو کر عرض کیا۔

اسلام علیک یا جدتاہ ! — دادی کمسن سکینہ کا سلام ہو۔

میری دادی نے سر اٹھایا۔ بھیگی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور فرمایا۔

سکینہ ہے؟

میں نے عرض کیا۔ ہاں دادی۔

وہ اٹھیں۔ جلدی سے میرے قریب آئیں۔ دونوں بازوؤں میں مجھے لے کر گلے لگایا۔

میں نے عرض کیا۔

یا جدتی علی صغر سنی اوتمت۔ — دادی مجھے تو کمسنی میں یتیم کر دیا گیا ہے۔

دادی نے مجھے اپنی گود میں بٹھایا۔ میرے سر کے خاک آلودہ بال چومے اور فرمایا۔

بیٹی بابا کے بعد تمہارے ساتھ کیا ہوا؟

میں نے عرض کیا۔

دادی! کیا بتاؤں کیا ہوا۔ ہمارے خیام کو آگ لگا دی گئی ہمارے سروں

Presented by www.ziaraat.com

سے چادریں۔ کانوں سے گوشوارے۔ حتّٰی کہ پاؤں سے جوتے تک اتروا لیے گئے۔

پوچھا بیٹی تیرے بیمار بھائی کا کیا حال ہے؟

میں نے عرض کیا۔

دادی! بھلا اس بیمار کا کیا حال ہو گا جو خود بیمار ہو۔ اسے پیچھے بہت مقتول ریگ صحرا پر تڑپتا نظر آ رہا ہو۔ اور سامنے مائیں۔ بہنیں اور اعزہ کھلے سر بازاروں میں تشہیر کرائی جا رہی ہوں۔

دادی! ان لوگوں نے کئی مرتبہ میرے بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کی بیماری نے انہیں باز رکھا۔

دادی! میرے بھائی کے کندھے سے عبا تک اتار لے گئی ہے۔ اسکے لیے تو کثرتِ مرض سے اٹھنا اور بیٹھنا مشکل ہے۔

دادی! کاش آپ اس وقت میرے بیمار بھائی کو دیکھتی جب ان ظالموں نے اس کے گلے میں بھاری طوق ڈال کر اونٹ پر سوار کروانا چاہا۔ کتنی مرتبہ میرا بھائی سوار ہوتے ہوئے زمین پر آیا۔ جب انہوں نے میرے بھائی کو اونٹ پر بٹھایا۔ تو وہ سنبھل نہیں سکتا تھا۔ انہوں نے میرے بھائی کے دونوں پاؤں اونٹ کے پیٹ کے نیچے سے رسی سے باندھ دیے۔ کوفہ سے شام تک میرے بھائی کے پاؤں سے خون بہتا رہا ہے۔ اور اب زخموں سے بھی خون بہتا ہے۔ اور آنکھیں بھی خون روتی ہیں۔ تب و روز روتا ہے۔ جب نوک نیزہ پہ بابا اور بھائیوں کے سر دیکھتا ہے تو روتا ہے۔ جب ہمیں رسن بستہ دیکھتا ہے تو روتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

یہ سنکر میری دادی نے باآواز بلند رونا شروع کیا۔

اور مجھ سے پوچھا۔

مجھے تو صرف یہ بتا بیٹی۔ جب تیرا بابا شہید ہوگیا تو اسے کس نے دفن کیا اور کب دفن کیا۔

میں نے عرض کیا۔

دادی جان! آپ کا بیٹا کئی بار دفن ہوا۔

پہلی دفعہ تو گھوڑوں کے سموں میں دفن ہوا۔

دوسری بار سیاہ آندھی میں دفن ہوا۔

اور تیسری بار ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوا۔

جب بارہ محرم کو ہم کربلا سے چلے اس وقت تک آپ کا بیٹا ریگ وصحرا پر بے گور و کفن تھا۔

پھر مجھے جناب آسیہ نے اپنی گود میں لیا میرے سر پر ہاتھ پھیرا میرا پیشانی کا بوسہ لیا۔

اور کہا۔

اے بنت مظلوم! اب بس کر۔ ہمارے جگر پھٹ رہے ہیں۔ اور دختر خاتم الانبیاء بار بار غش کھا رہی ہے۔

یہ سنکر پورا دربار رونے لگا۔

یزید نے حکم دیا کہ۔

اب ان اسیروں کو واپس زندان میں لے جاؤ۔ چنانچہ واپس زندان میں لایا گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

مؤلف ۔

اگرچہ بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آل محمدؐ کی یہ حالت دیکھ کر یزید کو ترس آگیا اور اس نے آل محمدؐ کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ لیکن مسلمہ حقائق کے پیش نظر یہ صرف یزید کی بلا تنخواہ وکالت کے سوا کچھ نہیں کیونکہ خود ان مورخین اور ان کے علاوہ دیگر تمام مورخین حسب ذیل نکات پر متفق ہیں ۔

۱۔ یزید ہی نے جلاد کو حکم دیا کہ امام سجاد کو باغ میں لے کر شہید کردے۔ اور قتل امام کا حکم یزید نے کئی مرتبہ دیا۔

۲۔ یزید ہی نے یہ حکم دیا تھا کہ امام سجاد کو اموی مسجد میں زیر منبر بٹھا کر خطیب حضرت علی، امام حسن اور امام حسینؑ پر سب و شتم کرے۔

۳۔ یزید ہی نے امویوں سے مشورہ کیا تھا کہ جناب سجاد کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اور انہوں نے مشورہ دیا تھا کہ اسے بھی ختم کردے تاکہ بنی علی میں سے کوئی ایسا نہ بچے جو بنی امیہ سے انتقام لے سکے۔

۴۔ یزید ہی نے اسیران آل محمدؐ کو ایسے غیر مسقف زندان میں رکھا جو نہ سردیوں سے محفوظ تھا نہ گرمیوں سے۔

۵۔ یزید ہی نے اسیران آل محمدؐ کو اپنے دربار میں اتنی طویل دیر تک کھڑا کیے رکھا کہ مخدرات عفت کے پاؤں متورم ہوگئے۔

۶۔ یزید ہی کے حکم سے سر مظلوم کربلا چالیس دن تک در دربار پر سولی چڑھایا گیا۔

۷۔ یزید ہی کے حکم سے دیگر شہداء کے سر دمشق کے دوسرے دروازوں پر

Presented by www.ziaraat.com

نوک نیزہ پر آویزاں کیے گئے۔

۸۔ یزید ہی کے حکم سے اسیران آل محمدؑ کو انہی قیدیوں کے لباس اور رسن بستگی کی حالت میں یزید کے گھر لے جایا گیا۔ تاکہ اموی عورتوں کی خوشی میں اضافہ ہو۔

*

Presented by www.ziaraat.com

مجلس

زندانِ شام

جس زندان میں اسیرانِ آلِ محمدؐ کو رکھا گیا۔ اس کے متعلق مورخین کی ارا، مختلف ہیں۔

اس اختلاف کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ بعض مورخین نے یزید کی طرف داری کی کوشش کی ہے ان مورخین نے بھی قید کے ابتدائی ایام کے سلسلہ میں دیگر مورخین سے اتفاق ہی کیا ہے۔

زندان شام ایک خرابہ تھا۔ جس کی دیواریں اس قدر بوسیدہ تھیں۔ کہ قریب سے گزرنے والے بھی ڈر ڈر کے اور جلدی جلدی گزرتے تھے کہ کہیں دیوار گر نہ جائے۔ اس خرابہ کا محل وقوع کچھ ایسا تھا کہ یہ جگہ گزرگاہ خاص و عام تھی۔

اس زندان میں کہیں چھت نہ تھی۔ نہ سردیوں میں تحفظ تھا۔ اور نہ گرمیوں میں۔ خدا معلوم عترت رسولؐ نے گرمیوں کا موسم کیسے گزارا۔ گرمیوں کے متعلق تو بعض مقاتل میں یہ ملتا ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد جوں جوں

Presented by www.ziaraat.com

سورج بلند ہوتا جاتا تھا۔ سادانیاں دیوار کے سایہ میں سمٹتی جاتی تھیں۔ اور جب سایہ ختم ہونے کے برابر رہ جاتا تھا تو بچوں کو گود میں لے کر خود کھڑی ہو جاتی تھیں اور باری باری ایک قدم پر کھڑے ہو کر گرمی کا وقت گزارتی تھیں۔ سردیوں اور گرمیوں کی وجہ سے سادانیوں کے چہروں کے رنگ تک بدل گئے تھے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ مدینہ میں واپسی کے بعد حنیفہ اور جناب عبداللہ ابن جعفر کو پوچھنا پڑا تھا کہ۔

بنت زہرا کون ہے؟

بعض مورخین نے زندان کی دیواروں کی بوسیدگی کی وجہ یہ لکھی ہے کہ۔

یزید یہ چاہتا تھا کہ اسیران آل محمدؐ میں سے کوئی بھی واپس نہ جائے جو کربلا میں شہید ہو گئے وہ تو کربلا میں رہ گئے۔ اور جو شام تک بچ گئے ہیں ان میں سے بھی کوئی واپس مدینہ نہ جائے۔ چونکہ دمشق میں اسیروں کی اکثریت مستورات پر مشتمل تھی۔ اور وہ انہیں تلوار سے شہید نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے یہی سوچا کہ زندان ایسا ہو کہ اس کی دیواروں کے نیچے دب کر بقیہ آل محمدؐ شام ہی میں ختم ہو جائے۔

بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یزید نے جناب سجاد کو شام میں آزاد کر دیا تھا۔ آپ کے پاؤں سے بیڑیاں۔ گلے سے طوق اور ہاتھوں سے رسیاں کھول دی تھیں۔ اور آپ آزادی کے ساتھ بازاروں میں آتے جاتے تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

اولاً۔

تو تاریخی حقائق ان مورخین کا ساتھ نہیں دیتے اور۔

ثانیاً:۔

اگر انہیں قبول کر بھی لیا جاتے تو بھی اس سے برات یزید نہیں ہو سکتی کیونکہ جب تمام مخدرات عصمت زندان میں تھیں۔ اور در زندان پر رومی اور عراقی سپاہی پہرہ دار تھے۔

اگر یزید نے جناب سجاد کو آزاد کر رکھا تھا تو اس یقین پر کیا ہو گا کہ جس شخص کی مستورات زندان میں ہوں۔ وہ اگر آزاد بھی ہو گا۔ تو قیدی ہی رہے گا۔ کیونکہ جناب سجاد مخدرات عفت کو چھوڑ کر کہاں جاتے۔

بعض مورخین کے مطابق جب آل محمدؐ دربار کی پیشی سے فارغ ہو کر زندان میں آ گئے۔ تو یزید کے حکم سے سر مظلوم کربلا کو مسجد اموی کے مینار پر نصب کر دیا گیا۔ اور دیگر سرہائے شہداء دربار یزید کے مختلف دروازوں پر اویزاں رہے۔

مدت زندان:۔

مورخین اس مدت میں بھی مختلف ہیں کہ شام میں مدت قید کتنی تھی۔
بعض مورخین نے صرف سات دن لکھی ہے۔
بعض نے چالیس دن لکھی ہے۔
بعض مورخین نے چھ ماہ لکھی ہے اور
بعض مورخین نے ایک سال لکھی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

جہاں تک سات دن کی مدت قید کا تعلق ہے تو وہ روایتاً، درایتاً، نقلاً اور عقلاً کسی بھی اعتبار سے درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ

۱۶ ربیع الاول ۶۱ ھ کو شام میں رسیدگی ہے اور ۸ ربیع الاول ۶۲ ھ کو مدینہ میں واپسی ہے۔ اگر سات دن مدت قید مان لی جائے تو پھر درمیان کی بقیہ مدت کو پورا کرنا ہوگا۔ کہ سادات نے کہاں گزاری ہے اور یہ بات صرف قیاس آرائیوں سے ثابت نہیں کی جاسکتی بلکہ ٹھوس تاریخی شواہد پیش کرنا ہوں گے۔

علاوہ ازیں، انہی مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ سرہائے شہداء بھی واپس لائے تھے۔ جبکہ انہی مورخین نے یہ بھی اقرار کیا ہے کہ۔ تمام سرہائے شہداء دمشق کے دروازوں پر یا دربار یزید کے دروازوں پر چالیس دن آویزاں رہے۔

(مترجم۔ یہ خیال رہے کہ اختلاف صرف مظلوم کربلا کے سر میں ہے کہ وہ واپس ہوا ہے۔ یا نہیں۔ دیگر شہداء کے سروں میں اختلاف نہیں ہے ان کے متعلق تقریباً تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ جناب سجاد کو واپس ملے تھے اور آپ انہیں کربلا لائے تھے)۔

جو مورخین مدت قید سات دن بتاتے ہیں، انہی مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قید سے رہائی کے بعد سات دن تک سادات نے سیاہ لباس پہن کر دہیں شام میں سلسلہ عزا اور ماتم بھی جاری رکھا۔

علاوہ ازیں بھی متعدد وجوہ ایسی ہیں جن کی بنا پر یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ آل محمدؐ صرف سات دن قید رہے۔

Presented by www.ziaraat.com

حقیقت یہ ہے کہ مورخین نے مدت قید کی تعین کے لیے کچھ بھی نہیں کیا۔ انھوں نے شہادت حسینؑ کے بعد آسمان پر رونما ہونے والی سرخی کو پیمانہ بنایا ہے۔ کہ جب تک آلِ محمدؐ قید رہے اس وقت تک آسمان سرخ رہا اور جب آلِ محمد قید سے آزاد ہوتے اس وقت آسمان سے سرخی غائب ہو گئی اور آسمان پر رہنے والی سرخی کے متعلق چونکہ اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے بتایا ہے کہ شہادت مظلوم کربلا کے بعد چالیس دن تک آسمان سرخ رہا تھا۔

بعض لوگوں نے بتایا ہے کہ چھ ماہ تک سرخ رہا۔ اور بعض لوگوں نے بتایا ہے کہ ایک سال تک سرخ رہا۔ اسی سرخ کو بنیاد بنا کر مورخین نے مدت قید معین کر لی ہے۔

لیکن سرخی نہ تو مدت قید کا پیمانہ بن سکتی ہے اور نہ یہ پیمانہ ہے، مدت قید کی تعین جن علامات سے ہو سکتی ہے۔ وہ یہ ہیں۔

۱۔ یوم اربعین کربلا میں ورود۔ اور جناب عبد اللہ ابن جابر انصاری سے ملاقات۔

۲۔ ایسا زندان جس میں نہ سردی سے تحفظ تھا نہ گرمی سے۔

۳۔ تقشر وجوہ۔ یعنی سادانیوں کے چہروں کا رنگ پریدہ ہونا۔

۶۱ھ کے یوم اربعین کربلا میں ورود قطعاً ناممکن ہے۔ کیونکہ ۱۲ محرم کو ابن زیاد کا مزید ہدایات کے لیے کوفہ سے شام قاصد کا بھیجنا۔ قاصد کا گھوڑے سے ساڑھے چھ سو میل طے کر کے جانا۔ پھر واپس آنا۔ ابن زیاد کا اسیران آلِ محمدؐ کو اونٹوں پر شام بھیجنا۔ اس قافلہ کا راستہ میں انتالیس منازل پر قیام۔

اسیرانِ آلِ محمدؐ کی تشہیر، پھر شام پہنچنا سات دن قید گزار کر، سات دن ماتم اور عزاداری کر کے واپس ۶۱ھ ہجری کے یوم اربعین کربلا آ جانا عقلاً نقلاً ہر اعتبار سے ناممکن ہے۔

ایسے زندان پر اظہارِ تاسف کرنا جو نہ سردی سے محفوظ رہ سکے نہ گرمی سے۔ اسی صورت میں معقول ہو سکتا ہے جب زندان میں سردیاں اور گرمیاں گزاری جائیں۔ یہ مسلمہ حقیقت بھی سات دن کی روایت کی نفی کرتی ہے۔

تفنن وجوہ۔

مخدراتِ عفت کے چہروں کی رنگ پریدگی بھی نہ سات دنوں میں ممکن ہے نہ چالیس میں۔ بلکہ یہ بھی اس صورت میں ممکن ہو گی جب سردیاں اور گرمیاں دونوں موسم ایسی جگہ گزریں جس میں سردیوں اور گرمیوں ہر دو سے تحفظ ممکن نہ ہو۔

لہوف کے مطابق یزید نے یہ معمول بنا لیا تھا کہ روزانہ محفلِ شراب منعقد کرتا تھا۔ اور محفلِ شراب کے وقت سرِ مظلومِ کربلا کو سولی سے اتار کر اپنے سامنے رکھتا تھا۔ شراب پی پی کر بغلیں بجاتا تھا۔ اور سرِ مظلوم سے مخاطب ہو کر کہتا تھا دیکھ حسینؑ! یہی وہ شراب ہے جسے تیرے نانا کے دین میں حرام کیا گیا ہے۔

ایک دن اسی بزمِ شراب میں شاہِ روم کا ایک قاصد بھی موجود تھا۔ جب اس نے سرِ مظلوم کی تازگی اور اس ظالم کی کمینگی دیکھی تو۔

شاہِ روم کے قاصد نے پوچھا۔

یزید یہ کس کا سر ہے؟

یزید نے کہا۔
جس کا بھی ہو تجھے کیا ہے۔
قاصد نے کہا۔
میں تو صرف اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ جب واپس جاؤں گا تو شاہ روم مجھ سے شام کے تمام حالات پوچھے گا۔ ان حالات میں ظاہر ہے مجھے سر کا نام بھی لینا پڑے گا۔
اگر آپ مجھے بتا دیں تو میں جب شاہ روم کو جا کر بتاؤں گا کہ یزید نے اپنے ایک دشمن کو قتل کیا تھا۔ جس کا سر میں اپنی آنکھوں سے اس کے سامنے دیکھا ہے تو شاہ روم بھی آپ کی اس خوشی میں شریک ہوگا۔ اگر آپ نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتائیں۔
یزید نے کہا۔
یہ حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب کا سر ہے۔
قاصد نے پوچھا۔ ان کی ماں کا نام کیا تھا؟
یزید نے کہا۔ فاطمہ بنت محمدؐ۔
قاصد کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو ٹپک پڑے۔
اور کہنے لگا۔
یزید ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمارا دین آپ کے دین سے اچھا ہے۔
یزید نے کہا۔ وہ کیسے۔
قاصد نے کہا۔
شاید تجھے معلوم نہیں کہ میں جناب داؤدؑ کی اولاد سے ہوں۔ میرے اور

Presented by www.ziaraat.com

جناب داؤد کے مابین کتنی پشتوں کا فاصلہ ہے۔ لیکن آج تک تمام نصرانی میرے قدموں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔ اور تجھے معلوم ہے کہ حسینؑ اور محمدؐ کے مابین ایک پشت کا فاصلہ بھی نہیں۔ تم نے اپنے نبی زادے کو کتنی بے دردی سے قتل کیا۔ اور کس ڈھٹائی سے نبی زادے کے سر پر بزم شراب آراستہ کر رکھی ہے۔

کیا تو نے گرجائے خاصر کی بات سنی ہے۔

یزید نے کہا۔ کبھی نہیں سنی۔

بھلا تو سنا دے کیا بات ہے؟

قاصد نے کہا۔ عمان اور چین کے مابین سمندر میں ایک جزیرہ ہے۔ جسے ثمانین کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا رقبہ اسی × اسی فرسخ ہے۔ وہ جزیرہ ہم نصرانیوں کی واحد ملکیت ہے۔ اس جزیرہ میں کافور کے درخت پیدا ہوتے ہیں بڑا آباد اور زرخیز جزیرہ ہے۔ گرجوں کی بھی بہتات ہے اسی جزیرہ میں ایک بڑا گرجا ہے۔ جسے گرجائے خاصر کہتے ہیں۔

اس گرجا کے محراب میں ایک طاق ہے۔ اس طاق میں ایک سُم رکھا ہوا ہے اس سم کا اردگرد سونے سے بنا ہوا ہے۔ تمام دیوار پر مخمل لگایا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سم اس گدھے کا ہے جس پر حضرت عیسٰی سوار ہوا کرتے تھے۔

اے یزید! انصاری جنہیں تم کافر کہتے ہو وہ تو اس سم کا احترام کرتے ہیں جو اس گدھے کی طرف منسوب ہے۔ جس پر حضرت عیسٰی سوار ہوا کرتے تھے اور تم نے بلا فصل نبی زادے پر یہ ظلم کیا ہے۔

اب بھلا تو ہی بتا کہ۔

Presented by www.ziaraat.com

ہمارا عیسائی دین اچھا ہے۔ یا تیرا اسلام۔

یزید نے جلاد کو حکم دیا کہ۔ اسے اسی جگہ قتل کر دے۔ تاکہ یہ واپس روم جاکر ہماری رسوائی نہ کرے۔

جب جلاد تلوار لے کر آگیا۔ اور قاصد کو یقین ہو گیا کہ۔ اب جان بچنا مشکل ہے۔

قاصد نے یزید سے پوچھا۔

کیا واقعاً تو مجھے قتل کر دے گا؟

یزید نے کہا۔ میں نے تیرے سامنے حکم دیا ہے۔ جلاد کے ہاتھ میں تلوار تو خود دیکھ رہا ہے اب اس میں شک کی اگر کوئی گنجائش ہے تو پھر جب تلوار سے تیری گردن جدا ہو جائے گی اس وقت یقین کر لینا۔

قاصد نے اسی وقت۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ پڑھا۔

یزید نے کہا۔ اب کلمہ تجھے فائدہ نہیں دے گا۔

قاصد نے کہا۔ میں کلمہ تجھ سے جان بچانے کی خاطر نہیں پڑھ رہا۔ بلکہ اپنے ایمان کی خاطر پڑھ رہا ہوں میں آج صبح سے حیران تھا۔ اب میری نہ صرف حیرت ختم ہو گئی بلکہ مجھے میری منزل نظر آگئی ہے۔

یزید نے کہا۔ وہ کیا بات ہے؟

قاصد نے کہا۔ رات میں نے عالم خواب میں خاتم الانبیاء کی زیارت کی ہے ہمارے حضرت عیسیٰ بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت عیسیٰ نے ان کی رسالت کی تصدیق کی اور انہوں نے مجھے بشارت دی کہ کل تو ہمارے پاس جنت میں پہنچ جائیگا

Presented by www.ziaraat.com

آج صبح سے میں حیران تھا کہ آج شام میں جنت میں کیسے پہنچوں گا۔ اب تو نے میری حیرت کو ختم کر دیا ہے۔

یہ کہہ کر وہ اٹھا۔ سر مظلوم کربلا اٹھایا۔ سینہ سے لگایا۔ اور عرض کیا۔

السلام علیک یا بن رسول اللہ۔

السلام علیک ایھا المظلوم!

السلام علیک ایھا الغریب۔

جلاد نے تلوار سے وار کیا۔ اور قاصد شاہ روم اسی جگہ شہید ہو گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

مجلس

وفات سکینہ بنت حسینؑ

شیخ نے منتخب میں روایت کی ہے کہ امام حسینؑ کی تین سالہ کمسن بچی تھی جو ہر وقت بابا کے فراق میں گریاں رہتی تھی۔ جب یزید نے اسیران آل محمدؐ کو خرابہ شام میں رہنے کو جگہ دی تو اس بچی کا گریہ پہلے سے بڑھ گیا۔ ایک رات زندان میں بچی نے خواب میں اپنے بابا کے سر کو تخت یزید پر اس طرح دیکھا کہ یزید اپنی چھڑی سے دندان مبارک پر جسارت کر رہا ہے۔ اور سر مظلوم بارگاہ خالق میں استغاثہ کر رہا ہے۔

بچی نے خواب ہی میں پکار کے وا ابتاہ کیا۔

اور بے دار ہو گئی۔ بے داری میں بھی بچی وا وانباہ کہہ کے فریاد کرنے لگی کہ۔

تمام مستورات شہزادی کا نوحہ سنکر بے دار ہوگئیں۔ ایک ایک بی بی نے بچی کو گود میں لیا اور خاموش کرانے کی کوشش کی لیکن بچی یہ مطالبہ کرتی رہی

این والدی۔ میرے بابا کہاں ہیں؟

Presented by www.ziaraat.com

این قرة عینی.	میری آنکھوں کی ٹھنڈک کہاں ہے۔
انی رأئیت رأسه بین یدی یزید وآیبنکته یالقضیب.	ابھی ابھی میں نے بابا کا سر یزید کے تخت پر دیکھا ہے۔ وہ دندان پر چھڑی سے گستاخی کر رہا تھا۔
احضروه الی لاتزود منه۔	مجھے میرے بابا کا سر دے دو تاکہ میں اسے چوم تو لوں۔

تمام مخدرات عفت نے باواز بلند گریہ شروع کیا۔ جب صدائے نوحہ و شیون گوش یزید میں پڑی تو اس نے غلام کو پتہ کرنے کی خاطر بھیجا۔

غلام نے واپس جا کر یزید کو بتایا کہ بچی بابا کے سر کا مطالبہ کر رہی ہے یزید نے کہا کہ سر لے جاؤ۔ اور بچی کو دکھاؤ۔

سر لایا گیا طشت میں رومال سے پوشیدہ سر جب بچی کے سامنے پیش کیا گیا تو۔

شہزادی نے کہا۔

میں نے کھانا نہیں بابا کا سر مانگا ہے۔

اس پر آل محمد کے نوحہ و شیون میں اضافہ ہو گیا۔ جناب سجاد نے آگے بڑھ کر کے فرمایا۔

سکینہ یہ کھانا نہیں۔ تیرے بابا کا سر ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

بی بی نے جلدی سے سر کو طشت سے اٹھایا، جھولی میں رکھا، ریش مبارک کو دائیں بائیں سے بوسے دیئے۔ پھر گلوئے بریدہ کو بوسہ دیا۔ تازہ ٹپکتے ہوئے خون سے ہاتھوں کو رنگین کیا۔ اپنے منہ اور پیشانی کو خضاب کیا اور کہنے لگی۔

یا ابتاہ من ذا الذی خضبك بدمائك۔	بابا! آپ کو اپنے خون سے کس نے رنگین کیا۔
یا ابتاہ من ذا الذی قطع وریدك۔	بابا! کس نے آپ کے گلوئے نازنین پر خنجر چلایا۔
یا ابتاہ من ذا الذی ایتمنی علی صغر سنی۔	بابا! مجھے کمسنی میں کس نے یتیم کیا۔
یا ابتاہ من بقی بعدك نرجوہ۔	بابا! آپ کے بعد ہم کہاں جائیں۔
یا ابتاہ من للیتیمه۔	بابا! تیری یتیم بچی کے سر پر کون دست شفقت دیکھے گا۔
یا ابتاہ من للنساء الحاسرات۔	بابا! یہ برہنہ سر مخدرات عفت کہاں جائیں گی۔
یا ابتاہ! من ملا رامل المسیسات۔	بابا! یہ قیدی بیوائیں کس کا سہارا لیں گی۔
یا ابتاہ من للعیون	بابا! ان رونے والی آنکھوں

Presented by www.ziaraat.com

الباکیات۔	کے آنسو کون پونچھے گا۔
یا ابتاہ لیتنی کنت الفداء۔	بابا! کاش میں آپ کی جگہ زیر خنجر قربان ہو جاتی۔
یا ابتاہ! لیتنی وست الثری ولا براری۔	بابا! کاش میں مٹی میں مل جاتی مگر آپ کی خون آلود ریش نہ دیکھتی۔

اس کے بعد بی بی نے یہ مرثیہ پڑھا۔

یا والدی لیتنی کنت الفداء ولا اراک وا ثراس شهور ببلدانی۔

بابا! کاش میں آپ کی جگہ ذبح ہو جاتی اور آج آپ کا نوک نیزہ پر بلند سر شہر بشہر پھراتا نہ دیکھتی۔

رجالنا قتلوا اطفالنا ذبحوا نسائنا سلبوا واطول احزانی۔

بابا! ہمارے تمام مرد قتل کر دیئے گئے بچے ذبح کر دیئے گئے ہماری مستورات کے سروں سے چادریں چھین لی گئیں اور ہمارے غم طویل ہو گئے۔

اس کے بعد شہزادی خاموش ہو گئی۔ اور سر سے آواز آئی۔

یا بنیة الی الی هلمی انا لک بالانتظار۔	بیٹی جلدی جلدی میرے پاس آجا میں تیرے انتظار میں بے چین ہوں

مظلوم کربلا کے سر سے یہ آواز سنکر تمام اہل حرم نے ایک مرتبہ نوحہ ستون بلند کیا۔ دختر علی نے آگے بڑھ کر جناب سکینہ کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے جگانے کی

Presented by www.ziaraat.com

کوشش کی۔ لیکن شہزادی نہ جاگی۔ بی بی معصومہ کے ہاتھوں سے سرِ مظلوم لینا چاہا تو شہزادی ایک طرف جھک زمین پر دراز ہوگئیں۔ بنت زہرا نے جب نبض پر ہاتھ رکھا۔ تو بے ساختہ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔

رات کا وقت تھا۔ زندان میں وامحمدہ اور واحسیناہ سے ماتم شروع ہوگیا یزید نے دریافت احوال کے لیے غلام بھیجا تو اسے بتایا گیا کہ جس معصومہ نے بابا کا سر مانگا تھا اس کا انتقال ہوگیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مجلس

خطیب یزید اور خطیب آل محمد

اگرچہ مورخین کا اس میں اختلاف ہے کہ جناب سجاد نے دربار شام میں خطبہ کب دیا۔ کیا پہلی پیشی کے وقت دیا یا کسی اور پیشی کے وقت۔ لیکن چونکہ الفاظ خطبہ میں اتفاق ہے۔ اس لیے ہم جناب سجاد کے اس خطبہ کی عبارت پیش کرتے چلے ہیں۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق یزید نے اپنا ایک انتہائی فصیح و بلیغ خطیب بلایا اور اسے کہا،

منبر پر جا کر تجھ سے جس قدر ہو سکتا ہے۔ شیخین اور بنی امیہ کے فضائل بیان کر اور آل محمدؐ کی جس قدر توہین کر سکتا ہے۔ بیان کر۔

خطیب منبر پر آیا۔ اور اس سے جو کچھ ہو سکا اس نے بنی امیہ وغیرہ کی مدح و ثنا کی اور آل محمدؐ کی تنقیص کی۔

جناب سجاد نے خطیب سے تو صرف اتنا فرمایا کہ۔

تو نے مخلوق کی خوشنودی کی خاطر اللہ کی ناراضگی خرید لی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

پھر یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اگر اجازت ہو تو میں بھی منبر پر کچھ ایسی باتیں لوگوں کو بتاؤں جن میں اللہ اور اس کے رسول کی رضا ہو۔

یزید نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ درباریوں نے یزید سے کہا کہ یہ بیمار بچہ کیا کہہ سکے گا۔ جسے رونے اور اپنے غموں سے فرصت ہی نہ ہو اسے اجازت دے دو چار جملوں سے بڑھ کر کچھ نہ کہہ سکے گا۔

یزید نے کہا۔

تمہیں نہیں معلوم فصاحت و بلاغت اور شجاعت و فضائل اس خاندان کو ورثہ میں ملے ہیں۔

انہیں کسی سے سیکھنا نہیں پڑتے مجھے ڈر ہے کہیں اہالیان شام کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

معاویہ بن یزید نے باپ سے کہا۔

ابا جان بھلا اس کمزور۔ بیمار۔ لاغر اور غم زدہ سے کیا ڈر اور خوف ہو سکتا ہے۔ آپ اسے اجازت دے دیں۔ جب یزید کو ہر طرف سے گھیر لیا گیا تو مجبوراً اس نے جناب سجاد کو اجازت دی آپ بر سر منبر تشریف لائے۔

حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا۔

ایھا الناس من	اے لوگو! جو مجھے پہچانتے
عرفنی فقد عرفنی۔	ہو سو پہچانتے ہو!
ومن لم یعرفنی	اور جو نہیں پہچانتے انہیں

Presented by www.ziaraat.com

فانا اعرفه بنفسی	میں خود اپنا تعارف کرتا ہوں۔
انا علی ابن الحسینؑ ابن علی المرتضیٰ۔	میں علی ابن الحسین ابن علی مرتضیٰ ہوں۔
انا ابن من حج وسعی انا ابن	میں حج کرنے والے اور لبیک کہنے والے باپ کا بیٹا ہوں۔
من طاف و سعیٰ۔	میں سعی و طواف کرنے والے باپ کا بیٹا ہوں۔
انا ابن زمزم وصفا	میں زمزم و صفا کا فرزند ہوں
انا ابن فاطمة الزهرا۔	میں فاطمہ زہرا کا فرزند ہوں۔
انا ابن المذبوح من القفاء۔	میں اس کا فرزند ہوں جسے پس گردن سے شہید کیا گیا ہے۔
انا ابن العطشان حتی قضیٰ۔	میں اس پیاسے کا بیٹا ہوں جسے تادم آخر پیاسا رکھا گیا۔
انا ابن من منعوه من الماء۔	میں اس کا بیٹا ہوں جس کا پانی بند کر لیا گیا۔
انا ابن محمدؐ المصطفیٰ	میں محمدؐ مصطفیٰ کا بیٹا ہوں۔
انا ابن صریع کربلا۔	میں شہید کربلا کا بیٹا ہوں۔
انا ابن من راحت انصاره تحت الثریٰ۔	میں اس کا بیٹا ہوں جس کے انصار تحت الثریٰ چلے گئے۔

Presented by www.ziaraat.com

انا ابن من غدت حرمه اسرى	میں اس کا بیٹا ہوں جس کے اہل حرم پابند رسن کیے گئے۔
انا ابن من ذبحت اطفاله من غير سولى	میں اس کا بیٹا ہوں جس کے بے گناہ بچے ذبح کیے گئے۔
انا ابن من اضرم الاعداء فى خيمته لظى۔	میں اس کا بیٹا ہوں جس کے خیام کو دشمنوں نے نذر آتش کر دیا۔
انا ابن من اضحى ضريعاً فى النقى۔	میں اس کا بیٹا ہوں جس کی لاش میدان میں بے گور چھوڑی گئی۔
انا ابن من لا له غسل ولا كفن يرى ۔	میں اس کا بیٹا ہوں جسے غسل دیا گیا نہ کفن۔
انا ابن من رفعوا رأسه على القنا۔	میں اس کا بیٹا ہوں جس کے سر کو نوک نیزہ پر بلند کیا گیا۔
انا ابن من هتك حريمه بارض كربلا۔	میں اس کا بیٹا ہوں جس کی عترت کے سروں سے میدان کربلا میں چادریں چھین لی گئیں
انا ابن من جسمه بارض و رأسه باخرى۔	میں اس کا بیٹا ہوں جس کا جسم ایک جگہ اور سر دوسری جگہ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

انا ابن من لا یری حوله غیر الاعداد۔

میں اس کا بیٹا ہوں۔ جسے دم آخر اپنے گرد دشمنوں کے علاوہ کوئی اپنا نظر نہ آتا تھا۔

انا ابن من سبیت حریمه الی الشام تهدی۔

میں اس کا بیٹا ہوں جس کی عترت کو شام تک بے پالان کے اونٹوں پر لایا گیا۔

انا ابن من لا له ناصر ولا حمی

میں اس کا بیٹا ہوں جس کا نہ کوئی ناصر تھا نہ حامی اور مددگار۔

ایها الناس قد فضلنا الله بخمس خصال فینا والله مختلف الملائکه ومعدن الرساله۔

لوگو! ہمیں اللہ نے پانچ خصوصیات سے ممتاز فرمایا ہے بخدا رسالت کی کان ہم ہیں اور ملائکہ ہمارے ہی گھر میں آتے تھے۔

فینا نزلت الایات ونحن قدنا للعالمین هدی۔

قرآنی آیات ہمارے بارہ میں نازل ہوئی ہیں ہم نے عالمین کو ہدایت دی ہے۔

فینا الشجاعة فلم نخف بأسا وابراعة

شجاعت ہمارے پاس ہے ہم کبھی گھبراتے نہیں۔ براعت

Presented by www.ziaraat.com

والفصاحة اذا افتخر الفصحاء۔	اور فصاحت ہمیں ملی ہے اگر لوگ فصاحت پر فخر کریں تو ہمارا نام سر فہرست ہوگا۔
فینا الهدیٰ الیٰ سبیل السواء والعلم لمن اراد ان یستفید علی والمحبة فی قلوب المومنین من الوریٰ۔	راہ حق کی ہدایت ہم میں ہے علم جو افراد کے لیے علم ہمارے پاس ہے۔ بھری کائنات میں قلوب مومنین میں محبت ہمارے لیے ہے۔
ولنا الشان الاعلیٰ فی الارض والسماء ومن لولانا ما خلق الله الدنیا وکل فخر دون فخرنا یهوی۔	ارض وسما میں شان اعلیٰ ہماری ہے۔ ہم وہ ہیں کہ اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کائنات کو پیدا نہ کرتا۔ ہمارے فخر کے سامنے ہر فخر ہیچ ہے۔
بامحبنا یسعد و باغضنا یوم القیامه یشقی۔	قیامت کے دن ہمارے محبوں کو حوض کوثر سے سیراب کیا جائے گا اور ہمارا دشمن بدنصیب ہوگا۔

جب آپ یہاں تک پہنچے تو دربار یزید میں تہلکہ مچ گیا۔ ہر شخص سوگوار اور ہر آنکھ اشکبار ہوگئی۔ ہر طرف ایک کہرام مچ گیا۔ صدائے گریہ وزاری بلند ہوئی۔

Presented by www.ziaraat.com

یزید ڈر گیا کہیں گڑبڑ نہ ہو جائے۔

یزید نے موذن سے کہا۔ اذان کہہ۔

جناب سجاد نے فرمایا۔ تو نے بڑی ذات کو اکبر اور عظیم ذات کی عظمت بیان کی ہے تو نے سچ کہا ہے۔

موذن نے کہا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ

امام سجاد نے فرمایا۔ میں بھی ہر شہادت دینے والے کے ساتھ اس کی توحید کی شہادت دیتا ہوں۔

موذن نے کہا۔ اشھد ان محمدا رسول اللہ۔

امام نے فرمایا۔ یزید بھلا بتا یہ محمدؐ تیرا جد امجد ہے یا میرا؟

یزید نے کہا۔ آپ کا۔

امام نے فرمایا۔ اگر محمدؐ میرا جد امجد ہے تو خدا کے لیے بتا اسی کے دین و نبوت کی گواہی دے کر تو نے اس کی اولاد کو کس جرم میں شہید کیا ہے اور اس کی عترت کو کس گناہ میں پابند رسن کر کے خرابہ شام میں محبوس کیا ہے۔

اس کے بعد منہال ابن عمرو نے پوچھا۔

اے فرزند رسول کیا حال ہے؟

آپ نے فرمایا۔

بھلا اس شخص کا حال بھی پوچھا جاتا ہے۔ جس کا باپ بے گناہ شہید کر دیا گیا ہو۔ اس کا لاشہ بے گور و کفن چھوڑا گیا ہو۔ جس کے انصار نہ ہوں۔ جس کے اہل بیت کو دشمنوں کے مجمع میں تشہیر کیا گیا ہو اور کیا جا رہا ہو۔ اس وقت غم

Presented by www.ziaraat.com

کے سوا ہمارے پاس کوئی لباس نہیں۔

اگر تو پوچھنا چاہتا ہے تو لو دیکھ لے میرا حال۔ دشمن خوش ہو رہے ہیں دوست آنسو بہا رہے ہیں؟

منہال کیا تجھے معلوم نہیں کہ۔ عرب غیر عربوں پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ ہم سے ہے۔

قریش عربوں پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ ہم سے ہے۔

اور ہم اسی محمدؐ کے اہل بیت ہیں۔ ہمیں اسی محمدؐ کے حرم میں رہنے نہیں دیا گیا۔

ہمیں قتل کیا گیا۔ پانی بند کیا گیا۔ بے گور و کفن چھوڑا گیا۔ پابند رسن کر کے کوفہ سے شام تک جگہ جگہ تشہیر کیا گیا۔

کیا تجھے نظر نہیں آ رہا کہ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے دین بنی امیہ کا ہو اور آل محمدؐ اس کی غلام ہو۔

لوگوں میں ایک مرتبہ طوفان گریہ بلند ہوا۔

یزید نے غصہ میں آ کر موذن سے کہا۔ تو نے اس جوان کو کیوں منبر پر جانے کی اجازت دی؟

موذن نے کہا۔ مجھے کیا علم تھا کہ۔ اتنے مصائب اور جبر و تشدد کے باوجود بھی یہ نوجوان اتنی فصاحت و بلاغت اور بے باکی سے اتنا عمدہ خطبہ دے گا۔

یزید نے کہا۔

ارے ظالم! تجھے معلوم نہیں تھا کہ۔ یہ معدن رسالت اور اہل بیت

نبوت کا فرد ہے۔
موذن نے کہا۔
اگر ایسی بات تھی تو پھر تو نے کیوں ان پر اتنے مظالم کیے۔ مردوں کو قتل اور مخدرات عفت کو رسن بستہ کیا۔
یزید نے جلاد کو حکم دیا کہ موذن بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا ہے لے دربار سے باہر نہ جانے دے یہیں قتل کر دے حکم یزید سے جلاد نے ایک وار سے موذن کی گردن اڑا دی۔
احتجاج میں یہی روایت منہال کی بجائے مکحول صحابی نبی اکرم سے منقول ہے۔
انوار نعمانیہ میں یہی روایت منہال ابن عمرو سے ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ۔
امام سجادؑ مجھے یہ جواب دینے کے بعد واپس پلٹے۔
میں نے عرض کیا۔ قبلہ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔
آپ نے فرمایا۔
اپنے اس زندان میں جس میں یزید نے مجھے ذریت رسول کے ساتھ رکھا ہوا ہے۔ اس زندان کی نہ چھت ہے اور نہ سردی یا گرمی سے بچانے والی کوئی چیز۔ جب سے اس میں بند ہوتے ہیں آج تک ہوا کو ترس رہے ہیں۔
مجبور مستورات کا میں ہی تنہا سہارا ہوں۔ اگر مجھے یزید کی پیشی میں زیادہ وقت صرف ہو جائے تو تمام مستورات بے چین ہو کر در زندان پر جمع ہو جاتی ہے اور سپاہیوں کی منت کرنے لگتی ہیں کہ ہمیں ہمارے امام کی اطلاع

Presented by www.ziaraat.com

دے زندہ ہے یا نہیں۔

ابھی تک آپ یہی بات کر رہے تھے کہ زندان بان دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ فرزند رسول آپ کو آپ کی پھوپھی بلا رہی ہیں۔ یہ پیغام سنکر آپ جلدی سے زندان بان کے ساتھ زندان میں چلے گئے۔

امام سجاد کے مذکورہ خطبہ کو متعدد مورخین نے قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مجلس

آلِ محمدؐ خانۂ یزید میں

بحار۔ مناقب۔ ابو مخنف اور دیگر مورخین کے مطابق جب یزید کو قدرے اطمینان ہو گیا اور خرابہ شام میں آل محمدؐ کو محبوس کرنے کے باوجود بھی اسے انقلاب اور انقلاب کے کوئی آثار نظر نہ آتے۔ تو اس نے اپنے اہل خانہ کی خواہش پر آل محمدؐ کو اپنے گھر لانے جانے کا حکم دیا۔

اس سلسلہ میں یزید نے جو اہتمام کیا وہ یہ تھا کہ سر مظلوم کربلا کو اس نے اپنے گھر کے اس دروازہ پر آویزاں کرنے کا حکم دیا جس دروازہ سے آل محمدؐ کو اس کے گھر میں داخل کیا جانا تھا۔ جب سر مظلوم زہرا آویزاں ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ اب عترت رسول کی مخدرات کو گھر میں لایا جائے۔ دروازہ پر سر کو آویزاں کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ بنات زہراؑ کے کباب دل ایک مرتبہ پھر جل جائیں۔ اور ہر مستور گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے شہید آقا کو دیکھ لے۔ اور ان کی نگاہوں میں میدان کربلا کا نقشہ پھر سے تازہ ہو جائے۔

جب دختران زہرا خانہ یزید میں داخل ہوئیں تو تمام اموی عورتوں نے

انہیں دیکھا۔ ان مخدرات کے چہروں پر غربت اور مظلومیت کچھ اس طرح برس رہی تھی کہ تمام اموی عورتوں کو اپنے بارہ سنگھار بھول گئے۔

ان کا خیال تو یہ تھا کہ جب دختران زہرا ہمارے گھر آئیں گی۔ ہماری شان و شوکت دیکھیں گے۔ ہماری سج۔ دھج۔ لباس۔ اور خوشبو دیکھیں گی تو وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو کر ہماری عظمت کی قائل ہو جائیں گی۔

لیکن ان کے تمام ارادے اور تمام خیالات اس وقت ریت کا محل ثابت ہوئے جب بوسیدہ لباس میں سر و پا برہنہ۔ عظمت کا کوہ گراں مخدرات عفت نے گھر میں قدم رکھا۔ اگرچہ۔

اموی عورتوں نے نئے نئے قیمتی اور بھڑکیلے لباس پہن رکھے تھے۔ اور۔ دختران زہراؑ کے لباس بوسیدہ۔ گرد آلود۔ اور سیاہ ماتمی لباس تھے۔ مگر۔

اموی عورتیں خود اپنے کو ہیچ محسوس کرنے لگیں اور بے ساختہ استقبال کو اٹھ کھڑی ہوئیں۔

اموی عورتوں نے رنگارنگ زیوارات پہن رکھے تھے۔ اور

ذریت رسول کے کانوں میں بالیاں تک نہ تھیں بلکہ بعض شہزادیوں کے کانوں کی لو پر آج بھی ظلم و بربریت کے وہ نشان موجود تھے جن سے گوشوارے اتارے گئے تھے۔

مگر اموی عورتوں نے ان چہروں کی عظمت و جلالت سے مغلوب ہو کر اپنے گلوں سے مالائیں۔ کانوں سے گوشوارے اور ہاتھوں سے کنگن اتار کر پھینک دیئے۔

Presented by www.ziaraat.com

اموی عورتوں نے سروں پر قیمتی ریشمی چادریں لے رکھی تھیں۔ جب ان کی نگاہ دختران زہراؑ کے بے چادر سروں اور بے مقنع چہروں پر پڑی تو انہوں نے اپنے سروں سے یہ کہہ کر چادریں اتار پھینکیں کہ جن سے ہم نے پردہ سیکھا تھا اگر دست ظلم وجور نے ان کے سروں سے چادریں چھین لی ہیں تو ہمیں چادریں کہاں مناسب ہیں۔

تمام اموی مستورات آگے بڑھیں اور بے ساختہ بنات زہراؑ کے گلے لگ کر نوحہ وشیون کرنا شروع کر دیا۔

یزید جس نے اپنے ذہن میں یہ سوچا تھا کہ اموی عورتیں بنات زہراؑ کی شکستہ حالی دیکھ کر خوش ہوں گی اور ذریت بتول کے غم میں اضافہ ہوگا۔ وہ دربار میں بیٹھ کر ایک ایک اموی عورت کی نوحہ خوانی اور صدائے گریہ و ماتم سن رہا تھا۔

ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے یہ یزید کا گھر نہیں بلکہ امام بارگاہ ہے جس میں عزاداری شبیر ہو رہی ہے۔

ہند زوجہ یزید نے جب آل رسول کی یہ حالت دیکھی تو نہ رہ سکی۔ اسی عالم غم و الم میں گھر سے باہر دربار میں آگئی۔

اور یزید کو لعنت کرنے لگی۔

یزید نے جلدی سے اٹھ کر اپنی چادر ہند کے سر پر ڈال دی اور کہنے لگا۔

ذرا ہوش سے کام لے۔ بھرے دربار میں چادر کے بغیر کیوں آگئی ہے۔

ہند نے فوراً جواب میں کہا۔

تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔

عظیت حرمتک	ظالم تجھے شرم نہیں آتی۔ اپنی
وعترۃ رسول	عترت کو تو تو بے چادر نہیں دیکھ
اللہ بلا دواءٍ۔	سکتا۔ اور عترت رسول کے سروں
	سے تو نے چادریں چھین رکھی
	ہیں۔

منتخب میں ہند زوجہ یزید سے مروی ہے کہ ایک رات میں اپنے بستر پر سو رہی تھی کہ عالم خواب میں میں نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور ملائکہ گروہ در گروہ آسمان سے اتر اتر کر سر مظلوم کے قریب آکر کہتے ہیں۔

السلام علیک یا ابا عبد اللہ

السلام علیک یا بن رسول اللہ

اسی اثنا میں میں نے آسمان سے ایک عماری اترتے دیکھی۔ جونہی زمین پر اتری اس سے بے شمار لوگ باہر آئے ان میں سے ایک انتہائی وجیہہ مگر غمزدہ شخص آگے بڑھا۔

دیگر تمام اس کے عقب میں اور دائیں بائیں ہو گئے اس نے آگے بڑھ کر سر کو اٹھایا۔ اسے بے شمار بوسے دیئے اور فرمایا۔

یا ولدی قتلوک۔	بیٹے ان ظالموں نے تجھے قتل کر
اترا ہم ما عرفوک۔	دیا ہے کیا یہ لوگ تجھے پہچانتے نہ
ومن شرب الماء	تھے۔ بیٹے ان ظالموں نے تجھے
منعوک۔	پانی تک نہ دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

میرے لال میں تیرا نانا تجھے شام میں ملنے آیا ہوں۔ یہ تیرا بابا بھی آیا ہے۔ ذرا دیکھ تیرا حسنؑ بھائی۔ چچا جعفر طیار اور حمزہ بھی آئے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے اہل بیت میں سے ایک ایک کا نام لیا۔

میں گھبرا کر اٹھی۔ یزید کے کمرہ میں آئی اور اسے لعنت و ملامت کرنے لگی۔

Presented by www.ziaraat.com

مجلس

رہائی از شام

مورخین سے آج تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ آلِ محمدؐ زندانِ شام میں کتنا عرصہ رہے ہیں۔ سات دن سے لے کر ایک سال تک کی روایات ملتی ہیں۔ زیرِ نظر سطور میں ہم اس کا بھی جائزہ لیں گے کہ آلِ محمدؐ کی مدتِ اسیری کتنی تھی۔ اس وقت ہم رہائی کے وقت پیش آنے والے واقعات ذکر کر رہے ہیں۔

یہ بھی قطعی طور پر آج تک فیصلہ نہیں کیا جا سکا کہ اسبابِ رہائی کیا تھے۔

بعض مورخین نے سیاسی اسباب بتائے ہیں اور
بعض نے یزید کا خواب بیان کیا ہے۔

ہمارے خیال میں جس طرح کسی ایک نظریہ کو حتماً مسترد نہیں کیا جا سکتا اسی طرح کسی ایک خیال کو قطعی طور پر قبول بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مورخین کے بتائے گئے اسباب میں سے کوئی ایک سبب ہو، یہ بھی ممکن

Presented by www.ziaraat.com

ہے کہ مورخین نے فرداً فرداً جو اسباب بتاتے ہیں۔ وہ سب کے سب مجموعاً ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مورخین کے بتاتے گئے اسباب میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو۔

بہر طور سبب جو بھی تھا۔ یزید نے آل محمدؐ کو رہا کرتے وقت جناب سجاد سے کہا۔

میں آپ کی تین باتیں مانوں گا۔ جو چاہیں تین منوالیں۔

امام سجاد نے فرمایا۔

پہلی خواہش یہ ہے کہ مجھے ایک مرتبہ میرے بابا کے سر کی زیارت کرادے تاکہ شام سے جاتے ہوتے آخری الوداع کرلوں۔

یزید نے کہا۔ یہ قطعاً ناممکن ہے۔ اب تو کبھی بھی اپنے بابا کا سر نہیں دیکھ سکے گا۔

امام سجاد نے فرمایا۔ اگر تو میرے قتل کا مکمل ارادہ کر چکا ہے۔ تو کسی ایسے شریف انسان کی ڈیوٹی لگا جو ان مخدرات عصمت کو واپس مدینہ پہنچادے

یزید نے کہا۔ میں نے آپ کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا ہے آپ خود ان مستورات کو مدینہ لے جائیں گے۔

امام سجاد نے فرمایا۔ یوم عاشور ہمارے خیام سے جو کچھ لوٹا گیا ہے۔ وہ ہمیں واپس دیا جائے۔

یزید نے کہا۔ اے فرزند حسین آپ کو معلوم ہے کہ لوٹنے والے جانے کہاں کہاں سے آئے تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون کون لوگ اٹھے۔ ان تمام کو جمع کرنا اور ان سے واپسی کا مطالبہ میرے بس سے باہر ہے۔ آپ مجھے تمام لٹے

Presented by www.ziaraat.com

ہوئے سامان کی فہرست بنا دیں میں اس کی کئی گنا زیادہ قیمت دے دوں گا۔

امام سجاد نے فرمایا تجھے معلوم نہیں لیکن مجھے معلوم ہے کہ جو کچھ لوٹا گیا ہے وہ سب عمر سعد کے ذریعہ ابن زیاد تک اور ابن زیاد کے ذریعہ تجھ تک پہنچ چکا ہے۔ اس سامان میں جو کچھ ہے تیرے لیے قطعاً بے قیمت ہے لیکن ہمارے لیے اگر پوری کائنات کے مقابلہ وہ سامان رکھ دیا جائے تو ہم پوری کائنات کو ٹھکرا دیں گے۔ اور وہ سامان لے لیں گے۔

یزید نے پوچھا۔ اس سامان میں مثلاً آپ کا قیمتی اثاثہ کون سا تھا۔

امام سجاد نے فرمایا۔ اس سامان میں دختر رسول کا چرخا تھا۔ بنت نبی کا مقنع تھا۔ ام الحسنین کے گلے کا ایک ہار تھا جو جناب خدیجہ نے دم آخر ان کے گلے میں ڈالا تھا۔ اور ایک پہلو دریدہ قمیص تھی۔

یزید نے حکم دیا کہ تمام سامان واپس کر دیا جائے۔ چنانچہ تمام سامان جب واپس کر دیا گیا تو یزید نے دو سو دینار بھی ساتھ دیتے امام سجاد نے دو سو دینار لے کر اسی دربار میں فقرائے شام پر تقسیم کر دیا۔

جس شخص کو امام سجاد کے ہمراہ مدینہ تک پہنچانے کے لیے بھیجا گیا۔ اس کے نام میں اختلاف ہے۔

بعض مورخین نے عمر ابن خالد قرشی لکھا ہے۔
بعض نے نعمان ابن بشیر لکھا ہے۔
بعض نے خزیم ابن شتر لکھا ہے۔
بعض نے جذم ابن شتر لکھا ہے اور
بعض نے بشیر ابن جذلم لکھا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

ان میں سے جو بھی تھا یزید نے اسے تیس۔ یا تین سو۔ یا پانچ سو سپاہی بھی دیے۔ اور حکم دیا کہ آل محمدؐ کو مدینہ میں پہنچاتے۔

یہ افراد جتنے بھی تھے ان کی اکثریت محبان آل محمدؐ پر مشتمل تھی۔ جہاں کہیں قیام کیا جاتا تو یہ لوگ آل محمدؐ سے اس قدر دور جا بیٹھے تھے کہ مخدرات عصمت کو پردہ کے لیے کسی قسم کی تکلیف نہ ہوتی تھی۔ دن کو آرام کرتے تھے رات کو سفر کرتے تھے۔

جب اس مقام پر پہنچے جہاں سے ایک راہ عراق کو اور ایک مدینہ کو جاتی تھی تو جناب سجادؑ کے حکم سے ان لوگوں نے راہ عراق لی اور یوں آل محمدؐ کا لٹا ہوا قافلہ ایک مرتبہ پھر سرزمین کربلا میں آ پہنچا۔

مجلس

آلِ محمدؐ مزاراتِ شہداء پر

جس طرح اس بات میں اختلاف ہے کہ آلِ محمدؐ زندانِ شام میں کتنا عرصہ رہے اسی طرح اس میں بھی اختلاف ہے کہ کربلا میں کب پہنچے۔

بعض مورخین کے مطابق آلِ محمدؐ نے پہلا چہلم قیدِ شام گزارنے کے بعد کربلا میں آ کے کیا۔

بعض مورخین کے مطابق جناب جابر نے پہلا چہلم کربلا میں کیا۔ لیکن آلِ محمدؐ نے ۶۲ھ کا چہلم کربلا میں کیا۔

بعض کے خیال میں جناب جابر نے پہلا چہلم کربلا میں کیا۔ لیکن آلِ محمدؐ کربلا میں پہلے چہلم کے بعد اور دوسرے چہلم سے پہلے آئے۔

اس سلسلہ میں مناسب ہو گا اگر ہم قارئین کے سامنے سرکار علامہ مجلسی کی وہ تحقیق پیش کر دیں جو انہوں نے اپنی فارسی تصنیف زاد المعاد میں پیش کی ہے۔

علامہ کے الفاظ میں۔ یوم اربعین کی زیارت کی فضیلت کا سبب یہ ہے کہ۔

Presented by www.ziaraat.com

امام سجاد اپنے تمام اہل بیت کے ساتھ شام سے پلٹ کر کربلا آئے تھے۔ اور یہ سال شہادت یعنی ۶۱ھ ہجری کا یوم اربعین تھا۔ اور آپ نے تمام شہداء کے سر ان کے مزارات میں دفن فرمائے تھے۔

لیکن یہ انتہائی بعید از قیاس اور ناقابل تسلیم بات ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سی باتوں پر بات کی جا سکتی ہے۔ لیکن خوف طوالت سے ان تمام پہلوؤں سے صرف نظر کر کے، ہم دو ایک علماء کے نظریات پیش کرتے ہیں۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ۔ امام سجاد شام سے رہائی کے بعد کربلا بصورت اعجاز تشریف لائے تھے۔

اگرچہ یہ ممکن ہے لیکن اس قسم کی ضعیف سے ضعیف تر روایت آج تک نہیں مل سکی۔ جب کہ اس کے خلاف کافی روایات موجود ہیں۔

محقق رضی قزوینی نے تظلم الزہرا[۱] میں لکھا ہے کہ آل محمدؐ شام سے رہائی کے بعد ۶۱ھ کے بیس صفر کو کربلا پہنچے۔ لیکن یہ قطعاً ناممکن ہے کیوں کہ۔

ابن زیاد نے آل محمدؐ کی کوفہ میں تشہیر کے بعد یزید سے مزید ہدایات کی خاطر قاصد بھیجا۔ اور کوفہ سے شام تک کے سفر کے لیے یک طرفہ بیس دن اور ہدایات لینے کے بعد قاصد کو واپسی کے لیے بھی بیس دن کی ضرورت ہو گی۔

پھر آل محمدؐ کا اونٹوں پر جانا۔ ایک ماہ زندان میں رہنا اور واپس یوم اربعین کربلا پہنچنا یہ سب عقلاً اور روایۃً ناممکنات ہیں۔

۱۔ ہم صرف اپنے پیش کردہ اور اشتباہات کی بنیاد پر روایات سے حق انکار

Presented by www.ziaraat.com

نہیں رکھتے۔

۲۔ بعض موثقین سے ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ کوفہ سے ڈاکیہ شام تک تین دن میں ڈاک لے کر جاتا تھا۔

۳۔ عام مورخین کے مطابق شام میں آل محمدؐ کی مدت قید صرف آٹھ دن ہے۔

۴۔ سلسلہ ڈاک کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ انسان ہی بطور قاصد جائے۔ کیونکہ اس وقت کبوتر بھی بطور ڈاکیہ کے استعمال ہوتے تھے اور کبوتر کی رفتار انسان کی رفتار سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

۵۔ جابر کا حجاز سے یوم اربعین پہنچ جانا بھی بعید نہیں ہے کیونکہ ابو حنیفہ نے ذی الحجہ کا چاند کوفہ میں دیکھا تھا اور مکہ پہنچ کر احکام حج بجا لایا تھا۔

۶۔ شہادت مظلوم کربلا کی اطلاع صرف بذریعہ ابن زیاد ہی نہیں گئی۔ بلکہ ملائکہ۔ جنات اور پرندوں نے بھی خبر شہادت کو نشر کرنے میں کافی جلدی کی تھی۔

۷۔ خبر شہادت کے لیے بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے سے خون ابلنا اور جناب ام سلمہ کے پاس موجود مٹی کا خون ہو جانا ہی جناب جابر کے کربلا پہنچنے کے لیے کافی تھا۔

ان حقائق کے پیش نظر علامہ مجلسی کے اشتباہات کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

مولف۔ محقق رضی کے ان جوابات میں سے کوئی بھی جواب ایسا نہیں ہے جسے بنیاد بنا کر یہ مان لیا جائے کہ آل محمدؐ سنہ ۶۱ھ کے چہلم میں ہی کربلا آگئے ہوں کیونکہ

۱۔ اصول اسلام کے مطابق کسی روایت کا صرف سن یا پڑھ لینا حجیت روایت کی دلیل نہیں ہوتی۔ بلکہ روایت کے ساتھ درایت بھی موجود ہے اور جس روایت کی درایت تائید نہ کرے وہ روایت قطعاً قابل اعتماد نہیں ہوتی۔

۲۔ محقق رضی کا بعض موثقین سے یہ سن لینا کہ کوفہ سے شام تک ڈاکیہ تین دن میں جاتا تھا تو درست ہے کہ ممکن ہے انہوں نے سنا ہو۔ ہم ان کے سماع سے تو انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ کوفہ سے شام تک تین دن میں جانے والا ڈاکیہ آخر کس راستہ پر جاتا تھا؟ اگر یہ راستہ زمین ہی پر جاتا تھا تو آخر کونسا تھا؟

۳۔ یہ درست ہے کہ عام مورخین نے مدت قید اٹھ دن لکھی ہے۔ لیکن انہی مورخین نے یہ بھی تو لکھا ہے کہ۔

تفشرت الوجوه	گرمی اور سردی کی شدت سے
من شدة الحر والقر	سادانیوں کے چہرے رنگ پریدہ ہو گئے تھے۔

بھلا کیا اٹھ دن میں چہروں کی رنگ پریدگی ممکن ہے۔

۴۔ کبوتر کا ڈاک لے جانا ممکن ہے بشرطیکہ کوئی ضعیف سے ضعیف تر روایت اس نظریہ کی مؤید ہو۔ روایات سے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ڈاک کبوتر نہیں انسان بصورت قاصد لے کر گیا تھا۔

۵۔ کامل فی السقیفہ میں اس بات کی تصریح بھی موجود ہے کہ آل محمدؐ بدھ کے دن ۱۶ ربیع الاول کو شام پہنچے۔

۶۔ جہاں تک جناب جابر کی کربلا میں آمد کا تعلق ہے تو وہ بھی اسی سال کے

چہلم پر اس لیے ناممکن ہے کہ جناب جابر اور ابو حنیفہ کے سفر میں فرق ہے ابو حنیفہ کو جو سہولیات سفر میسر تھے وہ جناب جابر کو نہیں تھے۔

ابو حنیفہ خود مختار تھے۔ جب کہ جناب جابر آنکھوں سے معذور ہونے کی وجہ سے سہارا کے محتاج تھے اور وہ سہارا کوئی رفیق سفر یا غلام ہی ہو سکتا تھا۔

۷۔ یہ تو مسلمہ ہے کہ یوم عاشور ہی سے شہادت مظلوم کی اطلاع اطراف عالم میں پھیل گئی تھی۔ لیکن یہ کہاں مذکور ہے کہ جنوں اور پرندوں نے خبر شہادت کے ساتھ ساتھ مقام شہادت کی تعیین بھی کر دی تھی۔

ان مسلمات کے پیش نظر علامہ مجلسی کے اعتراضات درست ہیں۔ اور آل محمدؑ کا ۶۱ھ کے یوم اربعین پر پہنچنا ناممکن التصور ہے۔

اور اس بات پر اصرار کہ آل محمدؑ کی شام سے واپس کے بعد پہلے چہلم پر جناب جابر سے ملاقات ہوئی ہے تاریخ۔ درایت اور مشاہدات کے منہ چڑاتے کے مترادف ہے۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ جناب جابر ۶۱ھ کے ہی چہلم پر کربلا تشریف لائے ہوں اور پھر کوفہ ہی میں قیام پذیر ہو گئے ہوں۔ اور ۶۲ھ کے دوسرے چہلم پر آل محمدؑ کی شام سے واپسی کے بعد آل محمدؑ سے ملاقات ہوئی ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

مجلس

آل محمد مدینۃ الرسول میں

لہوف کے مطابق جناب سجاد جب بیرون مدینہ پہنچے تو بیرون مدینہ ہی خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔ بشیر ابن جذلم کو قریب بلایا اور فرمایا۔ تیرا والد تو شاعر تھا۔

کیا تو بھی شاعری کرتا ہے؟

بشیر نے عرض کیا۔

قبلہ آپ کی دعا چاہیے کچھ کرتا رہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔

پھر جا۔ اور اہل مدینہ کو ہماری آمد سے مطلع کر۔

بشیر گھوڑے پر سوار ہوا اور مدینہ میں داخل ہو کر روضۃ الرسول کی طرف جاتے ہوئے ان اشعار سے اہل مدینہ کو اطلاع دی۔

یا اھل یثرب لا مقام لکم بھا. قتل الحسین فادمعی مدرارا۔

اے یثرب والو! سکون سے بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ حسینؑ شہید ہو گئے ہیں

اٹھو اور آنسو بہاؤ۔

الجسم منہ بکربلاء مضرج والرأس منہ علی القناۃ یدار۔

جسم حسین کربلا میں خون آلود ہے اور سر حسینؑ کو نوک نیزہ پر بلند کر کے کوبکو تشہیر کیا گیا ہے۔

علیؑ ابن حسینؑ اپنی پھوپھیوں، ماؤں، بہنوں اور بے وارثوں کے ہمراہ بیرون مدینہ خیمہ زن ہے۔ میں انہی کی طرف سے تمہیں ان کی آمد سے مطلع کرنے آیا ہوں۔

بشیر کہتا ہے جونہی میں نے یہ ندا دی، مدینہ کے گلی کوچوں میں عورتیں۔ لڑکیاں۔ بچے مرد سب باہر نکلے کوئی فرد ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں آنسو اور سینہ پر ہاتھ نہ ہو۔

عورتیں چہروں اور سر پر ماتم کرتی ہوئی باہر آئیں۔ ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے پورا مدینہ ماتم کدہ بن گیا ہو۔

انہی رونے والیوں میں سے ایک کمسن بچی مرثیہ پڑھتی ہوئی میرے قریب آئی اور کہنے لگی۔

اے خبر موت دینے والے۔ تو نے خبر شہادت دے کر ہمارے غم تازہ کر دیئے ہیں۔ تجھے معلوم ہے کہ یہ وہ زخم ہے جو تا قیامت مندمل نہیں ہوگا۔ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ تو کون ہے؟

میں نے عرض کیا۔

بی بی میں بشیر ابن جذلم ہوں۔ اور جناب سجاد بیرون مدینہ خیمہ زن ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

میں روضہ رسول پر آیا۔ سلام کیا۔ انحضور کو پرسہ دیا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ بیرون مدینہ دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اگرچہ میں گھوڑے پر سوار تھا اور لوگ پیدل تھے۔ لیکن میں واپس آیا۔ تو میں نے دیکھا کہ کافی مرد اور عورتیں مجھ سے پہلے امام سجاد کے پاس پہنچ چکے تھے۔ راستہ نہیں مل رہا تھا۔ بالآخر میں گھوڑے سے اترا۔ پیدل چلتا ہوا امام سجاد تک پہنچا۔

میں نے دیکھا آپ اسی وقت خیمہ سے باہر تشریف لا رہے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں رومال تھا۔ جناب باقر نے مسند امامت بچھائی جناب سجاد اس پر تشریف فرما ہوئے۔

اہل مدینہ کو دیکھ کر آپ کے گریہ میں اضافہ ہو گیا۔ جو شخص بھی جناب سجاد کو دیکھتا بے ساختہ دھاڑیں مار کر رونے لگتا۔ کافی دیر تک رونے کی آواز فضا کو دہلاتی رہی بالآخر جناب سجاد نے ہاتھ کے اشارہ سے لوگوں کو خاموش رہنے کو فرمایا۔

تمام لوگ خاموش ہو گئے۔

آپ نے فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	اللہ رب العالمین۔ جو رحمٰن و
الحمد للہ رب العالمین	رحیم۔ یوم جزا کا مالک اور تمام
الرحمٰن الرحیم مالک	کائنات کا پیدا کرنے والا ہے
یوم الدین باریٔ	اس کی حمد ہے۔ وہ اللہ جو
الخلائق اجمعین	اتنا دور ہے کہ آسمانوں کی
الذی بعد فا رتفع	بلندیوں میں ہے اور اتنا قریب

Presented by www.ziaraat.com

في السماوات العلى
وقرب فشهد النجوى
نحمده على عظائم
الامور وفجائع
الدهور والم الفجائع
ومضاضة اللواذع
وجليل الرزء وعظيم
المصائب الفاظعة
الكاظة الفادحة
الجائحة ايها الناس
ان الله وله الحمد
ابتلانا بالمصائب جليلة
وثلمة في الاسلام عظيمة
قتل ابو عبد الله الحسينؑ
وعترته وسبي نسائه
وصبيته وداروا براسه
في البلدان من فوق
عالي السنان هذه
الرزية التي لامثلها رزية
ايها الناس فاى

ہے کہ سرگوشی تک سن لیتا ہے
امور عظیم، حوادث زمانہ مصائب
کی شدت۔ اور دردوں کی
مدت میں، ہم اسی کی حمد کرتے
ہیں۔ تکالیف کی شدت،
پریشان کن، اندوہناک، المناک
اور دردناک مصائب میں بھی
ہم اس کی حمد کرتے ہیں۔
اے لوگو! حمد خدا ہے۔ اللہ
نے ہمیں بہت بڑے مصائب
سے آزمایا ہے۔ اسلام میں
بہت بڑا حادثہ ہوا ہے۔
ابوعبداللہ حسینؑ اور آپ کی
عترت کو شہید کر دیا گیا۔ اس
کی مستورات اور بچوں کو قیدی
کیا گیا۔ ان کے سر کو نوک نیزہ
پر تشہیر کیا گیا۔ یہ وہ مصیبت
ہے کہ اس جیسی مصیبت کا
تصور تک نہیں کیا جا سکتا
اے لوگو! قتل نواسہ رسول

Presented by www.ziaraat.com

رجالات منکم تسرون	کے بعد وہ کون شخص ہے جو
بعد قتلہ الرزیۃ عین	خوش ہو سکے یا کون سی آنکھ
منکم تحبس معہا و	ہے جو آنسو روک سکے۔ وہ
تضن عن انہما لہا۔	کون سی آنکھ ہے جو آنسوؤں
تلقد بکت السبع	میں بخل کر سکے۔ سات آسمان
الستد ادلقتلہ وبکت	آپ پر روئے۔ سمندر کی موجوں
ایحار باموجہا و	نے گریہ کیا۔ آسمان روتے ہیں
اسماوات بارکانہا و	زمینیں روتی ہیں۔ درختوں کی
الارض بارجائہا	ٹہنیاں گریہ کناں ہیں سمندروں
والاستیجار یاغصانہا	میں مچھلیاں رو رہی ہیں ملائکہ
والحیتان فی لجج ابحار والملائکۃ	مقربین اور اہل سما رو رہے
المقربون واھل السماوات اجمعون	ہیں۔
ایھا الناس ای تیب لا	اے لوگو! بھلا وہ کون ہے
ینصدع لتقلیلہ ام	جو شہادت فرزند رسول سے
ای فواد لایحف الیہ	دکھی نہ ہو۔ وہ کون سا دل ہے
ام ای سمع یسمع ھذہ	جس سے آنسو نہ بہیں۔ بھلا وہ
الثلمۃ التی تلمت	کون سا کان ہے جو اسلام
فی الاسلام فلا یرتاع	میں پڑنے والے اس رخنہ
لہا۔	کی خبر سنے اور لرز نہ جائے۔
ایھا الناس اصبحنا	لوگو! ہمیں مدینہ بدر کیا گیا ہمیں

Presented by www.ziaraat.com

مطرودین ۔ مشرودین.
مذودین وشاعین عن
الامصار کانا اولاد ترك
وکابل من غیر جرم
اجترمناه ولا مکروه
ارتکبناه ولا ثلمة فی
الاسلام ثلمناها ما
سمعنا بهذا فی اباءنا
الاولین ۔ ان هذا الا
اختلاق ۔

والله لو ان النبی تقدم
الیهم فی قتالنا کما تقدم
الیهم فی الوصایة
بنا لما زادوا علی
ما فعلوا بنا فانا
لله وانا الیه
راجعون ۔

پراگندہ کیا گیا۔ ہمیں اپنے گھر
سے نکالا گیا۔ ہمارے ساتھ
ایسے سلوک کیا گیا جیسے ہم ترک و
کابل کے غلام ہوں۔ حالانکہ یہ
یہ سب کچھ ہمارے کسی جرم
کسی ناپسندیدہ عمل یا اسلام
کی مخالفت کی وجہ سے نہیں
تھا۔ ایسے مصائب ہم نے
اپنے سابقہ آباء واجداد میں بھی
نہیں سنے۔ یہ کھلی جارحیت ہے
بخدا اگر سرور انبیاء اپنی امت
کو ہمارے ساتھ حسن سلوک
کی بجائے جنگ اور بدسلوکی
پر آمادہ کرتے تو اس سے
زیادہ یہ لوگ پھر بھی نہ کر پاتے
حالانکہ آنحضورؐ نے ہمارے ساتھ
حسن سلوک کی وصیت کی تھی

ہم اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اور
اسی کی طرف رجوع کرتے
ہیں۔

اس کے بعد تمام اہل مدینہ کی معیت میں قافلہ اہل بیت اندرون شہر کی طرف روانہ ہوا۔

جناب ام کلثوم فاطمہ بنت حسینؑ نے جب مدینہ کے درودیوار کو دیکھا تو بے ساختہ یوں مخاطب ہوئیں۔

مدینۃ جدنا لاتقبلینا	اے مدینہ ہمیں داخل نہ ہونے
فبالحسرات والاحزان	دیئے ہم بہت حسرتیں اور غم
جئنا۔	لے کر آئے ہیں۔
الا فاخبر رسول اللہ عنا	اے مدینہ! ہماری طرف سے
بانا قد فجعنا فی ابینا۔	رسول انبیاء کو بتادے کہ ہمیں
وان رجالنا بالطف	ہمارے باپ کی شہادت کا غم
صرعیٰ بلا رأس وقد	دیا گیا ہے، ہمارے مردوں
ذبحوا البنینا۔	کے لاشے میدان کربلا میں
واخبر جدنا انا	سروں کے بغیر ہیں اور ہمارے
اسرنا وبعد الاسریا	کمسن بچوں کو بھی ذبح کردیا
جد سبینا۔	گیا ہے۔ ہمارے نانا کو بتادے
ورھطك یا رسول	کہ ہمیں پہلے گرفتار کیا اور پھر
اللہ اضحوا عریا	گرفتاری کے بعد ہمارے ہاتھوں
بالطفوف مسلبینا۔	میں رسیاں باندھی گئیں۔
وقد ذبحوا الحسینؑ	اے رسول خدا! آپ کا قبیلہ
ولم یراعوا جنابك	صحراؤں میں بلا غسل و کفن پڑا

Presented by www.ziaraat.com

يا رسول الله فينا۔	ہے۔ ان کے لاشوں سے کپڑے بھی اتارے گئے ہیں۔
فلو نظرت عيناك للاسارى على اقتاب الجمال محملينا۔	نانا! آپ کے حسین کو ان لوگوں نے ذبح کر ڈالا اور ہمارے سلسلہ میں آپ کے رشتہ تک کا خیال نہ رکھا گیا۔
	نانا! کاش آپ اپنی بیٹیوں کو اس وقت دیکھیے جب رسن بستہ انہیں اونٹوں پر سوار کرایا جا رہا تھا۔
رسول الله ! يعوا السبي حارت عيون الناس ناظرة الينا۔	اے رسول خدا! ہمیں پابند رسن کرنے کے بعد ہماری تشہیر کرائی گئی اور مجمعوں میں سے گزارا جاتا رہا۔
وكنت تحوطنا حتى تولت عيونك ثارت الاعداء علينا ،	نانا! تو ہی تو ہمارا نگران تھا۔ جب سے تیری آنکھیں بند ہوئی ہیں دشمن ہم پر ٹوٹ پڑتے ہیں
أفاطم لو نظرت الى السبايا بناتك في البلاد مشتتينا ،	دادی زہرا! کاش آپ اس وقت اپنی بیٹیوں کو دیکھتیں جب رسن بستہ شہر بشہر پھرائی

Presented by www.ziaraat.com

جا رہی تھیں۔

أفاطم لو نظرت الی الحیارٰی۔	اے دادی! کاش آپ تاراجی خیام کے وقت پریشان حال بیٹیوں کو دیکھتیں۔
ولو ابصرت زین العابدین۔	اور کاش! آپ زین العابدین کو دیکھتیں۔
افاطم لو رأیتنا سهارٰی۔	اے فاطمہ! کاش آپ ہمیں راتوں میں جاگتا دیکھتیں۔
ومن سهر اللیالی قد عمینا۔	اور کاش! آپ دیکھتیں کہ کس طرح جاگ جاگ کر ہماری آنکھیں نکل ابل گئی تھیں۔
افاطم! مالقیت من عداك۔	اے دادی! آپ نے دشمنوں سے کچھ بھی نہیں دیکھا۔
ولا قیراط ما قد لقینا۔	دادی یقین جانیے جو مصائب ہم نے جھیلے ہیں آپ نے تو عشر عشیر بھی نہیں دیکھا۔
فلو ذالت حیوتك لم تزالی الی یوم القیامۃ تند بینا۔ یاعمی یالحسن	دادی! اگر آپ زندہ رہیں تو ہم پر پڑنے والے مصائب کو دیکھ کر تا قیامت ماتم کرتی رہیں اے چچا حسن طاہر آپ کے

Presented by www.ziaraat.com

المزکی عیال اخوک اضحوا اضا تعینا ۔	بھائی کے جملہ اقرباء شہید ہو گئے ہیں ۔
ایا عماہ ان اخاک اضحی بعید أعنک بالرفصلاہ قینا ۔	چچا حسن! آپ کا بھائی آپ سے بہت دور ریگ صحرا میں مدفون ہو چکا ہے ۔
ولو عاینت یا مولا لی ساقوا حریماً لا یجدن لھم معینا ۔	چچا! کاش آپ اس وقت دیکھتے جب تاراجی خیام کے وقت آپ کی بچیوں کے پیچھے گھوڑے دوڑائے جا رہے تھے اور انہیں کوئی مددگار نہیں مل رہا تھا
علی متن النیاق بلد وطأ و شاھدت العیال مکتفیغا و زینب اجوھا من خباھا و فاطم دالہ تبدی الانینا ۔	چچا آپ اس وقت دیکھتے جب بے پالان کے اونٹوں پر آپ کی عترت کو بلا مقنع و ردا سوار کیا جا رہا تھا۔ زینب پھوپھی کو خیمہ سے بے چادر باہر نکالا گیا اور فاطمہ حیران و پریشان غم سے نڈھال تھی۔
سکینہ تشتکی من حر جسد تنادی الغوث رب العالمینا ۔	سکینہ شدت گرما سے بے حال تھی اور الغوث الغوث یارب العالمین پکار رہی تھی

Presented by www.ziaraat.com

هذه قصتي مع شرح — یہ تھا ہمارا تفصیلی قصہ۔
حالي الا يا سامعون — سننے والو! ہمارے غم میں جتنا
ابكو علقبا۔ — رو سکتے ہو رو لو۔

قافلہ آلِ محمدؐ سب سے پہلے روضہ رسول پر آیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پورا مدینہ سوگوار تھا اور اس دن غم والم کا وہی منظر تھا جو منظر شہادت رسول کو نین کے دن تھا۔ جب یہ ہاشمی قافلہ روضہ رسول پر آیا۔

بنت زہراؑ آگے بڑھیں۔ روضہ رسول کے دروازہ پر کھڑے ہو کر بہتی آنکھوں سے عرض کیا۔

يا جداه اني — نانا! میں اپنے بھائی حسینؑ
ناعية اليك اخي — کی خبر شہادت سنانے آتی
الحسينؑ۔ — ہوں۔

پھر یہ مرثیہ پڑھا۔

هلموا ابنك — نانا! آپ کا صاحب کساء
اصحاب الكساء — بیٹا کہاں ہے؟ میں سبط
وارثي سبط خير — خیر الانبیاء مرثیہ خواں ہوں۔
الانبياء۔ هلموا — نانا! آپ کا بیٹا مارا گیا
ابنك مقتولاً بكته هو كثر — جسے خالق کے تمام آسمان ملائکہ
ولاله مفا السماء۔ — تک رو رہے ہیں۔
هلموا ابنك مقتولا — نانا! آپ کے شہید بیٹے
عليه بكما وحق المهاقة — ہر صحراؤں میں درندے بھی

Presented by www.ziaraat.com

في القلاء ألا فابكو قتيلا توبكته البتولة فاطمه ست النساء۔

گریہ کررہے ہیں۔ اس مقتول پر آنسو بہاؤ جیسے سیدۃ النسار بتول روتی ہیں۔

الا فابكوا الثاوی الطف حزما

لوگو! میدان کربلا کے شہید پر آنسو بہاؤ۔

الا فابكو لمذبوح القفاء۔

اس پر رو لو جسے پس گردن سے شہید کیا گیا ہے۔

الا فابكوا لمن اصبحت عليه تنوع الجن حزناً بالبكاء۔

اس پر آنسو بہاؤ جس کے غم میں جنات بھی گریہ کناں ہیں۔

الا فابكوا لمنعفر ذبيح على الرمضاء شلو بالثراء۔

اس پر رو لو جسے مٹی پر ذبح کیا گیا۔ جس کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مٹی میں ملا دیا گیا۔

ألا فابكو قتيلا مستباحاً۔ الا فابكوا المرمل بالدماء. بنفسی جسم مطروح جريح على حر الصعيد بلا

اس شہید پر گریہ کرو جس کا قتل مباح سمجھا گیا۔ اس غریب پر آنسو بہاؤ جسے خون میں غلطاں کیا گیا۔ میری جان قربان ہو اس زخمی جسم پر جو گرم مٹی پر کسی

Presented by www.ziaraat.com

وطاء بنفسي من	بستر ے کے بغیر تڑپتا رہا
تجولا الخيل	میری جان فدا ہو اس مظلوم
ركضا عليه و	پر جس کی لاش پر گھوڑے
هو سلوب	دوڑتے رہے اور اس کا
الرداء۔	جسم مسلوب الرداء تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

مجلس

جناب محمد ابن حنیفہ

جناب محمد کی کنیت ابو القاسم تھی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب جناب سجاد روضہ رسول سے باہر تشریف لائے تو اپنے چچا جناب محمدؑ کے پاس آئے جناب محمد نے آپ کو گلے لگایا۔ زار و قطار روتے روتے غش کر گئے جب غش سے افاقہ ہوا تو تلوار کمر سے لٹکائی ذرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر باہر لوگ کے سامنے پہاڑ پر چڑھے۔ پھر آپ کو کسی نے نہ دیکھا۔

لیکن یہ سب کیسانیوں کا خود ساختہ واقعہ ہے چونکہ کیسانی جناب محمد کو امام مہدی سمجھتے تھے۔ اور ان کے عقیدہ کے مطابق جناب محمد کوہ رضویٰ میں غائب ہو گئے ہیں۔

ہمارے نزدیک حق و حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ آپ بیمار تھے لیکن جناب سجاد سے ملاقات کے بعد مدینہ میں نہیں ٹھہرے۔ کیونکہ بنی امیہ کی نگاہوں میں جناب سجاد کی نسبت جناب محمد زیادہ خطرناک تھے۔ بنی امیہ کو امام سجاد سے کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ جب کہ امام حسین کے بعد وہ جناب محمد کو اپنے لیے

Presented by www.ziaraat.com

خطرہ سمجھتے تھے۔ اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ اولاد امیر المومنین سے کوئی زندہ رہ جائے۔ اموی جاسوس ہر وقت جناب محمد کی تاک میں رہتے تھے۔ جناب محمد کو بھی احساس تھا۔ اب بنی امیہ میرے درپے ہیں۔ چنانچہ آپ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ تشریف لائے اور مکہ کو مقام امن سمجھ کر وہیں متقام پذیر ہو گئے۔

جناب مختار مکہ میں آئے جناب محمد سے ملے اور واپس جا کر اہل کوفہ سے کہا کہ،

میں امام مہدی محمد ابن علی سے ملاقات کر کے آیا ہوں۔ اور میں قاتلانِ ذریت رسول سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ تعاون کرو۔

ابراہیم ابن مالک اشتر اور دیگر اشراف کوفہ نے مختار کی حامی بھر لی۔ اور ذریت رسول کے قاتلوں سے انتقام لینے کی خاطر تمام اہل کوفہ جناب مختار کے گرد جمع ہو گئے۔

ادھر مکہ میں عبداللہ ابن زبیر نے اپنی علیحدہ حکومت کا اعلان کر دیا۔ اور اہل مکہ سے اپنے لیے بیعت لینا شروع کر دی۔

جب اہل مکہ کی عمومی بیعت سے فارغ ہوا تو اسے اطلاع ملی کہ کوفہ میں مختار اپنے گرد لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔

ابن زبیر نے عبداللہ ابن مطیع عدوی کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ اور ابن مطیع نے لوگوں سے عبداللہ ابن زبیر کے لیے بیعت لینا شروع کر دی۔

جب جناب مختار نے حالات کو سازگار دیکھا تو انہوں نے ابن مطیع کو دارالامارہ سے بھگا دیا۔

خود دارالامارہ پر قبضہ کر لیا۔ اور قاتلان حسین سے انتقام پر بیعت

Presented by www.ziaraat.com

لینا شروع کر دی۔ اہل کوفہ نے دھڑا دھڑ بیعت کرنا شروع کر دی۔

عبداللہ ابن زبیر کو جب کوفہ کے حالات معلوم ہوئے تو اس نے اپنے بھائی مصعب ابن زبیر کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر مختار کے پاس بھیج دیا۔

مصعب ابن زبیر نے جنگ کی بجائے مختار کے مصالحت کی کوشش کی لیکن مصعب ناکام رہا۔ اور مختار مسلسل قاتلان ذریت رسول سے انتقام لیتا رہا۔

مصعب ابن زبیر یہاں سے ناکام ہو کر واپس چلا گیا۔ اور بصرہ پر حملہ کر کے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔

دوسری طرف عبداللہ ابن زبیر نے عوام کی بیعت کے بعد خواص سے بیعت لینا شروع کی۔ اور اس نے اس سلسلہ میں جناب محمد کو بھی بیعت کرنے کا کہا۔

لیکن جناب محمدؒ نے انکار کر دیا۔

جوں جوں جناب محمد بیعت سے انکار کرتے گئے۔ عبداللہ ابن زبیر کا اصرار بڑھتا گیا۔ عبداللہ ابن زبیر کا خیال تھا کہ اگر محمد میری بیعت کر لے۔ تو چونکہ مختار محمد کو امام مانتا ہے اس لیے مختار خود بخود میری بیعت کرے گا۔

عبداللہ ابن زبیر کے ہر مطالبہ بیعت کے جواب میں جناب محمد کوئی نہ کوئی عذر کر دیتے تھے۔

بالآخر معاملہ جب اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو جناب محمد نے ابن زبیر سے مہلت مانگی۔

ابن زبیر نے کہا۔

اب ایک منٹ بھی مہلت نہیں ملے گی۔ یا اسی وقت بیعت کر لو یا قتل

Presented by www.ziaraat.com

کے لیے تیار ہو جاؤ۔

جناب محمد نے فرمایا۔

رسول اللہؐ نے تو صفوان جیسے مشرک کو چار ماہ کی مہلت دے دی تھی اور تو مجھے ایک منٹ کی مہلت بھی نہیں دیتا۔

ابن زبیر نے جواب میں آنحضور اور ابن حنیفہ دونوں کے حق کے ایسے نا سزا الفاظ کہے جنہیں ادا کرنے سے زبان قلم قاصر ہے۔

دونوں طرف سے تو تکار شروع ہو گئی۔ بالآخر ابن زبیر کے پاس مہلت دینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔

چنانچہ ابن زبیر نے مہلت تو دو ماہ کی دے دی لیکن ساتھ ہی ایک خیمہ نصب کر کے اس میں جناب محمد کو مع ان کے رفقاء اور اہل بیت کے قید کر دیا۔ اور چالیس مسلح سپاہی پہرہ پر لگا دیئے۔

ایک رات جناب محمد نے اپنے رفقاء سے مشورہ کیا جس میں طے یہ پایا کہ اپنے حالات سے مختار کو مطلع کیا جائے۔

جناب محمد نے ایک خط لکھا جس میں اپنے تمام حالات لکھے اور مختار سے مدد طلب کی۔

جب خط جناب مختار کو ملا تو اس نے اسی وقت مجلس مشاورت بلائی۔ اور تمام احباب کو حالات سے مطلع کیا۔ اور جناب محمد کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

بارہ سالاران لشکر بلائے۔

پہلے سالار کو ایک ہزار۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسرے کو دو ہزار۔
تیسرے کو تین ہزار۔
چوتھے کو چار ہزار۔
اسی ترتیب سے بارہویں کو بارہ ہزار کا لشکر دے کر اس طرح روانہ کیا کہ پہلا دستہ صبح کو دوسرا شام کو بھیجنا شروع کیا۔
اس اثنا میں ابن زبیر نے اپنے سپاہیوں کو جناب محمد کے خیمہ کے گرد لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ جب دو ماہ کی مدت گزرنے کے بعد اگر محمد بیعت نہ کرے تو لکڑیوں کو آگ لگا دی جائے۔
یہ لوگ لکڑیاں جمع کرنے میں مصروف تھے کہ مختار کا پہلا دستہ ابو معمر کی سرکردگی میں پہنچ گیا۔ اور انہوں نے جناب محمد کے خیمہ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔
ابن زبیر انہیں دیکھ کر مطمئن ہو گیا کہ یہ ایک ہزار ہیں ان پر قابو پانا آسان ہے۔
ادھر جناب مختار کا لشکر جس وقفہ سے کوفہ سے چلتے تھے اسی وقفہ سے مکہ پہنچنے لگے۔
جب بارہواں سالار بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ وارد مکہ ہوا تو اب عبداللہ ابن زبیر اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔
جناب مختار کی فوج نے وہ تمام ایندھن جو محمد حنیفہ کو جلانے کی خاطر اکٹھا کیا گیا تھا دور ہٹایا۔ جناب محمد کا سلام کیا۔ مختار کی طرف سے لاکھوں آداب و

تسلیمات پیش کیں۔

اور اجازت جنگ مانگی۔

لیکن جناب محمد نے حرم خدا کے تقدس کے پیش نظر انہیں جنگ سے روک دیا۔

اور فرمایا۔

جو دین ہمارا جدا مجد لے کے آیا ہے اور جس دین پر ذریت رسول قربان ہو رہی ہے اسی دین کا حکم یہ ہے کہ بیت اللہ کی عزت و عظمت کو پامال نہ کیا جائے۔

امرائے لشکر نے جناب مختار کی طرف سے زور دینار بھی پیش کیے اور جناب محمد نے وہ سب مال قبول فرما کر تمام کا تمام اسی لشکر میں تقسیم کر دیا۔ اور انہیں دعائے خیر دی۔ اور تمام لشکر کو واپس جانے کا حکم دیا۔

جب لشکر کوفہ واپس چلا گیا۔ تو مصعب کو ساتھیوں نے کوفہ پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا۔

مصعب نے کہا۔ جب تک اہواز سے مجھے کمک نہیں پہنچ جاتی اس وقت تک میں کوفہ پر حملہ نہیں کروں گا۔

کچھ دنوں بعد مہلب ابن ابی صفرہ اہواز سے لشکر لے کر مصعب کے پاس پہنچ گیا۔ مصعب نے حجازی۔ بصری اور اہوازی لشکر کو جمع کر کے مرتب کیا اور کوفہ پر حملہ کی خاطر روانگی کا حکم دیا۔

جب مختار کو بصری لشکر کی اطلاع ملی تو آپ نے ابن شمیط کو تیس ہزار کا لشکر دے کر مصعب کے مقابلہ میں بھیجا۔ ابن شمیط نے راستہ میں مصعب سے

جنگ کی۔

لیکن مصعب کے پاس لشکر بے شمار تھا اس لیے ابن شمیط کامیاب نہ ہو سکا۔

ابن شمیط قتل ہو گیا۔ لشکر بھی کافی سے زیادہ کام آگیا۔

جناب مختار کو جب ابن شمیط کے متعلق معلوم ہوا تو اس نے خود مصعب کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

اپنا تمام لشکر جمع کیا اور مصعب کے مقابلہ کی خاطر چل پڑا۔ مصعب کا حوصلہ ابن شمیط کے قتل کے بعد بڑھ چکا تھا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے طبل جنگ بج گئے۔ اور جنگ شروع ہو گئی۔ صبح سے رات گئے تک جنگ جاری رہی۔

چونکہ مصعب کے پاس لشکر بہت زیادہ تھا۔ اس لیے جناب مختار کی پیش نہ گئی۔ مصعبی لشکر نے ہر طرف سے جناب مختار کو گھیر لیا۔ آپ کا کافی سے زیادہ لشکر کام آگیا۔ جناب مختار چھ ہزار کے بچے ہوئے لشکر کے ساتھ محصور ہو گئے۔

چالیس دن تک محاصرہ جاری رہا۔ جب پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ تو جناب مختار نے مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

اکثریت نے مشورہ دیا کہ ہمیں مصعب سے امان مانگ لینا چاہیے

جناب مختار نے فرمایا۔ اس وقت تمہیں دو اہم اسباب کی وجہ سے اماں نہیں ملے گی۔

ا۔ تم لوگوں نے کوفہ میں قاتلان حسینؑ کو چن چن کر قتل کیا ہے۔ اور تمہیں

Presented by www.ziaraat.com

معلوم ہے کہ قاتلان ذریت رسول کے ورثہ تمام کے تمام مصعب کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

اگر مصعب تمہیں امان دے گا بھی تو صرف تمہارے ہتھیار ڈال لینے تک تمہیں امان دے گا۔ جب تم ہتھیار ڈال دو گے پھر تمہیں ایک ایک کر کے ذبح کر دے گا۔

۲۔ اس وقت تم محصور ہو۔ اور چالیس دن کی محصوری کے بعد امان کی پیش کش بھی تمہاری طرف سے ہو گی ایسی امان قابل اعتماد نہیں ہوتی۔ مصعب کو معلوم ہے کہ اب تم صرف زندگی بچانا چاہتے ہو۔ اس لیے وہ تم سے وعدہ تو کرے گا۔ لیکن جب تم اس کے قبضہ میں آجاؤ گے تمہیں قتل کر دے گا۔

اگر تم لوگ مقابلہ میں ڈٹ جاؤ۔ تو بھی چونکہ تمہاری تعداد کم ہے۔ موت تمہارے سامنے ہے۔ گویا موت دونوں صورتوں میں تمہارے سامنے ہے۔ خواہ امان کی درخواست کرو۔ یا جنگ کرو۔ صرف اتنا فرق ہے کہ امان کی درخواست کے بعد جو موت آئے گی وہ ذلت کی موت ہو گی۔ اور میدان جنگ کی موت عزت کی موت ہو گی۔

جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں ذلت کی موت پر عزت کی موت کو ترجیح دوں گا۔

یہ کہہ کر جناب مختار نے ہتھیار لگائے اور فرمایا۔ جسے میرے ساتھ آنا ہو وہ آجائے۔

اکثریت اپنی جگہ بیٹھی رہی چند افراد جناب مختار کے ساتھ تیار ہوئے۔ سب

Presented by www.ziaraat.com

نے اپنا اپنا اسلحہ اٹھایا۔ اور میدان کربلا میں آ کر جنگ شروع کر دی۔ صبح سے عشاء تک یہ افراد برابر لڑتے رہے۔ جب تاریکی شب چھا گئی اس وقت جنگ ختم ہو گئی۔ دوسری صبح ایک شخص جناب مختار کا سر مصعب کے پاس لایا۔

مصعب نے دیگر محصورین پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ وہ تو چونکہ آمادہ جنگ ہی نہیں تھے اس لیے انتہائی کم وقت میں ان کا صفایا کر دیا گیا۔ مصعب نے فتح کا خط اور جناب مختار کا سر مکہ عبداللہ ابن زبیر کے پاس بھیج دیا۔

جب قاصد خط اور سر لایا اور آ کر بڑی لمبی لمبی مبارکبادیاں پیش کیں تو عبداللہ نے پوچھا۔

اتنی طویل مبارکبادیوں سے تیرا مقصد کیا ہے

قاصد نے کہا۔

حضور! میں انعام کی خواہش رکھتا ہوں۔

عبداللہ نے کہا۔ یہی سر جو تو میرے پاس لایا ہے۔ جا تجھے مبارک ہو تیرا انعام ہے۔

مورخین کے بقول عبداللہ ابن زبیر حد درجہ بخیل تھا۔ اور اسی بخل ہی کی وجہ سے حاصل کردہ اقتدار کھو بیٹھا تھا۔

جب جناب مختار شہید ہو گئے اور حجاز کے ساتھ عراق بھی ابن زبیر کی حکومت میں شامل ہو گیا۔ تو عبداللہ نے ایک مرتبہ جناب محمد کو بیعت کے لیے تنگ کرنا شروع کر دیا۔

بالآخر ابن زبیر نے جناب محمد سے کہا۔

یا بیعت کر لو۔ اور یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

Presented by www.ziaraat.com

یہ سنکر جناب محمد نے اپنے تمام ساتھیوں کو حکم دیا۔ کہ چونکہ میں جنگ نہیں کروں گا اس لیے آپ تمام لوگ یہاں سے چلے جائیں ۔ایک تو آپ لوگوں کی جان بچ جائے گی اور دوسرا ابن زبیر کے دل سے بھی میری طرف سے خطرہ ٹل جائے گا۔

ممکن ہے تم لوگوں کے چلے جانے کے بعد ابن زبیر بیعت کا اصرار چھوڑ دے۔

جب آپ کے تمام ساتھی چلے گئے۔ اس کے بعد آپ کو عبد الملک ابن مروان کی طرف سے شام آنے کی دعوت ملی۔ اس دعوت میں عبد الملک نے اپنی طرف سے ہر ممکن تعاون کی پیش کش کی تھی۔ جناب محمد عبد الملک کی دعوت پر سوئے دمشق روانہ ہو گئے۔ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ آپ کو اطلاع ملی کہ عبد الملک نے عمرو ابن سعید اشدق کو بھی بلایا تھا۔ اور پھر دھوکے سے اسے قتل کر دیا ہے۔ یہ سنکر جناب محمد نے عبد الملک کے پاس جانے کا ارادہ ترک دیا۔ اور نواحی شام ہی میں ٹھہر گئے۔

فرزند امیر المومنین ہونے کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت بڑھ گئی۔ جب عبد الملک کو اطلاع ملی تو اس نے پھر خط بھیجا کہ اگر آپ میری بیعت نہیں کرتے تو پھر آپ کے لیے میری حدود مملکت میں رہنا خالی از خطرہ نہیں ہو گا۔ اور میں کسی قسم کی ضمانت نہیں دے سکتا۔

یہ خط پڑھ کر جناب محمد نے وہاں سے کوچ کیا۔ واپس مکہ آئے۔ اور شعب ابی طالب میں سکونت اختیار کر لی۔ جب ابن زبیر کو اطلاع ملی تو اس نے خط بھیجا کہ۔ مکہ میں میری حکومت ہے اور جو شخص میری بیعت نہیں کرتا۔ وہ میری حدود مملکت

Presented by www.ziaraat.com

میں نہیں رہ سکتا۔ یا آپ میری بیعت کریں اور یا میری حکومت کے حدود سے نکل جائیں۔

جب شیعیان آل محمد کو ابن زبیر کے اس خط کا علم ہوا تو تمام جناب محمد کے پاس جمع ہو گئے اور ان سے ابن زبیر کے ساتھ جنگ کی اجازت مانگی۔

جناب محمد نے فرمایا۔

اگر ہمیں دین کا تحفظ مقصود نہ ہوتا تو ہم یقیناً تمہاری اس خواہش کو پورا کرتے۔ لیکن ہماری نگاہ میں دین ہماری ذات سے زیادہ اہم ہے۔ ہم آل محمد کی طرف سے کبھی دین کے تقدس کو پامال کرنے کی ایک بات بھی نہ ہوگی۔ بیت اللہ کا تقدس بہر صورت اہم ہے آپ لوگ اپنے اپنے گھروں میں واپس چلے جائیں پھر۔

پھر آپ نے تجدید وضو کیا۔ بیت اللہ میں آئے مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی۔

اور بارگاہ خالق میں یوں عرض پیرا ہوئے

اللھم البس	اے اللہ۔ عبد اللہ ابن زبیر
عبد اللہ ابن	اور اس کے جملہ معاونین
الزبیر و اعوانہ	کو خوف اور ذلت کا لباس
لباس الذل والخوف	پہنا۔ اور ان پر ایسے شخص
وسلط علیہم من یتصف	کو مسلط فرما جو جنگجوئی
بشدۃ الباس وقسوۃ	اور سنگ دلی میں معروف
القلب۔	ہو۔

وہاں سے اٹھے۔ شعب ابی طالب میں آئے۔ سامان سفر لیا اور طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔

حجاج ابن یوسف کے عبداللہ ابن زبیر کا محاصرہ کرنے تک طائف ہی میں رہے۔

اور وہیں انتقال فرمایا۔

Presented by www.ziaraat.com

مجلس

جناب رباب

جب جناب سجاد روضہ رسولؐ کے سلام سے فارغ ہو کر اپنے گھر تشریف لائے تو ویرانی کا عجب منظر تھا۔

ثانیہ زہرا نے جب اپنے بھائی کا اجڑا ہوا گھر اور ویران صحن دیکھا تو بند دروازہ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ مرثیہ کہا۔

این الذین حین ارضعوا ناغاہ فی المھد جبرائیل	وہ کہاں گیا جسے وقت شیر خوارگی جبریل لوری سناتا تھا؟
این الذی حسین غمدوہ قبلہ احمد الرسول۔	وہ کہاں ہے جب پہلے کپڑے میں لپیٹا گیا تو احمد نبیؐ نے اس کے بوسے لیے۔؟
این الذی جدہ النبی وامہ فاطمۃ البتول۔	وہ کہاں ہے جس کا نانا نبیؐ تھا۔ اور جس کی ماں فاطمہ بتول تھیں

Presented by www.ziaraat.com

جب بنت زہرا نے قبرِ بنی ہاشم کے گھر کی طرف نظر کی تو وہاں جناب ام البنین اور جناب عباس کے ایک کمسن فرزند کے سوا کوئی نظر نہ آیا۔ ایک مرتبہ پھر زخم ہرے ہو گئے۔ اور وہیں روتے روتے زمین پر بیٹھ گئیں۔

جناب عقیل کی اولاد کے گھر کا تو یہ عالم تھا کہ اموی حکمرانوں نے اسے زمین بوس کر دیا تھا۔

جناب رباب جب اپنے گھر میں داخل ہوئیں تو دائیں بائیں دیکھا اور فرش زمین پر بیٹھ کر ماتم شبیر کرنا شروع کر دیا۔

جناب صادق آل محمدؐ سے مروی ہے کہ مادرِ اصغر جناب رباب اتنا روئیں اور اتنا ماتم کیا کہ آپ کی آنکھوں کا پانی خشک ہو گیا۔ صبح سے لے کر شام تک خواتین مدینہ آتیں اور باری باری ایک ایک بی بی کو جا کر پرسہ دیتیں سب سے آخر میں جناب رباب کے گھر آئیں جناب رباب کے دردناک بین سن سن کر تمام مستورات اور کنیزیں گریہ کر کر کے غش کھا جائیں۔ کبھی جناب رباب علی اصغر کی کمسنی کا مرثیہ پڑھیں کبھی کمسن سکینہ کی شام میں وفات اور تنہا قبر پر مرثیہ پڑھتیں اور کبھی مظلومیت امام حسین کا مرثیہ کہیں۔

ایک دن اس مخدرہ نے دیکھا کہ ایک کنیز کی آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

بی بی نے اس سے پوچھا۔

تو بھی رہتی تو ہمارے ساتھ ہے اور جس طرح ہم نے کبھی کچھ نہیں کھایا تو تو نے بھی کبھی نہیں کھایا۔

پھر تیری آنکھ سے آنسو کیسے بہہ رہے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

کنیز نے عرض کیا۔
کہ آج صبح بھوک نے اتنا زیادہ مجبور کیا کہ میں نے دو گھونٹ ستو کے پی لیے ہیں۔
جناب رباب نے اسی وقت حکم دیا کہ جا اور میرے لیے بھی ستو بنا کے لے آ۔
کنیز جلدی سے گئی اور ستو بنا کے لائی۔
جناب رباب نے ستو کا پیالہ ہاتھ میں لیا۔ کربلا کی طرف رخ کیا اور امام حسینؑ کو مخاطب کر کے کہا۔

انما ارید بذلك	اے فرزند زہراؑ گواہ رہنا ستو
ان اتقوی علی	صرف اس لیے پی رہی ہوں کہ
البکاء علیك یا ابا	تیرے غم میں زیادہ سے زیادہ
عبد الله۔	آنسو بہا سکوں۔

مضمون مہمر کے مطابق جناب ام رباب شام سے واپس آنے کے بعد ایک برس تک زندہ رہیں۔ اشراف عرب نے بی بی سے خواستگاری کی۔ لیکن بی بی نے ہر ایک کو ایک ہی جواب دیا۔

ما کنت لا تخذ حموا بعد	نبی کریمؐ کے سسر ہونے کے بعد
ما کان حموی رسول الله	اور کسی کو سسر بنانے پر میں تیار
فان ذلك من الجفاء لامن	نہیں کیونکہ یہ وفا نہیں ظلم ہے
لوازم الوفاء و لست باهل	اور میں اگرچہ کماحقہ وفادار نہ سہی
جفا ان لم اکن صاحبة وفاء۔	لیکن ظالموں سے تو بہر طور نہیں ہوں

Presented by www.ziaraat.com

جناب رباب کے اس عزاداری سے دیگر بنات حیدر کرار کی عزاداری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

جناب صادق آل محمدؑ فرماتے تھے۔ ہماری کسی بھی مستور نے نہ کبھی خضاب کیا۔ نہ سر میں تیل ڈالا۔ نہ آنکھ میں سرمہ لگایا اور نہ بالوں میں کنگھی کی۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک رہا جب تک ابن زیاد کا سر نہ آیا۔ لیکن ابن زیاد کے سر کے بعد بھی ہمارا غم کم نہ ہو سکا۔

Presented by www.ziaraat.com

مجلس

امام سجادؑ

بحار کے مطابق جناب صادق آل محمدؐ سے مروی ہے کہ تاریخ عالم میں رونے والے پانچ ہیں۔

۱۔ حضرت آدمؑ۔

فراق جنت میں اتنا روئے کہ آپ کے رخساروں پر آنسوؤں سے نالیاں بن گئیں۔

۲۔ حضرت یعقوبؑ۔

فراق یوسف میں اس قدر روئے کہ کمر خمیدہ ہو گئی اور آنکھوں کی بصارت زائل ہو گئی۔

۳۔ حضرت یوسفؑ

اپنے والد کے فراق میں اس قدر روئے کہ اہل زندان بھی تنگ آ گئے۔ اور انہوں نے رات اور دن میں رونے کا کوئی وقت چن لینے کو کہا۔

Presented by www.ziaraat.com

۴۔ جناب زہراؑ
رسول کونین کے فراق میں اس قدر روئیں کہ اہل مدینہ نے رونے کے لیے دن یا رات میں سے کوئی ایک وقت مقرر کرنے کی درخواست کی۔

۵۔ جناب سجادؑ۔
۳۵ برس شہدائے کربلا پر روتے اور اس طرح روتے کہ جب بھی آپ کے سامنے کھانا لایا جاتا تو کربلا کی طرف رخ کر کے فرماتے۔

اہ یا ابا عبد اللہ قتلت جائعًا — اے فرزند رسول آپ بھوکے شہید ہوئے۔

اس کے بعد روتے روتے ہچکی بندھ جاتی اور کھانے کو ہاتھ تک نہ لگاتے۔ جب پانی سامنے لایا جاتا پانی کو دیکھتے ہی بے ساختہ دھاڑیں مار کر کہتے۔

اہ یا ابا عبد اللہ قتلت عطشانا۔ — ہائے بابا آپ پیاسے شہید ہوئے۔ پھر روتے روتے غش کھا جاتے اور پانی نہ پیتے۔

ایک دن غلام نے عرض کیا۔ آقا! آپ کھانے اور پانی کو دیکھ کر روتے جاتے ہیں نہ کھانا کھاتے ہیں نہ پانی پیتے ہیں۔ اس طرح تو آپ کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے گی۔

آپ نے فرمایا۔
تجھے معلوم ہے کہ یعقوب کے بارہ بیٹوں میں سے صرف ایک بیٹا گم ہوا تھا یعقوب کو معلوم تھا کہ یوسف زندہ ہے لیکن فراق یوسف میں روتے روتے آپ کا

Presented by www.ziaraat.com

سر سفید ہو گیا۔ کمر جھک گئی۔ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ جب کہ میں نے اپنے بابا اپنے بھائی اور سترہ دوسرے ایسے نوجوانوں کو تین دن کا بھوکا اور پیاسا خاک و خون میں غلطاں بے گور و کفن دیکھا ہے بھلا میں کس طرح کھانا کھا سکتا ہوں۔ یا پانی پی سکتا ہوں۔ یا میرا غم کس طرح کم ہو سکتا ہے؟

وا اباہ ا اکل و قتل ابو عبد اللہ جائعاً۔	ہائے بابا میں کیسے کھا سکتا ہوں جب کہ آپ بھوکے شہید ہوئے۔
وا اباہ ء اشرب وقتل ابو عبد اللہ عطشانا۔	ہائے بابا میں کیسے پانی پی سکتا ہوں جب کہ آپ پیاسے شہید ہوئے۔

عبادت امام سجاد:۔

گریہ کے علاوہ جناب سجاد اپنے زمانہ میں روئے ارض کے عبادت گزاروں میں زیادہ عابد و زاہد تھے۔

مناقب شہر آشوب کے مطابق جناب فاطمہ بنت علی جناب جابر ابن عبداللہ انصاری کے پاس تشریف لائیں۔

اور فرمایا۔

اے صحابی رسول کریم! آپ کو معلوم ہے کہ ہم اہل بیت کا آپ پر حق ہے۔

جابر نے عرض کیا۔ میری جان! آپ اہل بیت پر قربان ہو جاتے۔ میں اچھی

طرح جانتا ہوں۔ آپ حکم فرمائیں۔

بی بی نے فرمایا۔

جابر میری خواہش ہے کہ آپ امام سجاد کو کثرت عبادت سے روکیں۔ باپ اور بھائی کے غم میں گریہ نے بدن سجاد میں کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ نہ کچھ کھاتا ہے۔ نہ پیتا ہے کھانے اور پانی کو دیکھتے ہی رو دیتا ہے اور بعض اوقات تو روتے روتے غش بھی کھا جاتا ہے۔

جناب جابر امام سجاد کے پاس آئے تو آپ مصلائے عبادت پر مصروف نوافل تھے۔

جابر نے سلام کیا اور پہلو میں بیٹھ گیا۔

امام سجاد نے جواب سلام کے بعد فرمایا۔ اے محترم اصحابی رسول کیسے تشریف آوری ہوئی۔

جناب جابر نے عرض کیا۔

قبلہ! میں تو صرف یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ۔ آپ معصوم ہیں۔ آپ کی محبت باعث جنت اور آپ کی عداوت موجب جہنم ہے۔ آپ کافی کمزور ہیں۔ سفر عراق و شام نے آپ کے جسم پر گوشت نہیں چھوڑا۔ تا حال آپ کے ان زخموں سے خون رس رہا ہے۔ مدینہ واپسی کے بعد آپ مسلسل مصروف عزاداری رہتے ہیں اگر عبادت کو کچھ کم کر دیں تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔

آپ نے ایک طویل سرد آہ بھری اور فرمایا۔ آپ کو معلوم ہے جس ہستی کے صدقہ میں معصوم ہوں وہ کس قدر عبادت کیا کرتے تھے۔ میرے نانا کی عبادت کے مقابلہ میں میری عبادت تو کچھ بھی نہیں۔ آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں مجھے اپنے

Presented by www.ziaraat.com

جدامجد امیرالمومنین اور جد بزرگوار سلطان انبیاء کے نقش قدم پر چلنے دیں۔ اگر میں ان سے بڑھ کر عبادت خالق نہ کرسکوں تو کم از کم ان جتنی تو کر دوں۔

مناقب شہر آشوب میں امام صادق سے مروی ہے کہ۔ جب امام سجاد سجدہ میں سر رکھتے تھے تو اس وقت تک سر نہیں اٹھاتے تھے جب تک جبین مبین عرق آلود نہیں ہو جاتی تھی۔

امام محمد باقر سے مروی ہے کہ۔

فرزند حسینؑ میرے والد بزرگوار روزانہ ایک ہزار رکعت نوافل پڑھا کرتے تھے۔ آپ کا ایک باغ تھا جس میں پانچ سو کھجور کا درخت تھا آپ ہر کھجور کے پاس کھڑے ہو کر دو رکعت نوافل پڑھتے تھے۔ جب آپ تکبیرۃ الاحرام کہتے تھے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ اور جسم شاخ بید کی مانند لرزنے لگتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ کا ایک بچہ کنوئیں میں گر گیا۔ آپ مصروف عبادت تھے۔ تمام گھر والے گریہ اور شوروغل میں مصروف ہو گئے۔

آپ اطمینان سے مصروف عبادت رہے جب فارغ ہوئے تو آپ کو اطلاع دی گئی۔ آپ انتہائی اطمینان سے کنوئیں کے قریب آئے اور پانی کو مخاطب کر کے فرمایا۔

مجھے میری امانت واپس کر دے۔ کنوئیں کا پانی بلند ہوا۔ آپ نے اپنے بچے کو سطح آب سے اٹھا لیا۔

Presented by www.ziaraat.com

آپ کی یتیم پروری :-

حلیتہ میں محمد ابن اسحاق سے مروی ہے کہ آپ بے سہارا بیوا ؤں اور یتیم بچوں کے لیے رات کی تاریکی میں ضروریات زندگی لے جاتے اور نام بتائے بغیر ان کے حوالہ کر دیتے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ آپ پشت مبارک پر کچھ اٹھائے کہاں جاتے ہیں۔ آپ کے پیچھے ہو لیا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے بے سہارا بیواؤں اور یتیم بچوں کو دروازوں پر آپ کے انتظار میں کھڑا پایا۔ جب بچوں نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو خوشی سے پھول گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

دیکھو وہ گٹھڑی والا۔ آگیا ہے۔

امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ مدینہ کی بے واؤں اور یتیموں کو آپکی شہادت کے بعد پتہ چلا کہ رات کی تاریکی میں منہ لپیٹ کر ہماری خبر گیری کرنے والا اسیر شام ہی تھا۔

آپ پشت مبارک پر گٹھری اٹھا کر مدینہ کی گلیوں میں آتے دروازہ کھٹکھٹاتے جب اندر سے کوئی دروازہ پر آتا تو خاموشی سے اس کی ضرورت کا کھانا اسے دیکر آگے بڑھ جاتے۔

سفیان ابن عینیہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات آپ کو کچھ آٹا اور دیگر کھانے کا سامان اٹھاتے دیکھا تو پوچھا۔

قبلہ رات کے اس وقت کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟

Presented by www.ziaraat.com

آپ نے فرمایا۔ خیال ہے ایک دور دراز کے سفر کا۔ اسی کے لیے سامان تیار کر رہا ہوں۔

کچھ دن بعد میں نے آپ کو دیکھا آپ مدینہ ہی میں تھے۔ میں نے عرض کیا قبلہ آپ تو کسی لمبے سفر کا فرما رہے تھے۔

آپ نے فرمایا۔

ہاں سفیان! سفر کا کہا تھا۔

لیکن جس سفر کا تو نے سمجھا ہے میں اس سفر کی بات نہیں کر رہا تھا میں نے سفر آخرت کے سلسلہ میں تجھے بتایا تھا۔

امام باقرؑ سے مروی ہے کہ مدینہ میں سو گھر ایسا تھا جس میں آپ روزانہ کھانا پہنچاتے تھے۔ اور وہ آپ کو نہیں جانتے تھے کہ کون ہیں۔ آپ کی شہادت کے بعد ان سو گھروں کو پتہ چلا کہ ہمیں کھلانے والا فرزند حسینؑ ہی تھا۔

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ امام سجادؑ کو انگور بہت پسند تھے ایک مرتبہ آپ کا ایک عقیدت مند آپ کے لیے انگور خرید کر لایا وہ بھی آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے تناول فرمانے کی خاطر ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایک سائل نے آ کر سوال کیا۔

آپ نے وہ تمام انگور اٹھائے اور عقیدت مند سے کہا۔ اسے دے دو۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ چند دانے اسے دے دیتے ہیں۔ بقیہ آپ تناول فرمالیں۔

آپ نے فرمایا۔

نہیں یہ سب اٹھا کے اسی کو دے دو۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسرے دن وہی عقیدت مند پھر انگور لے کر آیا۔ جب آپ کھانے بیٹھے پھر سائل آگیا۔

آپ نے پھر تمام انگور اٹھا کر سائل کو دینے کا حکم دیا۔

تیسرے دن پھر وہی عقیدت مند انگور لے کے آیا۔ جب آپ کے سامنے رکھے تو آپ نے کچھ دیر انتظار فرمایا۔ پھر انگور تناول فرماتے۔ اور عقیدت مند سے فرمایا۔

آج ہمارا ہی حصہ تھے۔

امام سجاد کا حج اور روزہ:۔

آپ نے پوری زندگی دن کے روزوں میں گزار دی۔ آپ نے بیس حج ناقہ پر سوار ہو کر کیے اور مدینہ سے مکہ تک کے پورے سفر میں کبھی آپ نے ناقہ کو ایک چابک تک نہیں مارا۔

عبداللہ ابن مبارک سے مروی ہے کہ ایک سال میں حج پر جا رہا تھا۔ کہ میں نے راستہ میں ایک بچہ کو دیکھا جو سات یا آٹھ برس کے لگ بھگ ہوگا۔ اور اس کے پاس کوئی زاد راہ نہ تھا۔

میں نے پوچھا۔

بچے! یہ صحرا تو نے کس کے ساتھ طے کیا ہے؟

اس نے جواب دیا۔ ایک اور نیک ذات کے ساتھ۔

یہ جواب سنکر اس کی عظمت میرے دل میں بڑھ گئی۔

میں نے پوچھا۔ تیری سواری اور راہ زاد کہاں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اسس نے جواب دیا۔ میرا زادِ راہ تقویٰ ہے۔ سواری میری ٹانگیں ہیں اور میرا مقصود میرا آقا ہے۔

میں نے کہا آپ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس نے کہا۔ بنی عبدالمطلب سے ہوں۔

میں نے کہا۔ بنی عبدالمطلب میں سے کس خاندان سے ہے؟

اس نے کہا۔ بنی ہاشم سے۔

میں نے کہا۔ بنی ہاشم میں سے کس خاندان سے ہے؟

اس نے کہا۔ بنی علیؑ سے۔

میں نے کہا۔ بنی علی میں سے فاطمی ہے؟

اس نے کہا۔ ہاں فاطمی ہوں۔

میں نے پوچھا۔ کیا کبھی شعر بھی کہے ہیں؟

اس نے کہا۔ کبھی کبھی کہہ لیتا ہوں۔

میں نے کہا۔

اگر مہربانی فرما سکیں تو چند اشعار مجھے بھی سنا دیں۔

اسس نے کہا۔

نحن علی الحوض ذوادہ نذود ونسقی ورادہ

ہم حوض کوثر کے نگران ہوں گے۔ ہم ہی حوض کوثر پر آنے والوں کو سیراب بھی کریں گے۔ اور کچھ کو دور بھی بھگائیں گے۔

وما فاز من فاز الا بنا ‏ ‏ ‏ ‏ وما خاب من حبنا زاده

جو بھی کامیاب ہوگا وہ ہماری بدولت کامیاب ہوگا اور جس کا زادِ آخرت ہماری محبت ہوگی وہ کبھی ناکام نہیں ہوگا۔

ومن سرنا نال منا السرور ‏ ‏ ‏ ‏ ومن سائنا ساء میلاده

جس نے ہمیں خوش کیا وہ ہم سے بھی خوشی ہی حاصل کرے گا ہمیں وہی اذیت دے گا جس کی ولادت بری ہوگی۔

ومن کان غاصبًا حقنا ‏ ‏ ‏ ‏ فیوم القیامة میعاده

جو شخص ہمارے حق کا غاصب ہوگا۔ قیامت کے دن اس کا فیصلہ ہوگا۔

❊ ❊ ❊

Presented by www.ziaraat.com

یزید بنام عبداللہ ابن عباس

شہادت فرزند رسول کے بعد اہل مدینہ نے یزید سے قطع تعلق کرلیا تھا۔ اور یزید کی طرف سے آنے والے احکام کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے البتہ یزید کی مخالفت بھی نہیں کرتے تھے۔

یزید صرف اسی خاموشی پر راضی نہ تھا۔ یزید کی یہ خواہش تھی کہ جس طرح اہل شام میرے متعلق عقیدت رکھتے ہیں اور جس طرح میری اطاعت کرتے ہیں۔ اہل مدینہ بھی انہی کی طرح میری عقیدت کا دم بھریں اور میری اطاعت کو فخر سمجھیں۔

علامہ مجلسی نے بحار میں نقل کیا ہے کہ شہادت نواسہ رسول کے بعد جب ابن زبیر نے دعوئے خلافت کیا اور عبداللہ ابن عباس کو دعوت بیعت دی تو جناب ابن عباس نے بیعت ابن زبیر سے انکار کردیا۔ جب یزید کو اس انکار کی اطلاع ملی تو یزید یہ سمجھا کہ ابن عباس کا ابن زبیر کی بیعت سے انکار کا مطلب یہ ہے کہ وہ میری بیعت پسند کرتا ہے۔ چنانچہ یزید نے جناب ابن عباس کو

Presented by www.ziaraat.com

حسب ذیل خط لکھا۔

اما بعد۔ فقد بلغني ان الملحد ابن زبير دعاك الى بيعته والدخول في طاعته لتكون له على الباطل ظهيراً وفى الماثم شريكا وانك اعتصمت ببيعتنا وفاء منك لنا وطاعة الله لما عرفك من حقنا۔ فجزاك الله عن ذي رحم ما يجزي الواصلين بارحامهم الموفين بعهودهم فما انسى من الاشياء فلا انسى تعجيل صلتك بالذي انت لا هل من القرابة

مجھے اطلاع ملی ہے کہ کافر ابن زبیر نے تجھے اپنی بیعت کی دعوت دی ہے اور تجھے اپنے حلقہ اطاعت میں جانے کو کہا ہے۔ تاکہ تو باطل میں اس کا معاون اور اس کے گناہوں میں اس کا شریک ہو جائے۔ مگر تو ہماری بیعت پر برقرار رہا۔ یہ آپ کی ہم سے وفا ہے اور اللہ نے آپ کو ہمارے حق کی جو معرفت دی ہے اس سے وفا ہے اللہ آپ کو وہی جزائے خیر دے۔ جو صلہ رحمی کرنے والے ایسے افراد کو دیتا ہے جو اپنے عہد پر قائم رہتا ہے۔ مجھے یہ بات کبھی نہ بھولے گی۔ اور نہ میں بھی آپ کے حقوق کی ادائیگی اور اس صلہ رحمی میں کوتاہی نہیں

من الرسول فانظر من طلع عليك من الافاق ممن سحرهم ابن الزبير بلسانه وزخرف قوله فاعلمهم برايك فانهم منك اسمع ولك اطوع من المارق۔

کروں گا۔ جو آپ کو قرابت رسول کے سبب سے حاصل ہے۔ اطراف و نواح سے ایسے افراد جنہیں ابن زبیر اپنے جادو اور ملمع کردہ باتوں سے گمراہ کر رہا ہے ان پر آپ نظر رکھیں انہیں حقیقت حال سے آگاہ رکھیں کیونکہ اس دشمن دین کی نسبت لوگ آپ کی بات سننے اور ماننے میں زیادہ توجہ دیتے ہیں۔

جناب ابن عباس نے جواب میں یزید کو حسب ذیل خط لکھا۔

اما بعد فقد جاءني كتابك تذكر دعاء ابن الزبير اياي الى بيعته والدخول في طاعته فان يكن ذلك كذلك فاني والله ما ارجو بذلك برك وتعجيل صلتك فاني

تیرا خط موصول ہوا ہے جس میں تو نے ابن زبیر کی مجھے دعوت دینے اور اس کے حلقہ اطاعت میں داخل ہونے کا ذکر کیا ہے اگر ایسا ہوا تو تو یقین رکھ۔ بخدا! یہ اس لیے نہیں ہوگا میں تیری خوشنودی اور تیری طرف سے آنے والے وظائف

Presented by www.ziaraat.com

حابس عنك ودی
فلعمری ما توتینا
مما لنا قبلك من
حقنا الا الیسیر و
انك لتحبس عنا
منه العریض
الطویل وسألت
ان احث الناس
الیك و ان
اخذلهم من
ابن الزبیر
من ولاد ولا
سروراً ولا حیاء
ان تستنصرنی وتك
وتخشنی علی ودك
وقد قتلت حسینا
وفتیان عبدالمطلب
مصابیح الهدی و
نجوم الاعلام غادرتهم
خیولك بامرك فی

کے حصول کی خاطر ہوگا مجھے
تجھ سے کوئی محبت نہیں ہے
بخدا! تجھے اچھی طرح معلوم ہے
کہ ہمارے جو حقوق ہیں تو نے
کبھی پورے ادا نہیں کیے بلکہ
ہمارے حقوق کا زیادہ اور بڑا
حصہ تو نے روک رکھا ہے۔ تو
نے درخواست کی ہے کہ میں
لوگوں کو ابن زبیر سے متنفر کروں
اور تیری طرف مائل کروں۔ نہ تو
یہ محبت ہوگی۔ نہ میری خوشی ہے
اور ایسا کہتے ہوئے تجھے حیا
بھی نہیں آئی۔ تو مجھ سے مدد
مانگتا ہے۔ مجھے اپنی محبت پر
مائل کرتا ہے۔ حالانکہ تو نے
فرزند رسول اور ایسے ہاشمی
جوانوں کو قتل کیا ہے۔ جو
ہدایت کے چراغ اور ستاروں
کی درخشندگی تھے۔
تیرے حکم سے تیرے گھوڑوں

Presented by www.ziaraat.com

صعید واحد مرملین
بالدماء سلوبین
بالعراء لامکفنین
ولا لوسعدین
تسفی علیهم الریاح
حتی اتاح الله
بقوم لم یشرکوا
فی دمائهم کفنوهم
وجلست مجلسك
الذی جلست
فی انسی من
الاشیاء ۔ اطرادك
حسینا من حرم
رسول الله الی حرم
الله وتسییرك الیه
الرجال لتقتله فی
الحرام فما زلت
بذلك وعلی ذلك حتی
اشخصته من مكة
الی العراق فخرج

انہیں مٹی میں ملا دیا۔ جو اپنے
خون میں غلطاں تھے۔ ان کے
جسم پر سے کپڑے اتار لیے گئے
انہیں کفن نہیں دیا گیا۔ اور نہ
ہی دفن کیا گیا۔ ریگ صحرا ان کے
جسموں کو چھپاتی رہی۔ پھر اللہ
نے ایسی قوم کو ان کے دفن پر
آمادہ کیا جو ان کے خون میں شریک
نہ تھے۔ پھر تو اپنے دربار میں
مزے سے بیٹھ گیا۔ میں بھی تیری
ایک ایک چیز کو نہیں بھول سکوں
گا۔ تو نے فرزند رسول کو حرم
رسول چھوڑ کر حرم خدا میں پناہ
لینے پر مجبور کیا۔ پھر وہاں تو
نے اپنے آدمی بھیجے تاکہ اسے
حرم خدا میں شہید کر ڈالیں تو
مسلسل اسی فکر میں رہا حتی کہ
تو نے اسے مکہ چھوڑنے پر
مجبور کر دیا۔ وہ وہاں سے خوفزدہ
ہو کر جانب عراق روانہ ہوا۔

Presented by www.ziaraat.com

خائفا يترقب نزلزلت	تیری اللہ، رسول اور آل رسول
به خيلك عداوة	سے عداوت کے نتیجہ میں تیرے لشکر
منك لله ولرسوله	وہاں پہنچ گئے۔ حالانکہ یہ وہ
ولاهل بيته الذين	اہل بیت تھے جن سے اللہ
اذهب الله عنهم	نے رجس دور کیا اور انہیں اس
الرجس وطهرهم	طرح پاک رکھا جس طرح پاک
تطهيرًا اولئك	رکھنے کا حق ہے۔ وہ تیرے
لا كآبائك الجلاف	گندے۔ ظالم۔ اور گناہوں سے
الجفاة اكبا والحمير	جگر کے حامل آباء کی مانند نہیں
فطلب اليكم الموادعة	تھے۔ پھر اس نے تم سے صلح
وسئلكم الرجعة	کرنا چاہی۔ واپس مدینہ آنے کی
فاغتنمتم قلة	اجازت مانگی۔ لیکن تم نے دیکھا کہ
انصاره واستيصال	اس کے ساتھی کم ہیں۔ ان لیے
اهل بيته كلا يتي	تم فرزند رسول اور اس کے اہلبیت
اعجب عندی	کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تل
طلبستك ودی وقد	گئے۔ مجھے تعجب ہے کہ تو
قتلت ولد الی	مجھے محبت کی درخواست کرتا
وسيفك يقطر من	ہے۔ حالانکہ تو میرے باپ کے
دمی وانت احد ثاری	بیٹوں کا قاتل ہے تیری تلوار
فانشاء الله لا يطل	سے میرا خون ٹپک رہا ہے

Presented by www.ziaraat.com

لديك دمي ولا نسبقني	تو میرا انتقام ہے۔ انشاء اللہ
بثاري وان سبقتني	میرا خون تجھے ہضم نہیں ہوگا۔ اور
في الذين فقبل ذلك	میرا ہاتھ تجھ تک پہنچ جائے
ماقتل النبيون	گا۔ اگر تیری موت پہلے آ بھی
وآل النبيين	جائے تو کوئی فرق نہیں پڑے
فيطلب الله بدمائهم	گا۔ کیونکہ قبل ازیں بھی انبیاء
فكفى بالله للمظلومين	اور اولاد انبیاء کو شہید کیا گیا
ناصرا ومن الظالمين	ہے۔ جن کا انتقام خود اللہ
فتقما فلا يعجبك	نے لیا ہے۔ مظلومین کی نصرت
ان ظفرت بنا اليوم	اور ظالمین سے انتقام کے لیے
منتظفرن بك يوما	اللہ ہی کافی ہے۔
وذكرت وفائي	تو اس بات پر خوش نہ ہو کہ
وما ذكرني	تو آج فاتح ہے۔ ایک دن
من حقك	آئے گا جب ہمارا ہاتھ تیرے
فان يك ذلك	گریبان میں ہوگا۔ جہاں تک
كن موك فهويتي	تیری اس بات کا تعلق ہے کہ
لا اريد ذكره	میں تیرا وفادار رہا ہوں اور
وما عسى ان	میں نے تیری بیعت کر لی تھی
اعجب حملك	تو یہ ایسی بات ہے جسے میں
نبات عبد المطلب	یہاں ذکر کرنا نہیں چاہتا میں

Presented by www.ziaraat.com

واطفالا صغاراً	کب تیرا یہ کام بھول سکتا ہوں
من ولده	کہ تو نے عبدالمطلب زادیوں
الیک بالشام	اور کم سن بچوں کو پابندرسن
کالسبی اعجلو	کر کے مجرم قیدیوں کی طرح
بین و تری	شام میں بلایا۔
الناس انک	تو لوگوں کو یہ دکھا تا رہا کہ تو
قهرتنا و انت	فاتح ہے۔
تمن علینا و بنا	تو احسان جتلا تا رہا ہے حالانکہ
من الله علیک	اللہ نے ہماری وجہ سے تجھ پر
والله ما انا بالسین	احسان کیا ہے۔
من بعد قتلک	بخدا اتیرے فرزند رسول کو قتل
ولد رسول الله	کرنے کے بعد میں اللہ سے
ان یاخذک	قطعاً مایوس نہیں ہوں کہ وہ
اخذا ایما و	تجھے انتہائی دردناک انداز میں
یخرجک من	گرفت میں لے گا اور تجھے ذلیل
الدنیا مذموماً	کر کے دنیا سے خارج کرے گا
مدحوراً فعش	جتنی طاقت ہے زندہ رہ لے
لا ابالک ما استطعت	بخدا تیری زندگی کا ہر سانس
فقد والله ازدوت	تیرے بوجھ میں اضافہ کرے
عند الله اصعافاً اقترفت	گا۔ اور تیرا ہر لمحہ گناہ آلود

Presented by www.ziaraat.com

ماتماً۔	ہوگا۔
والسلام علی من اتبع الھدیٰ ۔	جو بھی تابع ہدایت ہو اس پر سلام۔

واقعہ حرہ :۔

یا۔

تاراجی مدینہ :۔

شہادت مظلوم کربلا کے بعد عرب کے اطراف نواح سے یزید کے پاس وفد آنے لگے جو اسے قتل فرزند رسول پر ملامت کرتے تھے ان وفود میں مدینہ کا وفد بھی تھا۔ اس وفد کا قائد غسیل ملائکہ جناب حنظلہ کا بیٹا عبداللہ تھا۔

جو بھی دربار یزید میں جاتا تھا وہ وہاں اسلام کی حالت دیکھتا تھا۔ خلیفہ امت کھلے عام شراب پی رہا ہے، شطرنج کھیل رہا ہے، رقص و سرود کی محفل موسیقی گرم ہے، ہر وفد یہ دیکھ کر واپس آکر اپنے اہل وطن کو ان حالات سے مطلع کرتا تھا۔

یزید نے لوگوں کے ضمیر خریدنے کی کافی کوشش کی۔ عبداللہ ابن جناب حنظلہ کو اس نے ایک لاکھ درہم دیا۔ اور دیگر شرکائے وفد میں سے بھی ہر ایک کو کافی دیا۔ جب یہ وفد واپس مدینہ آیا تو عبداللہ نے اہل مدینہ سے یہ کہا۔

اگر میرا ساتھ دو تو میں یزید کے خلاف جہاد کرتا ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

جب اہل مدینہ نے عبداللہ کی یہ ہمت دیکھی تو تمام نے عبداللہ کی بیعت کر لی۔

مدینہ اور مکہ کے یزیدی گورنروں کو ابن زبیر پہلے ہی نکال چکا تھا۔ یا بعض مورخین کے مطابق یزید ہی کی طرف سے عثمان ابن محمد ابن ابوسفیان گورنر مدینہ تھا۔ عبداللہ ابن حنظلہ نے تمام بنی امیہ کو مروان ابن حکم کے گھر نظر بند کر دیا۔ اور ان پر پہرہ بٹھا دیا۔ ان لوگوں نے یزید کو خط کے ذریعہ تمام حالات سے مطلع کیا۔

یزید نے پہلے تو عبیداللہ ابن زیاد سے کہا۔ اہل مدینہ اور ابن زبیر کو جہاد کا مزہ چکھا۔ لیکن ابن زیاد نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میرے لیے فرزند رسول کا قتل کافی ہے۔ اب مجھے حرم رسول مدینہ اور حرم خدا کی توہین اور اہالیان حرم کے قتل وغارت سے معاف رکھو۔

پھر یزید نے عمرو ابن سعید سے کہا۔ اس نے بھی معذرت کر لی۔ آخر میں یزید نے مسلم ابن عقبہ مبرف کو ایک عظیم لشکر دیا اور اسے کہا کہ جتنا جلد ممکن ہو سکے مدینہ پہنچ۔

اہل مدینہ کو تین مرتبہ میری اطاعت کی دعوت دینا اگر قبول کر لیں تو فبہا۔ اگر وہ انکار کر دیں تو پھر ان پر حملہ کرنا۔ غلبہ پا لینے کے بعد تین دن تک مسلسل قتل وغارت برپا رکھنا۔ ایسی غارت گری اور قتل عام ہو کہ اہل مدینہ پھر کبھی سر اٹھانے کی جرات نہ کریں۔

اگر کسی وجہ سے تو زخمی یا مریض ہو جائے اور امور جنگ سرانجام نہ دے سکے تو پھر حصین ابن نمیر کو امیر لشکر بنا دینا۔ مدینہ فتح کرنے کے بعد مکہ آنا۔ وہاں

Presented by www.ziaraat.com

ابن زبیر کو باندھ کر شام بھیج دینا اور اہل مکہ کو بھی اہل مدینہ کی طرح اچھی طرح سبق دینا۔

البتہ بنی ہاشم سے بالعموم اور علیؑ ابن حسینؑ سے بالخصوص حسن سلوک کرنا۔ کیونکہ اب ان کے پاس کوئی ایسا نہیں بچا جو ہمارا مقابلہ کرسکے جہاں تک علیؑ ابن حسین کا تعلق ہے وہ درد رسیدہ ہونے کے علاوہ اتنا بیمار ہے کہ اس کے لیے زندگی کے دن گزار نا مشکل ہیں۔

یہ محرم ۶۳ھ کا واقعہ ہے۔ یکم محرم ۶۳ھ کو اہل مدینہ نے یزیدی گورنر کو مدینہ بدر کیا۔

اہل مدینہ نے باہمی مشورہ سے تمام بنی امیہ سے قسم لی کہ اس شرط پر تمہیں چھوڑ دیا جاتا ہے کہ تم۔

اولاً:۔

یزیدی لشکر کی بذات خود حمایت نہیں کرو گے۔

ثانیاً:۔

انہیں کسی قسم کی ہماری کمزوری سے مطلع نہیں کرو گے۔

ثالثاً:۔

یزیدی لشکر کو کسی قسم کا اسلحہ وغیرہ نہیں دو گے۔

تمام امویوں نے قسم کھا کر ان شرائط کو قبول کر لیا۔ اہل مدینہ نے انہیں بیرون مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔ عبد الملک ابن مروان اور خود مروان اس قسم میں نہیں آئے۔ اہل مدینہ نے ان کی چنداں پرواہ بھی نہ کی۔ جب یہ لوگ مدینہ سے باہر نکلے تو ان سب نے مشورہ کیا کہ ہمیں شام چلے جانا چاہیے

Presented by www.ziaraat.com

چنانچہ ان لوگوں نے شام کی راہ لی۔ راستہ میں مسلم ابن عقبہ ملا جو مدینہ سے ابھی تین منزل دور تھا۔ اس نے ان امویوں کو بلایا اور ان سے حالات پوچھے۔

ان لوگوں نے جواب دیا کہ۔

ہم چونکہ قسم کھا چکے ہیں اس لیے ہم سے تجھے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ البتہ عبدالملک تا حال مدینہ میں ہے اسے مدینہ والوں نے قسم کا پابند بھی نہیں کیا۔ اسے بلالے اور جو پوچھنا ہے اس سے پوچھ لے۔

مسلم نے کہا۔

وہ ابھی نوجوان ہے اسے جنگ کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ وہ جنگی مشورے کیا دے گا۔

امویوں میں سے ایک نے کہا۔

اس میں شک نہیں کہ عبدالملک جوان ہے لیکن حسن تدبر اور زیرکی میں بے مثال ہے۔

مسلم نے عبدالملک کے پاس قاصد بھیجا۔ عبدالملک قاصد کے ساتھ آگیا۔ مسلم نے عبدالملک سے خلوت میں گفتگو کی۔

عبدالملک نے مسلم کو حسب ذیل ہدایات دیں۔

ا۔ مدینہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر کھجوروں کے کسی باغ میں قیام کرنا۔

ب۔ تھکے ہوئے اونٹ گھوڑے اور سپاہی سستا لیں گے۔

ج۔ رات کے پچھلے حصہ میں کوچ کرنا تاکہ طلوع آفتاب کے وقت پہنچ جاؤ۔

د۔ جنگ کی ابتدا مشرقی دروازہ سے کرنا۔ ایسا کرنے سے سورج اہل مدینہ کے

Presented by www.ziaraat.com

سامنے اور تمہارے پشت پیچھے ہوگا۔

جب مسلم نے عبدالملک کی یہ ہدایات سنیں تو بڑا خوش ہوا۔

اہل مدینہ نے اپنے پروگرام کے مطابق جنگی میدان مغربی دروازہ کے سامنے بنا رکھا تھا۔ انہوں نے مغربی دروازہ کے سامنے ایک بہت بڑی اور چوڑی خندق کھود لی تھی۔

عبداللہ ابن حنظلہ نے ہراول دستے کا سالار فضل ابن عباس ابن ربیع کو مقرر کیا۔

مسلم سے پہلے یزید نے نعمان ابن بشیر کو اہل مدینہ کے پاس بھیجا تھا نعمان نے آکر اہل مدینہ کو اپنی طرف سے کافی ڈرایا اور دھمکایا۔ عبداللہ مطیع عدوی نے نعمان سے کہا۔

دیکھ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

اللہ نے اہل مدینہ کو اصلاح امت کے لیے اکٹھا کر دیا ہے اب تو اس میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش نہ کر اور یہاں سے چلا جا۔

نعمان نے کہا۔ میں تو چلا جاؤں گا۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یزید کے عزائم کیا ہیں۔

مسلم ابن عقبہ نے حکم یزید کے مطابق تین مرتبہ اطاعت یزید کی دعوت دی جسے اہل مدینہ نے ٹھکرا دیا۔ نتیجہ میں جنگ شروع ہو گئی۔ مسلم نے عبدالملک کے مشورہ کے مطابق آغاز جنگ مشرقی دروازہ سے کیا۔ اس کا پہلا نتیجہ تو یہ ہوا کہ اہل مدینہ کی تمام کی گئی تدابیرات بے اثر ثابت ہو گئیں۔

جنگ شروع ہو گئی۔ اہل مدینہ نے جان کی بازی لگا دی اور یزیدی لشکر

Presented by www.ziaraat.com

کو پیچھے دھکیل دیا۔

یزیدیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ مسلم کمزوری اور بیماری کی وجہ سے اپنے خیمہ میں لیٹ رہا۔ اپنے ایک رومی غلام سے کہا۔ کہ میرا علم لے کے تو خیمہ کے سامنے کھڑا ہو جا۔

فضل ابن عباس نے جب مسلم کے خیمہ کے سامنے علم بدست ایک شخص کو دیکھا تو وہ یہ سمجھا کہ مسلم ابن عقبہ ہے۔ فضل نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ غلام مر گیا۔ فضل نے خوش ہو کر اعلان کر دیا۔

اے شامیو! ہتھیار پھینک دو مسلم قتل ہو گیا ہے۔ جب مسلم نے یہ منادی سنی تو فوراً اٹھا۔ ذرہ پہنی۔ ہتھیار لگائے۔ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور باآواز بلند کہا۔

مسلم میں ہوں۔ اور میں موجود ہوں۔ میں نہیں مرا۔ میں اپنی موت کے منادی کو قتل کر کے رہوں گا۔

پھر مسلم نے شامیوں سے کہا۔

کیا تم یونہی لڑو گے۔ اہل مدینہ کی تعداد ہی کیا ہے۔ ایک مٹھی بھر تعداد سے تم شکست کھا گئے ہو۔ اگر لڑنا نہیں چاہتے تو جاؤ اپنے اپنے خیمہ میں بیٹھ جاؤ۔ جب تک میں لڑ سکوں گا لڑوں گا جب میں قتل ہو گیا تو واپس چلے جانا۔ ہاں یہ بات یاد رکھنا کہ تم میں سے جو بھی شکست کھا گیا۔ وہ زندہ نہیں بچے گا اگر اہل مدینہ سے بچ کے گیا تو یزید کی تلوار سے نہیں بچے گا۔ آگے بھی موت ہے پیچھے بھی موت۔ میدان جنگ کی موت عزت کی موت ہے اور یزید کی تلوار میں ذلت کی موت ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مسلم کی یہ تقریر سنکر شامی فوج میں ولولہ بڑھ گیا۔ اور انہوں نے نئے جذبے سے حملہ کیا۔

مسلم نے فضل پر حملہ کیا۔ اس کی کمر میں نیزہ مارا فضل گھوڑے پر نہ سنبھل سکا، گر گیا۔

مسلم پیچھے پلٹ رہا تھا کہ عبدالرحمٰن ابن عوف کے بیٹے نے مسلم پر حملہ کر دیا۔ لیکن مسلم ہوشیار تھا۔ اس نے عبدالرحمٰن ابن عوف کے بیٹے پر جوابی حملہ کیا۔ اور اس کو قتل کر دیا۔ فضل اور پسر عبدالرحمٰن کے قتل سے اہل مدینہ کے حوصلے پست ہو گئے۔ اب عبداللہ ابن حنظلہ خود سامنے آیا۔ اپنے تمام ساتھیوں سے کہا۔

اب سواریوں سے نیچے اتر آؤ۔ تمام لڑنے والے اہل مدینہ پیدل ہو گئے۔

ادھر مسلم نے شامیوں کو حکم دیا کہ تم بھی گھوڑوں سے اتر آؤ۔ دو بدو جنگ شروع ہو گئی۔ عبداللہ ابن حنظلہ کے تین بیٹے اس کے دیکھتے دیکھتے شہید ہو گئے۔ ہر طرف سے مارو مارو کا شور بلند ہو گیا۔ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی عبداللہ نے جب اپنے بیٹوں کو خاک اور خون میں تڑپتا دیکھا تو یہ کہہ کر فوج یزید پر حملہ کر دیا۔

تمہارے بعد خاک جینا ہے۔ عبداللہ کے ساتھ اس کا مادری بھائی محمد ابن ثابت ابن قیس انصاری بھی میدان میں کود گیا۔ دونوں بھائی بے جگری سے لڑے۔ اتفاق کی بات ہے کہ دونوں بھائیوں کو ایک ہی وقت میں پیشانیوں پر زہر بلے تیر لگے۔ دونوں زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ عبداللہ کے ہاتھ سے علم گر گیا

Presented by www.ziaraat.com

جونہی اہل مدینہ کا علم سرنگوں ہوا وہ پسپا ہونا شروع ہو گئے۔ شامی لشکر نے تعاقب جاری رکھا۔ اہل مدینہ داخل شہر ہو گئے۔ یزیدی لشکر بھی ان کے تعاقب میں داخل شہر ہو گئے۔

جب یزیدی لشکر داخل مدینہ ہو گیا تو مسلم ابن عقبہ نے تمام یزیدیوں کو مخاطب کر کے حسب ذیل حکم سنایا۔

جو چاہو لوٹو۔ اور جسے چاہو قتل کرو۔ امیر المومنین یزید نے اہل مدینہ کے مال کی طرح انکی جان بھی ہم شامیوں پر حلال کی ہے جو چاہو کرو۔ کسے کسی قسم کا ڈر اور خوف نہیں ہونا چاہیے۔

یزیدیوں کو اور کیا چاہیے تھا۔ مدینہ کے گلی کوچوں میں بلا امتیاز مرد و عورت۔ بچہ و جوان، مریض و تندرست تلوار چلنے لگی۔ اور اہل مدینہ وا محمداہ، وا محمداہ کی فریاد کرنے لگے۔ مگر اب کون تھا جو ان کی سنتا۔ خون کی ندیاں بہہ گئیں۔

ایک گلی میں بہنے والا خون دوسری کے خون سے ملنے لگا۔ سیلاب کے پانی کی طرح خون کی سطح بلند ہونا شروع ہو گئی۔ حتےٰ کہ خون مسجد نبوی میں پہنچ گیا۔

تین دن یہ سلسلہ جاری رہا۔ دن کو قتل و غارت اور رات کو فسق و فجور شروع ہو گیا۔ مورخین کے مطابق چھ ہزار لاش مل سکتی تھی۔ زخمیوں کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔ یزیدیوں کے رات کے کرتوتوں کے نتیجہ میں واقعہ حرہ کے بعد سات سو کنواری لڑکی نے بچے جنے تھے۔ کافی سے زیادہ لوگ مدینہ سے بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

چوتھے دن مسلم نے قتل و غارت کے بند کرنے کا حکم دیا۔ اور اعلان امن کرایا۔ اور حکم دیا کہ۔

جو یزید کی بیعت کرے اسے امان ہے۔

سب سے پہلے جو شخص منادی سنکر آیا۔ وہ ام المومنین ام سلمہ کا بیٹا عبداللہ ابن ربیعہ تھا۔ جب مسلم سے ملا۔ تو مسلم نے کہا۔

یزید کی بیعت کر۔

عبداللہ نے کہا۔

میں کتاب خدا اور سنت رسول پر بیعت کروں گا۔

مسلم نے کہا۔ میں کسی سے مشروط بیعت نہیں لوں گا۔ جسے بیعت کرنا ہو وہ اس طرح بیعت کرے کہ۔

میرے مال۔ میری جان۔ میری اولاد۔ میری ناموس سب کچھ یزید کے لیے ہے جو چاہے فیصلہ کرے۔

عبداللہ نے ایسی بیعت میں پس و پیش کی۔

مسلم نے جلاد سے کہا۔ اسے قتل کرکے اس کی لاش باہر پھینک دے۔

عبداللہ کو قتل کرکے لاش باہر پھینک دی گئی۔

عبداللہ کے بعد ابوالجہم ابن حذیفہ عدوی آیا۔

مسلم نے کہا۔ کیا تو وہی شخص ہے جو لوگوں کو بتاتا تھا کہ امیرالمومنین یزید شراب پیتا ہے۔ موسیقی سے شغل کرتا ہے۔ اسلامی دربار میں بیٹھ کر محفل رقص و سرود برپا کرتا ہے۔ اگر یزید ایسا کرتا ہے تو تجھے پروپیگنڈہ کا کیا حق تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

یہ کہہ کر جلاد کو حکم دیا۔ جلاد نے ابوالجہم کا سر قلم کر کے اس کا لاشہ بھی باہر پھینک دیا۔

تیسرے نمبر پر خلیفہ سوم کا بیٹا عمرو ابن عثمان آیا۔ اسے امید تھی کہ مجھے کچھ نہیں کہا جائے گا۔

مسلم نے جونہی اسے دیکھا۔ تو گالی دے کر کہا۔ کیا تو وہی منافق ہے جو شامیوں سے ملتا تھا تو کہتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور وہاں سے رقم بٹورتا تھا اور مدینہ والوں سے کہتا تھا کہ میں تمہاری طرح شامیوں کا دشمن ہوں۔

پھر جلاد سے کہا۔ اسے بھی قتل کر دے۔ جلاد نے اسے بھی قتل کیا اور لاش کو باہر پھینک دیا۔

پھر معقل ابن سنان اشجعی کے قتل کا حکم دیا۔

اس کے بعد کسی میں کچھ کہنے کی ہمت نہ رہی۔ جو بھی آتا تھا مسلم کے حکم کے مطابق یزید کی بیعت کرتا اور واپس چلا جاتا۔ فتح مدینہ کے بعد مسلم ایک سال تک مدینہ کا حکمران رہا۔

۶۴ھ میں اسے یزید کی طرف سے حکم ملا کہ اب مدینہ کے حالات درست ہو گئے ہیں۔ اب ضرورت ہے مکہ جانے کی ابن زبیر نے فتنہ پھیلا رکھا ہے۔ مکہ کو ابن زبیر سے بہر صورت پاک کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں جو کچھ کرنا پڑے تجھے کھلی اجازت ہے۔

مسلم نے اپنے تمام لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور مکہ پر حملہ کی غرض سے روانہ ہو گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

ابھی مکہ سے تین منزل دور تھا کہ مسلم بیمار ہوگیا۔ جب اسے اپنی موت کا یقین ہوگیا تو اس نے حصین ابن نمیر کو بلایا۔ اور حسب ذیل ہدایات دیں۔

ا۔ میں تجھے امیرالمومنین یزید کے حکم کے مطابق اپنا نائب بنا رہا ہوں۔

ب۔ اپنے دل کو مارنے اور ذبح کرنے کے لیے ابھی سے تیار کرلے۔

ج۔ تیرے ارادہ میں کسی چیز کو خلل نہیں ڈالنا چاہیے۔

ذ۔ اگر تجھے کہا جائے کہ بیت اللہ جائے امن ہے تو اس قسم کے خرافات پر دھیان مت دینا۔

د۔ امیرالمومنین یزید کے حکم کا تقدس کعبہ، حرم، اور مسجد سب سے زیادہ ہے۔

ز۔ مکہ پہنچنے کے بعد پہلے ابن زبیر کو اطاعت یزید کا کہنا۔

ح۔ جب وہ انکار کرے تو مکہ کا ہر طرف سے محاصرہ کرلینا۔

ط۔ ہر چہار جانب سے مناسب بلند مقام پر توپیں نصب کرا دینا۔

ی۔ آگ اور پتھروں کی بارش کردینا۔

ک۔ کسی چھوٹے بڑے۔ اور بیمار دستور پر ترس مت کھانا

ل۔ اگر مکہ کو چٹیل میدان بھی بنانا پڑے تو بنا دینا ہر گھر کو مسمار کردینا یا جلادینا۔

یہ ہدایات دینے کے بعد مسلم واصل جہنم ہوگیا۔

حصین نے مکہ پہنچ کر مسلم کی ہدایات پر عمل کیا۔

کوہ ابو قبیس پر توپیں نصب کرکے آتش بازی اور سنگ باری شروع

Presented by www.ziaraat.com

کردی۔ مکہ کے مکانات گرنا شروع ہو گئے۔ ابن زبیر کا بھائی منذر ابن زبیر لڑنے کو نکلا مارا گیا۔

ابھی مکہ کا محاصرہ اور آتش باری جاری تھی کہ مرگ یزید کی اطلاع ملی چنانچہ حصین نے محاصرہ اٹھا لیا اور لشکر کو واپس شام چلنے کا حکم دیا۔

یزید نے اپنے تین سالہ دور حکومت میں تین کام کیے ہیں۔

۱۔ سنہ ۶۱ھ میں قتل ذریت رسول اور قید بنات زہرا۔

۲۔ سنہ ۶۳ھ واقعہ حرہ یعنی مدینہ میں قتل و غارت اور فسق و فجور۔

۳۔ سنہ ۶۴ھ مکہ پر حملہ۔ بیت اللہ پر آتش باری حرم خدا کی توہین اور اہل مکہ کا قتل۔

جناب مختار اور آل محمدؑ:۔

۱۔ امام سجادؑ:۔

رحم اللہ المختار انہ اقر عیوننا۔	اللہ مختار پر رحم فرمائے اس نے ہمارے دل ٹھنڈے کیے ہیں۔

۲۔ امام باقرؑ:۔

حکم ابن مختار آپ کو ملنے آیا اور اس نے عرض کیا قبلہ لوگ میرے والد کے متعلق بہت سی باتیں کرتے ہیں۔

آپ کیا فرماتے ہیں۔

آپ نے پوچھا۔ لوگ کیا کہتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

حکم نے عرض کیا۔

قبلہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹا اور مکار تھا۔

آپ نے فرمایا۔ لوگ غلط کہتے ہیں۔ مختار نے ہم اہل بیت کو سکھ دیا ہے۔

۴۔ امام صادقؑ :۔

لا تسبوا المختار	مختار کو سب نہ کیا کرو۔ اس
فانہ قد قتل	نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا
قتلتنا وطلب	ہے۔ ہمارا بدلہ لیا ہے۔ اور
بثارنا و زوج	ہماری بے واؤں کی شادیاں
ارا ملنا۔	کرائی ہیں۔

زید ابن علیؑ ابن حسینؑ :۔

زیدیہ مسلک انہی کی طرف منسوب ہے۔ جس طرح جناب محمد حنیفہ نے کبھی دعوائے امامت نہیں کیا تھا اور امام حسینؑ کے بعد امام سجاد کو امام مانتے تھے اسی طرح جناب زید نے کبھی بھی دعوائے امامت نہیں کیا تھا۔ اور امام سجاد کے بعد امام باقر کو امام مانتے تھے۔

شارع صحیفہ سجادیہ محقق علی خان نے لکھا ہے۔

ابو الحسن زید ابن علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب تمام فضائل و مناقب کا جامع تھا۔ کثرت تلاوت قرآن کی وجہ سے ان کا لقب حلیف القرآن معروف ہو گیا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

ابو نصر بخاری نے ابن جارود سے نقل کیا ہے کہ میں مدینہ میں آیا میں نے جس سے بھی زید ابن علی کے متعلق پوچھا تھا وہ یہی کہتا تھا کہ کیا تو حلیف قرآن اور حلیف ستون کی بات کرتا ہے۔ حلیف قرآن کثرت تلاوت اور حلیف ستون کثرت نماز سے کنایہ تھا۔

شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ زید ابن علیؑ اپنے بھائی محمد باقر کے بعد اپنے تمام بھائیوں کی نسبت زیادہ پرہیز گار۔ عابد۔ زاہد۔ فقیہ۔ سخی اور بہادر تھے۔ انہوں نے تلوار کے ذریعہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا۔ وہ خوشنودی آل محمد کی دعوت دیتا تھا۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ خود اقتدار کا خواہش مند ہے۔ حالانکہ وہ خود امام باقر کی امامت کا قائل تھا۔ اور یہ چیز اس کی اس وصیت میں صراحتہً مذکور ہے جو امام صادقؑ کے نام ہے۔

عمر ابن متوکل ابن ہارون بلخی نے اپنے باپ متوکل ابن ہارون سے روایت کی ہے۔

متوکل کہتا ہے کہ میری ملاقات یحییٰ ابن زید سے اس وقت ہوئی جب جناب زید شہید ہو چکے تھے۔ اور میں خراسان جا رہا تھا۔

میں نے پوچھا۔

اے فرزند رسولؐ آپ کے والد کا کیا ہوا؟

جناب یحییٰ نے جواب دیا۔

وہ شہید ہو گئے ہیں۔ اور انہیں شہادت کے بعد کوفہ کے دار الکناسہ میں سولی پر لٹکا دیا گیا ہے۔

یہ کہہ کر اس قدر روئے کہ انہیں غش آ گیا۔ جب غش سے افاقہ

Presented by www.ziaraat.com

میں نے عرض کیا۔

اے فرزند رسول! بھلا انہوں نے یہ اقدام کیوں کیا؟ جب کہ انہیں معلوم تھا کہ ان کا مقابل دشمن آل محمد ہے اور ان کے دوست اس کے مقابلہ میں کم ہیں۔

جناب یحییٰ نے کہا۔

خود میں نے یہی سوال ان سے کیا تھا انہوں نے مجھے جو جواب دیا تھا وہ یہ ہے۔

میں نے اپنے والد کے ذریعہ امام حسینؑ سے سنا ہے کہ ایک دن سرور انبیاء نے میری پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

اے حسین تیری ذریت سے ایک بچہ ہوگا۔ جسے زید کہا جائے گا۔ وہ شہید ہوگا۔ لیکن قیامت کے دن وہ اور اس کے ساتھی دربار خالق میں آئیں گے اور بلا حساب داخل جنت ہوں گے۔

بیٹے میں چاہتا ہوں کہ جس طرح سرور انبیاء نے فرمایا ہے میں اسی طرح ہو جاؤں۔

پھر فرمایا۔

اللہ میرے باپ پر رحمت فرمائے۔ وہ قائم اللیل۔ صائم النہار اور مجاہد راہ خدا تھے۔

میں نے عرض کیا۔ اے فرزند رسول! کیا امام انہی اوصاف کا حامل ہوتا ہے۔

جناب یحییٰ نے فرمایا۔ میرا باپ ہرگز امام نہ تھا اور نہ ہی مدعی امامت تھا

سادات کرام سے تھا۔ زاہد اور متقی تھا۔ راہ خدا کا مجاہد تھا۔

میں نے کہا۔ اے فرزند رسول! کیا آپ کے باپ نے دعوائے امامت نہیں کیا تھا؟

جناب یحییٰ نے فرمایا۔

تجھے یقین رکھنا چاہیے کہ میرا والد دعوائے امامت کرنے سے ہمیشہ دور رہا اور وہ سمجھتا تھا کہ جو چیز میرے پاس نہیں ہے میں اس کا غلط دعوے کیوں کروں۔

اس نے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ میں خوشنودی آل محمدؐ کی دعوت دیتا ہوں اس سے ان کی مراد میرا چچازاد امام جعفرؑ ہوتا تھا۔

میں نے عرض کیا۔

کیا اس وقت صاحب الامر امام جعفرؑ ہی ہیں۔

جناب یحییٰ نے فرمایا۔ بے شک وہی ہیں۔ وہی افقہ بنی ہاشم اور منصوص من اللہ ہیں۔

پھر فرمایا۔

اگر تو چاہے تو میں تجھے ملخصاً اپنے والد کی عبادت کا حال بتا دوں کہ شب و روز میں ان کی عبادت کے اوقات کار کیا تھے۔

میں نے عرض کیا

آپ ضرور مجھے آگاہ فرمائیں۔

انہوں نے بتایا۔ کہ وہ دن نمازیں گزارتے تھے۔ جب رات آجاتی تھی تو تھوڑی دیر کے لیے سوتے تھے۔ پھر کھڑے ہو جاتے اور نوافل پڑھتے نوافل کے

بعد زیر آسمان کھڑے ہو کر دعا مانگتے تھے اور یہ سلسلہ طلوع صبح تک رہتا تھا طلوع فجر کے بعد نماز صبح پڑھتے اور پھر تعقیبات میں بیٹھ جاتے تھے۔ جب دن کافی چڑھ آتا تھا تو تعقیبات سے اٹھتے کچھ دیر کے لیے معاشی امور سرانجام دیتے۔

جب زوال کا وقت ہوتا مصلیٰ پر بیٹھ جاتے تسبیح و تمجید خدا کرنے بعد از زوال فریضہ ظہر پڑھتے پھر مصروف تعقیبات ہو جاتے پھر فریضہ پڑھتے پھر غروب آفتاب تک مصروف تعقیبات رہتے۔

میں نے پوچھا کیا ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔

جناب یحییٰ نے فرمایا۔

نہیں ہمیشہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ سال میں تین ماہ۔ اور مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے تھے۔

میں نے پوچھا۔

کیا وہ فتویٰ بھی دیتے تھے۔

جناب یحییٰ نے فرمایا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے انھوں نے کبھی کوئی فتویٰ نہیں دیا۔

ولادت جناب زید:۔

ابو حمزہ ثمالی نے امام سجادؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں امام سجادؑ کی خدمت میں آیا تو آپ کی گود میں ایک بچہ تھا۔ کچھ دیر بعد وہ بچہ اٹھ کر گھر جانے لگا۔ دیلیز سے پاؤں اٹکا تو گر گیا۔ آپ جلدی سے اٹھے اور بچہ کو اٹھایا

Presented by www.ziaraat.com

چوٹ کی وجہ سے پیشانی سے خون بہنے لگا تھا۔ خون صاف کیا اور فرمانے لگے۔

بیٹے تجھے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

یہ فرما کر رونے لگے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ خیریت تو ہے؟

آپ نے فرمایا۔

ابو حمزہ میرا یہ بیٹا مضافات کوفہ میں قتل کیا جائے گا۔ قتل کے بعد اسے دفن کیا جائے گا۔

پھر قبر سے اس کی لاش نکالی جائے گی۔ لاش کو سولی پر چڑھایا جائے گا۔

پھر جلا کر راکھ کو صحرا میں بکھیر دیا جائے گا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ بچے کا نام کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

اس کا نام زید ہے۔

پھر فرمایا۔ اگر میں تجھے اس کی ولادت کا حال سناؤں تو حیران رہ جائے گا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اگر ایسی بات ہے تو ضرور سنائیں۔

آپ نے فرمایا۔

ایک رات میں سو رہا تھا۔ عالم خواب میں میں نے اپنے نانا سرور انبیاء۔ دادا علی مرتضیٰ۔ چچا حسن مجتبیٰ۔ بابا شہید کربلا اور دادی فاطمہ زہرا کو جنت میں

Presented by www.ziaraat.com

دیکھا۔ انہوں نے ایک حور جنت سے میری شادی کرائی۔ اس سے ایک بچہ ہوا۔ آنحضور نے اس کا نام زید رکھا۔

میں نیند سے بیدار ہوا تو دق الباب ہوا۔ میں دروازہ پر آیا تو ایک شخص کھڑا تھا اس کے ساتھ ایک عورت بھی تھی۔

میں نے پوچھا۔ کسے ملنا ہے۔

اس نے کہا۔ مجھے علیؑ ابن حسینؑ سے ملنا ہے۔

میں نے کہا۔

میں علیؑ ابن حسینؑ ہوں کیا کہنا ہے۔

اس نے کہا۔ میں ایک قاصد ہوں مختار کا۔ ایک خط بھی لایا ہوں اور یہ کنیز بھی مختار نے ہدیۃً بھیجی ہے۔ علاوہ ازیں کچھ تحائف بھی ہیں۔ میں اس کنیز کو اندر لایا۔

اس سے نام پوچھا۔

اس نے عرض کیا میرا نام حور ہے۔

مجھے اپنے خواب کی تعبیر مل گئی تھی۔ میں نے اس سے عقد کیا۔ اس سے یہ بچہ پیدا ہوا۔ چونکہ میرے خواب کی تعبیر تھا اس لیے میں نے اس کا نام بھی زید رکھا ہے۔ جو کچھ میں نے تجھے بتایا ہے وہ تو اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھے گا۔ جیسا کہ امام سجادؑ نے فرمایا تھا میں نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا۔

Presented by www.ziaraat.com

خروج جناب زید:

سنہ ۱۲۱ھ میں آپ نے کوفہ میں ہشام ابن عبدالملک اموی کے خلاف قیام کیا۔

یوں تو اسباب خروج بہت سے بتلائے گئے ہیں جن میں اکثر اموی مورخین کی خانہ ساز باتیں ہیں۔ علمائے محققین نے جس سبب کو صحیح قرار دیا ہے ہم وہی پیش کیے دیتے ہیں۔

جناب زید، جناب داؤد ابن علی ابن عبداللہ ابن عباس اور محمد ابن عمرو ابن علی عراق میں ہشام کے گورنر خالد ابن عبداللہ قسری کے پاس گئے۔ اس نے ان کا کافی احترام کیا۔ اور جب یہ واپس آنے لگے۔ تو اس نے انہیں تحائف بھی دیئے۔

جب یہ اطلاع ہشام کو ملی کہ آل محمد کے کچھ افراد گورنر کوفہ کے پاس آئے تھے جنہیں عزت و احترام سے رکھا ہشام نے خالد کو معزول کرکے یوسف ابن عمر ثقفی کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔

ہشام نے جناب زید اور اس کے دونوں ساتھیوں کو شام بلایا ان سے حقیقت حال دریافت کی جب دونوں نے تمام بات صاف صاف بتا دی ہشام ظاہراً تو خاموش ہو گیا اور ان سے کہا کہ آپ کوفہ واپس جائیں اور یوسف کو بھی مطمئن کر دیں۔

ذہنی طور پر ہشام مطمئن نہیں تھا اسے خطرہ تھا کہ کہیں یہ لوگ کوئی سازش نہ کر رہے ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

ہشام کا یہ حکم سنکر کہ تم سب ایک مرتبہ پھر کوفہ جاؤ اور یوسف کو مطمئن کرو۔ جناب زید پریشان ہوتے۔

بادل ناخواستہ کوفہ آتے۔ یوسف کو مطمئن کیا اور واپس مدینہ کی طرف پلٹے ابھی راستہ میں تھے کہ پیچھے سے کوفیوں کا ایک وفد آکر ملا۔ اور انہوں نے اہالیان کوفہ کی طرف سے درخواست کی کہ اگر آپ ہماری سرپرستی فرمائیں تو ہم بنی امیہ کی حکومت کے خلاف آپ کا ساتھ دینے پر آمادہ ہیں۔

جناب زید نے اپنے دونوں ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ ان دونوں نے کوفہ کی درخواست کو مسترد کر دیا۔

جناب زید نے ان کی حامی بھر لی اور واپس کوفہ پلٹ گئے۔ جب آپ کوفہ پہنچے تو کوفہ کے تمام امیر و غریب اور زن و مرد آپ پر ٹوٹ پڑے آپ نے رب سے خوشنودی آل محمد پر بیعت لی۔

ہشام نے اپنے جاسوسوں کے ذریعہ یہ پروپیگنڈہ کر کے اکثریت کو جناب زید کے گرد جمع ہونے سے روک لیا کہ اس وقت واجب الاطاعت امام جعفر موجود ہے۔ اور واجب الاطاعت کی موجودگی میں اور کے ہاتھ پر بیعت نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ کم و بیش پانچ سو آدمی آپ کے حلقہ ارادت میں آ گئے۔ مشورہ یہ ہوا کہ جس دن خروج کرنا ہو گا اسی رات کو چھتوں پر آگ روشن کر دی جائے گی تاکہ تمام ساتھی جمع ہو جائیں۔

یکم صفر ۱۲۱ھ کی رات کو چھتوں پر آگ روشن ہو گئی۔ آنے والے سب جمع ہو گئے۔

Presented by www.ziaraat.com

اتنے میں صبح بھی طلوع ہوگئی۔ یوسف ابن عمر دارالامارہ سے باہر آیا اپنے لشکر کو جمع کیا۔

بیرون کوفہ جناب زید کی مختصر سی فوج تھی اموی فوج نے ان کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ جنگ شروع ہوگئی۔ طرفین سے لاشیں گرنے لگی۔ ابھی جناب زید کے سپاہیوں سے زید ابن خزلیہ، معاویہ ابن ابی اسحاق زیاد ابن عبدالرحمن اور سترستھ دوسرے جانبار شہید ہوتے تھے کہ ایک تیر جناب زید کی بائیں کن پٹی پر آکر لگا۔ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے آپ کے ایک غلام نے آپ کو اٹھایا اور ایک ارادت مند کے گھر لے گیا۔ وہاں علاج کی کوشش کی گئی۔ لیکن آپ جانبر نہ ہوسکے۔ رات ہی میں وفات پائی۔ چند شیعوں نے غسل و کفن دیا اور ایک بہتی ہوئی نہر کا پانی روک کر اس میں قبر بنائی اس میں دفن کیا۔

دوسری طرف جناب زید کی شہادت سے آپ کی فوج کے حوصلے پست ہوگئے۔

اور یوں جنگ ختم ہوگئی۔

یوسف نے جناب زید کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر ہشام کو بھیج دیئے جناب زید کے متعلق اسے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ شہید ہوگئے ہیں یا روپوش۔

ہشام کی طرف سے ایک عتاب آلودہ خط آیا کہ مجھے شاخوں کو نہیں تنے کی ضرورت تھی جب تک زید کا سراغ نہ ملے اس وقت تک مجھے اطمینان نہ ہوگا۔

Presented by www.ziaraat.com

یوسف نے دوبارہ تفتیش شروع کر دی۔ بالآخر اسے دونوں کا سراغ مل گئے۔

ایک تو یہ بھی اسے یقین ہوگیا کہ جناب زید شہید ہو چکے ہیں۔ اور دوسرے مدفن کا بھی پتہ چل گیا۔ چنانچہ اس نے قبر کھدوائی جناب زید کا دفن شدہ صحیح وسالم لاشہ نکالا۔ سر قلم کر کے ہشام کے پاس بھیج دیا۔ اور جسم کو دارکناسہ پر سولی چڑھا دیا۔

چار برس تک جناب زید کا جسم سولی چڑھا رہا۔

جریر ابن ابو حازم سے مروی ہے کہ انہی دنوں میں نے خواب میں نبیؐ کو میں کو دیکھا آپ جناب کے سولی کردہ لاشہ کے قریب کھڑے ہو کر آنسو بہاتے ہوئے فرما رہے تھے۔

آہ! ھکذا تفعلون باولادی۔ — افسوس! کیا میری ذریت سے یہی سلوک کروگے۔

جب ہشام اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ اور اس کی جگہ ولید ابن یزید حکمران ہوا تو اس نے سب سے پہلا خط یوسف ابن عمر ثقفی کو لکھا کہ۔ اہل عراق کے بت (لاشہ جناب زید) کو سولی سے اتار جلا دے اور راکھ کو ہوا میں بکھیر دے۔

یوسف نے تعمیل حکم کی۔ حکم ابن عباس کلبی نے جناب زیدؑ ہی کے متعلق یہ بکواس کی تھی۔

صلبنا لکم زیدا — ہم نے تمہارے زید کو کھجور
علی جذع نخلۃ — کے تنے پر پھانسی چڑھایا

Presented by www.ziaraat.com

ولم ار مهدیا علی	میں نے نہیں دیکھا کہ مہدی بھی
الجزع یصلب ۔	سولی چڑھایا جاتا ہے ۔

جب یہ شعر امام صادق نے سنا تو آپ نے کانپتے ہاتھوں سے دست دعا بلند کر کے عرض کیا :

اللهم ان کان	اے اللہ! اگر تیرے اس
عبدك کاذبا فسلط	بندے نے جھوٹ بولا ہے
علیه کلبك ۔	تو اس پر اپنا کتا مسلط فرما

اموی حکمران نے حکم کو کسی کام کے لیے بھیجا جب یہ بیرون کوفہ گیا تو ایک شیر نے اس پر حملہ کیا اور اسے پھاڑ کر پھینک دیا ۔

جب امام صادق کو اطلاع ملی تو آپ نے سجدہ شکر کیا ۔ اور عرض کیا ۔

الحمد لله الذی	اس اللہ کی حمد ہے جس نے
انجزنا ما	ہم سے جو وعدہ فرمایا ہے اسے
وعدنا ۔	پورا کیا ہے ۔

امام صادق اور جناب زید :

ابن بابویہ نے اپنے سلسلہ سند سے عبداللہ ابن سبابہ سے روایت کی ہے کہ ہم سات آدمی کوفہ سے مدینہ آئے ۔ امام صادق کی زیارت سے مشرف ہوئے ۔

آپ نے پوچھا ۔ کیا آپ کے پاس میرے چچا زید کا بھی کوئی حال ہے

Presented by www.ziaraat.com

ہم نے عرض کیا۔

یا تو وہ خروج کر چکے ہوں گے یا کرنے والے ہوں گے۔

آپ نے فرمایا۔

تم لوگ باہر چلتے پھرتے ہو جب کبھی میرے چچا کی اطلاع ملے تو مجھے اطلاع کر دینا۔

ہم نے وعدہ کیا اور وہاں سے چلے آئے۔ کچھ دن کا قیام تھا۔ اسی قیام کے دوران شام سے اطلاع موصول ہوئی کہ۔ زید ابن علیؑ نے خروج کیا تھا وہ خود اور اس کے ساتھیوں میں فلاں اور فلاں قتل ہو گئے ہیں یہ اطلاع سنکر ہم امام صادقؑ کے پاس آئے اور انہیں مطلع کیا۔

آپ روئے اور فرمایا۔ بہترین چچا تھا۔ دنیا اور آخرت میں ہمارا خیر خواہ تھا۔ بخدا میرا چچا انہی شہداء میں محشور ہو گا۔ جو آنحضورؐ۔ حضرت علیؑ۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔

ابن بابویہ ہی نے فضیل ابن یسار سے روایت کی ہے کہ میں بھی جناب زید کے ساتھیوں سے تھا۔ جب جناب زید شہید ہو گئے۔ تو دوسرے بچ جانے والے چند افراد میں سے میں بھی تھا۔ میں وہاں سے مدینہ آیا۔ دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ امام صادقؑ کے سامنے جناب زید کا نام نہیں لوں گا کہیں میرے تذکرہ کی وجہ سے وہ غمزدہ ہو جائیں۔

جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے پہلا سوال یہی کیا۔

میرے چچا کا کیا بنا۔

Presented by www.ziaraat.com

میری آواز رندھ گئی اور میں جواب نہ دے سکا۔

پھر انہوں نے خود ہی فرمایا۔

کیا وہ قتل ہو گئے۔

میں نے رندھی ہوئی آواز سے عرض کیا۔

قبلہ وہ قتل ہو گئے۔

آپ نے پھر پوچھا۔ کیا ان کا لاشہ سولی پر بھی چڑھایا گیا ہے؟

میں نے بہتے آنسوؤں کے ساتھ عرض کیا۔ قبلہ آپ سچ فرما رہے ہیں۔

آپ نے پوچھا۔ کیا تو بھی میرے چچا کے ساتھ شریک جنگ تھا؟

میں نے عرض کیا۔

قبلہ یہ سعادت مجھے بھی حاصل رہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تو نے کتنے اموی مارے تھے۔

میں نے عرض کیا۔ چھ۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تجھے ان سے جنگ اور ان کی موت پر کوئی شک ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ اگر مجھے کوئی شک ہوتا تو میں ہرگز جناب زید کا ساتھ نہ دیتا۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ مجھے بھی ان شہداء کیساتھ محشور کرے جو جناب زید کے ساتھ محشور ہوں گے۔ بخدا میرا چچا زید اس طرح شہید ہوا ہے جس طرح حضرت علیؑ کے ساتھی شہید ہوئے تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

ابو خالد واسطی سے منقول ہے کہ امام صادق نے مجھے کچھ پیسے دیئے اور فرمایا انہیں میرے چچا زید کے ساتھ شہید ہو جانے والوں کے اہل و عیال میں تقسیم کر دینا۔

چنانچہ میرے بھائی عبداللہ کے حصہ میں بھی چار دینار آئے۔

ابن بابویہ نے سلیمان ابن خالد سے روایت کی ہے کہ امام صادق نے مجھ سے سوال کیا۔

میرے چچا سے تم نے کیا سلوک کیا تھا۔

میں نے عرض کیا۔

قبلہ دشمن کی نگرانی بہت سخت تھی جب وہ لوگ سو گئے تو ہم نے انہیں دفن کر دیا تھا۔ صبح کو ان لوگوں نے کونہ کا چپہ چپہ چھان مارا اور بالآخر انہیں آپ کا لاشہ مل گیا۔ انہوں نے لاشہ کو سولی پر چڑھایا۔ پھر جلا دیا۔

آپ نے فرمایا۔

کاش تم لوگ ان کے لاشہ کو لوہے یا پتھر سے وزنی کر کے دریائے فرات کے سپرد کر دیتے۔

اللہ اس کے قاتل پر لعنت کرے۔

ابو ولاد کاہلی سے مروی ہے کہ مجھ سے امام صادق نے پوچھا۔ کیا تو نے میرے چچا کو دیکھا تھا؟

میں نے عرض کیا۔ ہاں سولی پہ لٹکا ہوا دیکھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ دوسرے لوگوں کا کیا حال تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

میں نے عرض کیا۔ کچھ خوش ہو رہے تھے اور کچھ دل گرفتہ اور رو رہے تھے۔

آپ نے فرمایا۔

جو غمزدہ تھے وہ جنت میں میرے چچا کے ساتھ ہوں گے اور جو خوش تھے وہ میرے چچا کے شریک قتل محشور ہوں گے۔

جناب یحیٰی ابن زید:۔

عمر ابن متوکل ابن ہارون ثقفی بلخی کہتا ہے کہ میری ملاقات یحیٰی ابن زید سے اس وقت ہوئی جب وہ عازم خراسان تھا۔

اس نے مجھ سے تمام خاندان کے افراد کا نام بنام حال پوچھا۔ جب میں نے اسے خیر و عافیت سے مطلع کیا۔ تو اس نے پوچھا۔ کیا چچازاد۔ جعفر ابن محمدؑ سے بھی ملا تھا؟

میں نے کہا۔ ان سے بھی ملا تھا۔

یحیٰی نے پوچھا۔ کیا انہوں نے میرے متعلق کچھ پوچھا تھا؟

میں نے عرض کیا۔

اے فرزند رسول جو کچھ انہوں نے آپ کے متعلق فرمایا ہے میری زبان آپ کو بتانے سے قاصر ہے۔

یحیٰی نے کہا۔

کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ جو کچھ انہوں نے بتایا ہے۔ مجھے سنادے۔

Presented by www.ziaraat.com

میں نے عرض کیا۔

وہ انتہائی افسوس کے ساتھ فرما رہے تھے کہ یحیٰ بھی اپنے باپ کی طرح شہید ہوگا پھر سولی چڑھایا جائے گا۔

جناب یحیٰ نے کہا۔ اے متوکل تجھے معلوم ہے کہ اللہ نے ہم اہل بیت کو علم اور شجاعت سے ازمایا ہے۔ ہمارے چچازادوں کو بالخصوص علم سے بہرہ ور فرمایا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ آپ کی نسبت آپ کے چچازاد امام جعفر کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں۔

جناب یحیٰ نے فرمایا۔

چونکہ وہ لوگوں کو زندگی کا درس دیتے ہیں اور ہم موت کا سبق پڑھاتے ہیں۔

میں نے سوال کیا۔ کیا آپ زیادہ عالم ہیں یا آپ کے چچازاد

انہوں نے فرمایا۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ اسے جانتے ہیں لیکن جو کچھ وہ جانتے ہیں، ہم اسے نہیں جانتے۔

جناب یحیٰ نے پوچھا۔

کیا امام جعفر سے کچھ روایت کی ہے۔

میں نے کہا۔ ہاں۔

جناب یحیٰ نے کہا۔ مجھے دکھائیے گا۔

میں نے ایک صحیفہ ان کے سامنے پیش کیا ۔ اس میں ایک دعا تھی۔ جو امام صادق نے بالخصوص مرحمت فرمائی تھی اور بتایا تھا کہ یہ دعا مجھے میرے بابا

کے ذریعہ انحضورؐ سے اور آنحضور کو جبریل کے ذریعہ اللہ سے عنایت ہوتی تھی۔

جناب یحییٰ نے اس کو دعا کو دیکھا۔ اور پوچھا کیا مجھے اجازت دیتا ہے کہ اسے لکھ لوں۔

میں نے عرض کیا۔

قبلہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں جو چیز آپ سے ہمیں ملی ہے آپ اس کی اجازت مجھ سے مانگتے ہیں۔

جناب یحییٰ نے اپنے غلام سے کہا۔ یہ لے اور اسے خوبصورتی سے لکھ لے پھر مجھے دینا میں اسے حفظ کروں گا۔

پھر مجھے فرمایا۔

میرے پاس میرے والد کی طرف سے نقل کردہ میرے جد امجد علی ابن حسینؑ کی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ وہ میں تیرے حوالہ کرتا ہوں۔ اگر امام صادق نے میری موت کی پیشین گوئی نہ کردی ہوتی تو میں اسے ہرگز اپنے سے جدا نہ کرتا۔

لیکن چونکہ وہ عالم ہیں اور انہوں نے فرمایا ہے اس لیے مجھے یقین ہے کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے حرف بحرف درست ہوگا۔

پھر اٹھے اپنے سامان سے ایک چھوٹا سا مقفل صندوقچہ نکالا اس کی مہر کو دیکھا اس کا بوسہ لیا۔ اپنے چہرہ سے مس کیا۔ اور مجھے فرمایا۔ مجھے یہ اس طرح میرے بابا سے وراثت میں ملا تھا۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ اس میں وہ تمام دعائیں موجود ہیں جو ہمارے جد امجد پڑھا کرتے تھے۔ اسے اپنے

Presented by www.ziaraat.com

پاس رکھ لے۔ میرے حالات سے باخبر رہنا جب میں شہید ہو جاؤں۔ تو مدینہ میں جاکر محمد اور ابراہیم ابن عبداللہ ابن حسین ابن حسن ابن علی ابن ابی طالب دونوں بھائیوں کے سپرد کر دینا۔ میں سمجھتا ہوں ہمارے بعد انہیں اس کی ضرورت ہو گی۔ یہ تیرے پاس امانت رہے گی

میں نے وہ لے لیا۔ مہر کو دیکھا میں نے بھی اس کا بوسہ لیا۔ اپنے چہرہ پر مس کیا۔ اور اپنے پاس رکھ لیا۔

جب مجھے جناب یحییٰ کی شہادت کی اطلاع ملی تو میں وہ صحیفہ لے کر مدینہ آیا۔ امام صادق سے ملا۔ انہیں تمام وہ واقعہ سنایا۔

آپ رو دیئے اور فرمایا۔ اللہ یحییٰ پر رحم فرمائے اور انہیں اپنے آباء سے ملحق فرمائے۔

جناب یحییٰ کی وجہ شہادت:۔

جناب یحییٰ کی والدہ کا اسم گرامی جناب ربط تھا۔ یہ بی بی عبداللہ ابن محمد حنیفہ کی بیٹی تھی۔ جناب زید کی شہادت کے بعد بنی امیہ نے جناب یحییٰ کی تلاش شروع کر دی۔ جناب یحییٰ کمسن تھے۔ مدائن میں قیام تھا یوسف ثقفی نے ان کی گرفتاری کے لیے مدائن آدمی بھیجے آپ کو پتہ چل گیا آپ وہاں سے طہران آگئے۔ طہران سے نیشاپور گئے۔ نیشاپور سے سرخس گئے۔ سرخس میں یزید ابن عمر تمیمی کے گھر چھ ماہ قیام کیا۔

اس دوران ہشام واصل جہنم ہوا۔ ہشام کے بعد ولید ابن یزید تخت حکومت پر بیٹھا تو اس نے نصر ابن سیار شی کو جناب یحییٰ کی تلاش کا حکم دیا۔ نصر

Presented by www.ziaraat.com

نے آپ کو بلخ میں حریش ابن ابوالحرش کے گھر سے گرفتار کر لیا۔ پابند سلاسل کر کے زندان میں ڈال دیا۔ اور ولید ابن یزید کو مطلع کیا۔ ولید نے اسے جواب میں لکھا کہ یحیٰی کو حکومت مخالفت سرگرمیوں سے باز رہنے کی تنبیہ کر کے چھوڑ دے۔ نصر نے آپ کو چھوڑ دیا۔ آپ وہاں سے جرجان آ گئے۔ جرجان میں جرجان اور طالقان سے شیعیان آل محمد نے آپ کو خروج پر آمادہ کیا۔ یہ لوگ تعداد میں پانچسو تھے۔ جب نصر کو پتہ چلا تو اس نے سالم ابن احوز کو لشکر دے کر ان کے مقابلہ میں بھیجا۔ تین دن مسلسل جنگ رہی حتیٰ کہ جناب یحیٰی کے ساتھیوں میں سے ایک بھی نہ بچا سب شہید ہو گئے۔ جناب یحیٰی تنہا رہ گئے۔ آپ جمعہ کے دن ارغو نامی بستی سے باہر وقت عصر شہید کر دیئے گئے۔ سورا ابن محمد نے آپ کا سر قلم کیا۔ اور عنیزی نے آپ کا لباس اتارا۔ آپ کی شہادت ۱۲۵ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

بعد میں یہ دونوں ابومسلم مروزی کے ہاتھ آ گئے اس نے ان دونوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا۔ نصر نے آپ کا سر ولید ابن یزید کو بھیجا۔ ولید نے آپ کا سر مدینہ میں آپ کی والدہ کے پاس بھیج دیا۔ جب جناب ریطہ نے اپنے اٹھارہ سال کے نوعمر لڑکے کا سر اپنی جھولی میں رکھا۔ اور بنی امیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

شردتموہ عنی	عرصہ دراز تک تم لوگوں نے
طویلا وابدیتموہ	اسے مجھ سے روپوش رہنے
الی قتیلا۔	پر مجبور کیے رکھا۔ اور اب
	اس کا کٹا ہوا سر مجھے بھیجا ہے

Presented by www.ziaraat.com

صلوات اللہ علیہ — اس پر اور اس کے آباء پر
وعلی آبائه بکرة — صبح وشام اللہ کی رحمتیں نازل
واصیلا۔ — ہوں۔

آپ کا مزار جرجان میں ہے۔

شہادت محمد و ابراہیم :۔

یہ وہ محمد و ابراہیم ہیں جنہیں صحیفہ سجادیہ دینے کی وصیت جناب یحیٰی نے کی تھی۔

یہ دونوں عبداللہ ابن حسن مثنیٰ ابن حسنؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب کے فرزند تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب بنی عباس بنی امیہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور انقلاب کامیاب ہو چکا تھا۔ ابو جعفر سفاح کی پوری مدت حکومت میں یہ روپوش رہے۔ جب منصور تخت آرا ہوا تو اسے پتہ چلا کہ یہ بھائی خروج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ منصور نے انہیں کافی تلاش کیا جب انہیں تلاش نہ کر سکا تو اس نے ان کے والد صاحب عبداللہ کو زندان میں ڈال دیا۔ یہ دونوں ایک مرتبہ چھپ کر اپنے والد کو زندان میں ملنے آتے تو اس نے ان سے کہا اگر منصور تمہیں شرافت سے زندہ نہیں رہنے دیتا تو تمہیں شرافت کی موت سے تو کوئی نہیں روک سکتا۔

دونوں بھائیوں نے منصور کے خلاف خروج کا ارادہ کیا۔ محمد نے مدینہ اور ابراہیم نے بصرہ پر بیک وقت قبضہ طے کیا۔ سوئے اتفاق سے ابراہیم بیمار ہو گئے

اور طے شدہ پروگرام کے مطابق بصرہ پر قبضہ نہ کر سکے۔ محمد نے مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ منصور نے عیسیٰ ابن موسیٰ ابن علی ابن عبداللہ ابن عباس کو لشکر دے کر مقابلہ کے لیے بھیجا۔

جب عیسیٰ کا لشکر مدینہ میں آیا تو محمد گھر کے اندر گیا۔ اپنی بہن کو بلایا تمام وہ کاغذات جن پر ان کے مددگاروں کے نام لکھے تھے۔ اپنی بہن کے سپرد کیے۔ بہن سے کہا۔

آج جنگ ہو گی۔ دوران جنگ اگر وقت زوال بارش آجائے تو سمجھ لینا کہ میں قتل ہو جاؤں گا۔ اور اگر بارش نہ آئے آندھی آجائے تو سمجھ لینا میری فتح ہو گی۔

اگر میں قتل ہو جاؤں اور میری لاش آپ کو مل جائے تو اسے فلاں مقام پر دفن کر دینا۔

اور یہ تمام کاغذات تندور میں جلا دینا تاکہ ان لوگوں کے نام منصور کے ہاتھ نہ آئیں۔ جنہوں نے ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔

وقت زوال بارش کے آثار شروع ہو گئے۔ آپ کی بہن کو اپنے بھائی کی شہادت کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے تندور روشن کرایا۔ اور فہرستیں اس میں ڈال دیں۔ جب آپ شہید ہو گئے اور دفن کے لیے اس جگہ کو کھودا گیا۔ جہاں کی آپ نے نشاندہی کرائی تھی وہاں سے ایک پتھر کی تختی برآمد ہوئی جس پر لکھا ہوا تھا۔

ھذا قبر حسنؑ ابن علیؑ ابن ابیطالبؑ۔	یہ حسنؑ ابن علیؑ کا مزار ہے۔

دوسری طرف جناب ابراہیم نے یکم رمضان ۱۴۵ھ کی رات بصرہ میں خروج کیا۔

آپ کے ساتھ اشراف بصرہ میں سے بشیر نہال اعمش، سلیمان ابن مروان، عباد ابن منصور قاضی۔ مفضل ابن محمد۔ اور حافظ سعید نے آپ کا ساتھ دیا۔

بعض مورخین ابو حنیفہ امام اعظم کو بھی جناب ابراہیم کے ساتھیوں سے شمار کرتے ہیں۔

امام اعظم کا ایک فتوی بھی کتب تاریخ میں ملتا ہے کہ جناب ابراہیم کا ساتھ دینا دین واسلام کا ساتھ دینا ہے۔ منصور نے امام اعظم پر جو سختیاں کی تھیں ان کی وجہ بھی یہی فتوی بتائی جاتی ہے۔

جناب ابراہیم کی حکومت پر تمام اہل بصرہ خوش تھے۔ منصور نے جناب ابراہیم سے جنگ کے لیے عیسیٰ ابن موسیٰ کو بھیجا جب جناب ابراہیم کو معلوم ہوا کہ دوانیقی لشکر بصرہ کی طرف آرہا ہے تو بصرہ سے لشکر لے کر باہر نکلے راستہ میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ جناب ابراہیم کا لشکر بڑی بے جگری سے لڑا دوانیقی لشکر کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ بھاگنے لگے۔ بصری لشکر نے ان کا تعاقب کیا۔

جناب ابراہیم نے حکم دیا کہ کسی بھاگنے والے کو کچھ نہ کہا جائے۔ یہ حکم سن کر جب بصری لشکر پیچھے ہٹا تو دوانیقی لشکر یہ سمجھا کہ شاید بصری لشکر شکست کھا گیا ہے۔

انہوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں جناب ابراہیم کی پیشانی میں ایک تیر لگا۔ جو دماغ تک چلا گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت ابراہیم نے فرمایا۔
سبحان اللہ! وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے مجھے اتار دو آپ کو گھوڑے سے اتار گیا۔ وہیں آپ کا انتقال ہوگیا۔ منصور کوفہ میں تھا۔ دوانیقی لشکر جب جناب ابراہیم کا سر لے کر منصور کے پاس پہنچا تو اس نے سر کو طشت میں رکھا اور کہنے لگا۔

تو میرا سر چاہتا تھا لیکن تجھے معلوم نہیں تھا کہ تیرا سر میرے لیے آسان تھا۔

جناب ابراہیم کی عمر اس وقت اڑتالیس برس تھی۔

ہارون رشید اور اولاد زہراؑ:۔

عیون الرضا میں عبداللہ نیشاپوری سے مروی ہے کہ میرے اور حمید ابن قحطبہ طائی کے درمیان باہمی معاملہ تھا۔
ماہ رمضان تھا۔ دن کے وقت میں گیا۔ حمید نے مجھے اندر بلا لیا۔ دستر خوان پر بیٹھا تھا۔ مجھے کھانے کو کہا۔
میں نے کہا۔ حضور! الحمد اللہ نہ تو میں سفر سے ہوں۔ نہ بیمار ہوں نہ ہی کوئی شرعی عذر ہے۔ میں روزہ سے ہوں۔ ممکن ہے آپ کسی وجہ سے معذور ہوں، آپ تناول فرمائیں۔
وہ کھانے میں مصروف ہوگیا۔ جب فارغ ہوا اور میں نے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔
میں نے پوچھا۔ خیریت تو ہے اس وقت رونے کا سبب کیا ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

حمید نے کہا۔

اے عبداللہ! روزے اور نمازیں وغیرہ احکام اسلام پر عمل صرف اس لیے کیا جاتا ہے کہ آخرت میں نجات ہو اور جنت ملے۔ جس شخص کو یقین ہو کہ وہ کچھ بھی کرتا رہے جنت میں نہیں جائے گا اس کے لیے احکام دین پر عمل کرنا تکلف سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ میں اپنے اعمال کو دیکھ رہا ہوں کہ میں جنت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

میں نے پوچھا۔ آخر اتنے کون سے گناہ ہیں جن کی وجہ سے آپ اتنے مایوس ہو چکے ہیں۔

حمید نے کہا۔

تو میرے ان احباب سے ہے جنہیں میں ہر راز بتا سکتا ہوں۔ آج تک یہ راز میرے دل پر پہاڑ کی طرح بوجھ ہے تجھے سنائے دیتا ہوں اور کچھ نہیں تو کم از کم دنیا میں تو یہ بوجھ قدرے ہلکا ہو جائے گا۔

ایک رات میں اپنے گھر سو رہا تھا۔ کافی دیر ہو چکی تھی کہ ہارون کا خادم خاص آیا اور کہا کہ تجھے ہارون بلا رہا ہے۔ میں اٹھ کر چلا آیا۔ جب آکر دیکھا تو ہارون بیٹھا تھا۔ ایک غلام قریب کھڑا ہوا تھا۔ ایک شمع جل رہی تھی اور ہارون کے سامنے برہنہ تلوار رکھی تھی۔

میں نے سلام کیا۔ ہارون نے مجھے دیکھا اور پوچھا۔ تیرے دل میں میرا کتنا وقار ہے۔

میں نے کہا۔ میں آپ پر اپنی جان اور مال قربان کر سکتا ہوں۔

ہارون مسکرا دیا اور مجھے واپس جانے کو کہا۔ میں واپس گھر آیا۔ ابھی بستر

پر سویا ہی تھا۔ کہ پھر دق الباب ہوا میں دروازہ پر آیا تو وہی غلام کھڑا تھا۔ اس نے کہا۔ آپ کو ہارون بلا رہا ہے۔

میں پھر آیا ہارون اسی جگہ اسی طرح بیٹھا ہوا اور تلوار بھی اسی طرح برہنہ تھی۔ سلام دیا اور کھڑا ہو گیا۔

ہارون نے جواب سلام دے کر وہی سوال دہرایا کہ تو مجھے کیسے سمجھتا ہے۔

میں نے کہا۔

میں آپ پر اپنی جان اپنا مال اور اپنا ناموس قربان کر سکتا ہوں۔

ہارون مسکرایا اور مجھے واپس گھر جانے کو کہا۔ میں واپس آگیا۔ ابھی بستر پر لیٹا ہی تھا کہ دق الباب ہوا۔ دروازہ پر آیا۔ دیکھا ہارون کا وہی نوکر کھڑا ہوا تھا۔

اس نے کہا۔ آپ کو ہارون بلا رہا ہے۔ میں اس کے ساتھ چلا آیا۔ ہارون وہیں بیٹھا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ ہارون نے جواب سلام دیا اور پھر وہی سوال دہرایا۔

میں نے کہا۔ میں آپ پر جان، عزت، مال، اولاد اور دین سب کچھ قربان کر سکتا ہوں۔

اس مرتبہ پہلے سے زیادہ مسکرا دیا۔ اور کہا۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر مجھے ثبوت چاہیے یہ تلوار لے کر اس غلام کے ساتھ چلا جا جو کہے اس پر عمل کر۔

میں نے تلوار اٹھائی اور غلام کے ساتھ ہو لیا۔ غلام ایک کوچہ میں آیا ایک

مقفل دروازہ کھولا۔ اندر گیا۔ مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ میں نے اندر جا کر دیکھا تو اس گھر میں تین کمرے تھے۔ تینوں مقفل تھے۔ درمیان میں ایک کنواں تھا۔

غلام نے ایک کمرہ کا مقفل کھولا اور مجھے کہا ایک ایک کو بلاتا جا ان کے سر دروازہ پر رکھتا جا اور جسم کنوئیں میں پھینکتا جا۔ میں نے ایک ایک کو قتل کرنا شروع کیا۔ اس کمرہ میں بیس آدمی موجود تھے جو تمام قتل ہو گئے۔ غلام نے پھر دوسرے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اس میں بھی بیس آدمی تھے جنہیں میں نے قتل کیا۔ غلام نے تیسرے کمرہ کا قفل کھولا۔ اس میں سے بھی غلام ایک ایک کو پکڑ کر میرے ہاتھ میں دیتا رہا۔ اور میں ایک ایک کو قتل کرتا چلا گیا جب انیس قتل کر چکا اور آخری بیسواں آدمی بچ گیا۔

اس نے جب دروازہ پر سروں کا ڈھیر دیکھا تو بے ساختہ اس کی چیخ نکل گئی۔ اور واجداہ کہہ کر دھاڑیں مارنے لگا۔

میں نے کہا۔ بندہ خدا تو تو بہت بوڑھا ہے۔ تیرے ابرو آنکھوں پر گر چکے ہیں۔ میں نے کمسن بچوں کو بھی مارا ہے جوانوں کو بھی قتل کیا ہے مگر ان میں سے کوئی بھی موت سے اسی طرح نہیں ڈرا جس طرح تو بوڑھا ڈر رہا ہے۔

اس نے کہا۔ تجھے کیا معلوم کہ میں موت سے ڈر کر رو رہا ہوں۔

میں نے کہا۔ پھر کیا وجہ ہے کیوں رو رہا ہے۔

اس نے کہا۔ ظالم! میں پہلے تو اپنی مظلومیت کو رو رہا ہوں کہ ہم اولاد علی و بتول اتنے مظلوم ہیں کہ آج لوگوں کو ہمیں قتل کرتے ہوئے ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔ دوسرا اس لیے رو رہا ہوں کہ جو انسٹھ بچے اور جوان تو نے قتل کیے یہ سب

میرے بیٹے پوتے اور نواسے تھے۔ کاش تو پہلے مجھے قتل کرنا میں اپنی آنکھوں سے ان کے خون آلود سر اور تڑپتے جسم تو نہ دیکھتا۔

یہ سنکر میرا جسم لرزنے لگا۔ ہاتھ کانپنے لگے۔ دل دھک دھک کرنے لگا۔

غلام نے کہا۔ ہارون کا حکم ہے جلدی کر۔

میں نے کسی توجہ کے بغیر دل کڑا کیا اور اس بوڑھے کا سر بھی قلم کر لیا۔

اب بھلا تو بتا جس شخص نے ساٹھ قتل اولاد علیؑ و زہراؑ سے بلا جرم و خطا کیے ہوں۔ اسے نماز یا روزہ کوئی فائدہ دے گا۔ مجھے یقین ہے کہ میرا دائمی ٹھکانا جہنم ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

شہادت سعید ابن جبیر

اولاد علیؑ و زہراؑ کی طرح ان کے ماننے والوں کو بھی ہر دور میں صرف اس جرم میں تہ تیغ کیا جاتا رہا کہ وہ محبان علیؑ و زہراؑ ہیں۔ ان شہداء میں سے معروف ترین شہید ایک سعید ابن جبیر بھی ہے۔

علامہ دمیری نے حیواۃ الحیوان میں ابو شداد عیدی سے روایت کی ہے کہ جب حجاج ابن یوسف کے سامنے محبان علی میں سعید ابن جبیر کا تذکرہ کیا گیا تو حجاج نے متلمس ابن احوص نامی شامی کو انیس افراد دے کر جناب سعید کی تلاش اور گرفتاری کے لیے بھیجا۔

یہ لوگ آپ کو تلاش کر رہے تھے کہ ان کی ملاقات ایک گرجا میں ایک راہب سے ہو گئی۔

ان لوگوں نے راہب سے سعید کے متعلق پوچھا۔

راہب نے کہا۔ اگر اس کا حلیہ اور چال چلن بتا دو تو ممکن ہے میں تمہاری راہنمائی کر سکوں۔

Presented by www.ziaraat.com

ان لوگوں نے راہب کو جناب سعید کا حلیہ بتایا۔ راہب نے انہیں اس مکان کی نشاندہی کردی جہاں سے انہیں آپ مل سکتے تھے۔ یہ لوگ جب وہاں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ صحرا میں جناب سعید نے مصلائے عبادت بچھایا ہوا ہے اور بآواز بلند مصروف مناجات ہیں۔

ان لوگوں نے سلام کیا۔ آپ نے مناجات کو ختم کر کے جواب سلام دیا۔

ان لوگوں نے کہا۔ آپ کو حجاج نے بلایا ہے ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔ تشریف لے چلیں۔

جناب سعید نے پوچھا۔ کیا لازماً جانا ہے۔

انہوں نے کہا۔ لازماً جانا ہے۔

آپ اٹھے۔ حمد خدا بجا لائے۔ محمد و آل محمد پر درود بھیجا۔ جائے نماز کو لپیٹا اور ان کے ساتھ چل پڑے۔

راستہ میں اسی گرجا کے قریب آئے غروب ہو رہا تھا۔ آگے آبادی دور تھی۔ باہمی مشورہ سے رات اسی گرجا میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔ گرجا کا دق الباب کیا۔

راہب نے اوپر سے جھانک کے پوچھا۔ تمہارا مطلوب تمہیں مل گیا ہے۔

انہوں نے کہا ہاں۔ مطلوب تو مل گیا ہے لیکن ہم رات یہیں گزارنا چاہتے ہیں۔

راہب نے کہا۔ اگر رات یہیں گزارنا ہے تو جلدی سے اندر آجاؤ۔

Presented by www.ziaraat.com

اور چھت پر چڑھ جاؤ۔ اس صحرا میں ایک آدم خور شیرنی اور ایک شیر رہتے ہیں جو انسانوں کی بو سونگھتے پھرتے ہیں۔ رات کی سیاہی پھیلنے سے بھی پہلے شکار کو نکل کھڑے ہوتے ہیں۔

یہ لوگ جب اندر جانے لگے۔ تو جناب سعید نے اندر جانے سے انکار کر دیا۔

یہ لوگ سمجھے شاید جناب سعید بھاگنے کی راہ تلاش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم تجھے ایسے بھاگنے تو نہ دیں گے۔

جناب سعید نے فرمایا۔ میں بھاگنا بھی نہیں چاہتا۔ لیکن ایک مشرک کے مکان میں بھی نہیں آؤں گا۔ آپ لوگ مجھے یہیں باہر رہنے کی اجازت ہی دے دیں۔

انہوں نے کہا۔ کیا تو نہیں سن رہا کہ یہاں آدم خور شیر اور شیرنی انسانوں کی بو سونگھتے پھرتے ہیں۔

جناب سعید فرماتے ہیں۔

تم مجھے اس کے حوالے کر دو۔ وہ جانیں اور میں جانوں۔ کیا ضروری ہے کہ وہ ہر ایک کو اپنا شکار سمجھتے ہوں۔ ممکن ہے وہ مجھے شکار کرنے کی بجائے میری رکھوالی کریں۔ اور تم لوگوں کی نسبت اچھی حفاظت کریں۔

یہ کہنے لگے۔

کیا تو کوئی نبی ہے۔

جناب سعید نے کہا۔ میں نے کب کہا ہے کہ میں نبی ہوں میں صرف اللہ کا بندہ اور اس کے نبی کا ادنیٰ سا ماننے والا ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

انہوں نے کہا۔ اگر آپ ہمیں قسم دے دیں کہ میں نہ بھاگوں گا تو ہم آپ پر اعتبار کیسے لیتے ہیں۔

جناب سعید نے انہیں قسم دی وہ اندر چلے گئے۔ اور آپ مصلائے عبادت بچھا کر مصروف عبادت ہو گئے۔

جب یہ لوگ اندر گئے تو پادری نے انہیں کہا۔ دیکھو تمہارا ساتھی مجھے کٹر مذہبی لگتا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہیں وہ آدم خوروں کا شکار نہ ہو جائے۔ اور تمہارا سفر رائیگاں جائے ایسا کرو۔ کمانیں سنبھال لو اور باری باری اس کی حفاظت کرو۔

یہ لوگ کمانیں سنبھال کر بیٹھ گئے۔ جب اندھیرا چھا گیا۔ تو شیر اور شیرنی بھی آ گئے

جب انہوں نے جناب سعید کو دیکھا تو پہلے شیرنی آگے بڑھی اس نے اپنا منہ جناب سعید کے قدموں میں رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس پلٹی۔ پھر شیر آگے بڑھا اس نے بھی اپنا منہ جناب سعید کے قدموں پر رکھا اور کچھ دیر بعد وہ بھی واپس ہو گیا۔

اور کچھ فاصلہ پر جا کر دونوں ایک جناب سعید کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب بیٹھ گئے۔

راہب اور حجاج کے سپاہیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو مارے حیرت کے ان کی جان نکل گئی۔

جب صبح نمودار ہوئی تو انہوں نے دیکھا اور دونوں آدم خور ایک مرتبہ پھر آگے بڑھے۔ باری باری انہوں نے اپنا منہ جناب سعید کے قدموں پر رکھا اور

Presented by www.ziaraat.com

صحرا میں چلے گئے۔

یہ لوگ نیچے اترے سب کے سب جناب سعید کے قدموں پر گر پڑے راہب آگے بڑھا اور اس نے جناب سعید سے دین کے بارے میں پوچھا آپ نے اسے کلمہ پڑھایا وہ مسلمان ہو گیا۔

جناب سعید سے دیگر احکام دین سیکھے۔ حجاج کے سپاہی جناب سعید کے قدموں کی مٹی تبرکاً اٹھانے لگے۔

وہاں سے روانہ ہوتے جب واسط میں پہنچے تو جناب سعیدؓ نے ان سے فرمایا۔

دیکھو مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرا وقت قریب آگیا ہے۔ ایسا کرو آج رات یہیں گزار لو۔ مجھے ایک رات کی مہلت دے دو۔ تاکہ میں اپنے کو سفر آخرت کے لیے تیار کر لوں۔ آج کی رات تم مجھے تنہا چھوڑ دو صبح جہاں جاؤ گے میں خود تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔

بعض سپاہیوں نے کہا۔ دیکھو یہ تمہیں جل دے جائے گا۔ اب اتنا زیادہ سفر نہیں ہے گھنٹہ بھر کا سفر ہے انعام ہمارے انتظار میں ہے۔ اسے چھوڑنے کی حماقت نہ کرو۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔

ایک سپاہی نے کہا۔ دیکھو اس جیسا شریف آدمی کبھی جھوٹ نہیں بولتا اعتبار کر لو۔ اگر بھاگ بھی گیا تو جو انعام کھو گے میں تمہیں دے دوں گا اسے مہلت دے دو۔

بالآخر انہوں نے جناب سعید کو اجازت دے دی۔ آپ نے تنہا صحرا میں بیرون شہر تمام رات عبادت میں گزاری۔ صبح ابھی وہ لوگ اٹھے نہیں تھے کہ

Presented by www.ziaraat.com

جناب سعید نے آکر دق الباب کیا۔ جب ان کی نظر آپ پر پڑی تو سب قدموں میں گر گئے اور کہنے لگے۔

اے عبد خدا! اللہ کے نام پر ہمیں معاف کر دینا۔ کاش ہم آپ کی تلاش میں نہ آتے۔ پھر یہ لوگ جناب سعید کو حجاج کے پاس لائے۔ متلمس نے آگے بڑھ کر حجاج کو مبارک باد دی۔

حجاج نے جناب سعید سے کہا۔ کیا تو شقی ابن کسیر ہے؟

جناب سعید نے فرمایا۔ میری ماں میرے نام سے تیری نسبت زیادہ واقف تھی۔

حجاج نے کہا۔ تو خود بھی سیاہ بخت ہے اور تیری ماں تجھے جنم دے کر تیرہ بخت بن گئی۔

جناب سعید نے فرمایا۔ علم غیب تیرے علاوہ دوسرے جانتے ہیں۔

حجاج نے کہا۔ اب دنیا کے عوض میں تجھے دہکتی آگ میں بھیجوں گا۔

جناب سعید نے فرمایا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ یہ کام تیرے ہاتھ میں ہے تو میں تجھے معبود مان لیتا۔

حجاج نے کہا۔ محمد کے متعلق کیا نظریہ ہے۔

جناب سعید نے فرمایا۔ وہ نبی رحمت تھے۔

حجاج نے کہا۔ علی کے متعلق کیا کہتا ہے جنت میں ہو گا یا جہنم میں؟

Presented by www.ziaraat.com

جناب سعید نے فرمایا۔ کاش کہ میں نے جنت اور جہنم میں داخل ہو کر انہیں تلاش کیا ہوتا۔

حجاج نے کہا۔ خلفاء کے متعلق تیرا کیا نظریہ ہے؟

جناب سعید نے فرمایا۔ میں ان کا نگران نہیں رہا۔

حجاج نے کہا۔ ان میں سے تجھے کون زیادہ پسند ہے۔

جناب سعید نے فرمایا۔ مجھے وہی زیادہ پسند ہے جو خوشنودی خدا کا زیادہ خیال رکھتا تھا۔

حجاج نے کہا۔ ان میں سے کسے خوشنودی خدا کا زیادہ خیال رہتا تھا؟

جناب سعید نے فرمایا۔ اس کا علم اللہ کو ہے جو ان کے ظاہر و باطن سے واقف ہے۔

حجاج نے کہا۔ تو مسکراتا کیوں نہیں؟

جناب سعید نے فرمایا۔ میں کیسے مسکرا سکتا ہوں جب کہ مٹی سے بنا ہوا اور آگ مٹی کو جلا ڈالتی ہے۔

حجاج نے کہا۔ ہم کیوں مسکراتے ہیں۔

جناب سعید نے فرمایا۔ تمام دل اللہ نے ایک جیسے نہیں بنائے۔

حجاج نے حکم دیا۔ کہ ہیرے اور جواہرات کا سعید کے سامنے ڈھیر لگا اور جب ڈھیر لگا دیا گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

توجناب سعید نے فرمایا۔ اگر یہ سب کچھ تو نے اس لیے جمع کیا ہے کہ ان سے تو اپنی آخرت سنوارے گا۔

تو بڑے سود مند ہیں۔ اور اگر ان کے جمع کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے تو پھر اس دن کے دھماکے کو یاد کر جس دن ماں بچے کو بھی پھینک دے گی۔ دولت دینا میں سے وہی بہتر ہے۔ جو پاکیزہ اور مذکی ہو!

پھر حجاج نے آلات لہو و لعب اور بزم رقص و سرور کا حکم دیا۔

جناب سعید کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہنے لگے۔

حجاج نے کہا۔

سعید کیسی موت پسند کرو گے۔

جناب سعید نے فرمایا۔ مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے جیسی موت تجھے پسند ہو۔ تو جس طرح مجھے مارے گا قیامت میں اسی طرح اللہ تجھے مارے گا۔

حجاج نے کہا۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے معاف کر دوں؟

جناب سعید نے فرمایا۔ تیری معافی کی کیا قیمت ہے اگر معافی مانگنا ہو گی تو اللہ سے مانگوں گا۔

حجاج نے کہا۔

اسے باہر لے جاؤ اور قتل کر دو۔

جب جلاد لے جانے لگے تو جناب سعید مسکرا دیتے۔ جلاد نے حجاج کو بتایا۔

Presented by www.ziaraat.com

حجاج نے پوچھا۔
اب کس لیے مسکرایا ہے؟
جناب سعید نے فرمایا۔ تیری اللہ پر جرات پر ہنسی آگئی۔
حجاج نے کہا۔ اسے یہیں میرے سامنے قتل کرو۔ کھال بچھائی گئی جناب سعید کو اس پر لٹایا گیا۔
جناب سعید قبلہ رخ تھے۔ آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔
وجہت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفاً مسلماً وما انا من المشرکین
حجاج نے کہا۔ اس کا قبلہ سے منہ ہٹا دو۔ جب جناب سعیدؒ کو قبلہ رخ سے پھیر دیا گیا۔ تو آپ نے پھر اس آیت کی تلاوت کی۔
اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔
حجاج نے کہا۔ اسے اوندھے منہ لٹاؤ۔ جب اوندھے منہ لٹایا گیا۔ تو جناب سعید نے یہ آیت تلاوت کی۔
منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ۔
حجاج نے کہا۔ یہ شیعہ علی ہے۔ یونہی کچھ نہ کچھ پڑھتا رہے گا اب دیر نہ کرو فوراً ذبح کردو جلاد نے تلوار علم کی اور جناب سعید نے پڑھا
اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ
پھر یہ دعا مانگی۔ اے میرے اللہ! میرے قتل کے بعد اسے کسی اور شیعہ علیؑ کے قتل پر موفق نہ کرنا۔ بعد از شہادت جناب سعید کا کٹا ہوا سر کافی دیر کلمہ توحید پڑھتا رہا۔ شہادت جناب سعید کے بعد حجاج صرف پندرہ دن زندہ رہا پھر واصل جہنم ہو گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

شہادت جناب قنبر :-

ارشاد شیخ مفید کے مطابق ایک دن حجاج کو کوئی شیعہ علیؑ قتل کے لیے نہ مل سکا۔ یہ بڑا پریشان ہوا۔ اور کہنے لگا۔

کیا شیعہ ختم ہو گئے ہیں یا روپوش ہو گئے ہیں۔ اب تو قتل کرنے کو ایک بھی شیعہ نہیں ملتا۔

درباریوں میں سے ایک بدنصیب نے کہا۔ اگر کوئی تلاش کرنے والا ہو تو ایک ایسا شیعہ علیؑ موجود ہے جس کے مقابلہ میں آج کا ہر شیعہ ہیچ ہے۔

حجاج نے پوچھا۔ وہ کون ہے ؟

اس ظالم نے کہا۔ حضرت علیؑ کا غلام قنبر۔

حجاج نے کہا۔ تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ وہ کہاں سے ملے گا اس نے نشاندہی کی۔ حجاج نے اسی وقت چند سپاہی بھیجے وہ جناب قنبر کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس لے آئے۔

حجاج نے پوچھا۔ کیا تو قنبر ہے ؟

جناب قنبر نے فرمایا۔ میں ہی قنبر ہوں۔

حجاج نے کہا۔ کیا تو بنی ہمدان سے ہے ؟

جناب قنبر نے فرمایا۔ ہاں میں بنی ہمدان سے ہوں۔

حجاج نے کہا۔ کیا تو علی ابن ابی طالب کا غلام تھا۔

جناب قنبر نے فرمایا۔ میرا مولیٰ تو اللہ ہے البتہ علی ابن ابی طالب میرے ولی نعمت تھے اور ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

حجاج نے کہا۔ علیؑ کے مسلک سے اعلان برات کر

جناب قنبر نے فرمایا۔ یہ معمولی بات ہے بشرطیکہ تو مجھے مسلک علیؑ سے کسی اچھے مسلک کی راہنمائی کا وعدہ کرے۔

حجاج نے کہا۔ میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں بتا کیسی موت پسند کرے گا؟

جناب قنبر نے فرمایا۔ یہ بات مجھ سے نہ پوچھ اپنے سے پوچھ لے جیسی موت تجھے خود پسند ہو کیونکہ قیامت کے دن تجھے ویسے قتل کروں گا جیسے تو آج مجھے قتل کرے گا۔ ویسے مجھے میرا آقا پہلے بتا چکا ہے تو مجھے اپنی طرف سے انتہائی اذیت ناک طرح سے ذبح کرے گا۔

حجاج نے جناب قنبر کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

جنابِ کمیل ابنِ زیاد نخعی کی شہادت

جناب کمیل ایک معروف شیعہ علی تھے۔ حجاج کو جب پتہ چلا کہ کمیل بھی شیعیان علی سے ہے تو اس نے جناب کمیل کی گرفتاری کے احکام بھیجے۔ ارشاد شیخ مفید کے مطابق جب جناب کمیل کو علم ہوا کہ میری گرفتاری کے احکام صادر ہو چکے ہیں تو اپنی قوم بنی نخع نے انہیں روپوش کر دیا۔

جب حجاج تلاش میں ناکام ہوا تو اس نے بنی نخع کے وہ تمام وظائف بند کر دیئے جو انہیں حکومت کی طرف سے ملتے تھے۔ جناب کمیل کو جب علم ہوا کہ میری وجہ سے حجاج نے بنی نخع کی تمام مراعات ختم کر دی ہیں تو انہوں نے اپنی قوم کے معزز افراد سے مشورہ کیا۔ اور انہیں کہا۔

دیکھو میں اس وقت زندگی کی آخری حدود پر ہوں۔ میرا آخرت کی طرف قدم کسی وقت بھی اٹھ سکتا ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں اشر الناس کے ہاتھوں محبت علی میں شہید ہو جاؤں۔ آپ لوگ نہ میرے لیے پریشان ہوں اور نہ میری وجہ سے آزمائشوں اور مصائب میں مبتلا ہوں۔ میں اپنے کو حجاج کے

Presented by www.ziaraat.com

پیش کیے دیتا ہوں۔

معززین قوم نے ایسا نہ کرنے کی کافی منت وسماجت کی۔ لیکن جناب کمیل نے فرمایا۔ اگر منت ہی کرنا ہے تو پھر میں آپ لوگوں کی منت کرتا ہوں کہ آپ مجھے مقام شہادت سے محروم نہ کریں۔ اس پر تمام افراد خاموش ہو گئے۔

جناب کمیل نے اپنے آپ کو حجاج کے پیش کر دیا۔ جب حجاج نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ کافی عرصہ سے اس کوشش میں تھا کہ میرا ہاتھ تجھ تک پہنچ جاتے۔

جناب کمیل نے فرمایا۔ زیادہ دانت نکالنے یا کچھ غلط کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے بہت زندگی گزار لی ہے۔ اب مجھے ویسے بھی زیادہ دن زندہ نہیں رہنا۔ میں اسی چیز کے لیے تیار ہو کے آیا ہوں جس کیلئے تجھے میری تلاش تھی۔ جو فیصلہ کرنا ہے بے فکر ہو کر کر لے۔ ہمارا آخری میدان تو میدان حشر ہے اور میرے قتل کے بعد حساب تجھے ہی دینا ہوگا۔ میں پہلے اس سے مطلع تھا۔

حجاج نے پوچھا۔ تو کس چیز سے مطلع تھا؟

جناب کمیل نے فرمایا۔ اپنی موت سے۔

حجاج نے کہا۔ تجھے کیسے معلوم ہے۔

جناب کمیل نے فرمایا۔ مجھے میرے آقا امیر المومنین علی ؑ بتا کے گئے تھے کہ مجھے تیرے ہاتھوں موت آئے گی۔

حجاج نے کہا۔ پھر تو اگر میں تجھے قتل کر دوں تو میں اس کا مجرم نہیں ہوں گا۔

جناب کمیل نے فرمایا۔ یہ اس صورت میں ممکن تھا جب قضا و قدر

Presented by www.ziaraat.com

کا مالک تو ہوتا۔

حجاج نے جلاد کو حکم دیا کہ اس شیعہ علیؑ کا سر قلم کر لے۔ جلاد نے تلوار علم اور جناب کمیل پر وار کیا جس سے آپ کا سر جدا ہو گیا۔

اولادِ زہرا دیواروں میں :۔

تاریخ کا یہ پہلو کتنا دردناک ہے یہ ہر انسان اپنے ضمیر سے پوچھ سکتا ہے۔ منتخب کے مطابق جب منصور نے بغداد کی تعمیر شروع کی تو وہ اولادِ علیؑ و زہراؑ کی تلاش میں رہتا تھا تاکہ ان سادات کو دیواروں میں چن دیا جائے۔ اس قسم کے واقعات سے تاریخ لبریز ہے۔ اس ظلم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابو جعفر سفاح کے زمانہ سے جو تشدد شروع ہوا عباسی حکومت کے پورے زمانہ میں جو سات صدیوں سے اوپر تک محیط ہے۔ اس دور میں سید مرد کا تلاش کرنا نہ صرف مشکل تھا بلکہ ناممکن تھا۔ سادات مردوں اور بچوں کو یا شہید کیا گیا اور یا دیواروں میں چن دیا گیا۔ ہر گھر میں صرف دختران علیؑ و زہراؑ رہ گئیں۔ بطور نمونہ صرف ایک واقعہ پیش کرتے ہیں۔

عیون اخبار رضا کے مطابق ایک دن منصور کو اولاد امام حسنؑ سے ایک سات آٹھ سال کا بچہ مل گیا۔ اس بچے نے سیاہ کپڑے پہنے ہوئے تھے منصور نے معمار کو بلا کر یہ کمسن سیدزادہ اس کے سپرد کیا اور اسے کہا کہ اسے اس دیوار میں چن دینا جو آج بنانا ہے۔ ساتھ ہی نگران بھی مقرر کر دیا تاکہ معمار کہیں حکم عدولی نہ کرے۔

معمار کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا جب شہزادہ کو دیوار میں کھڑا کیا اس کے

Presented by www.ziaraat.com

گرد اینٹیں چننے لگا۔ دیوار بلند ہوئی گئی۔ اور یہ کمسن شہزادہ خاموشی سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ جب دیوار سر سے بلند ہوتی اور معمار اسے بند کرنے لگا۔ تو معمار کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو ٹپک پڑے اور کہنے لگا شہزادہ گھبرانا مت میں رات کو کسی وقت آکر تجھے نکال لوں گا۔

یہ زہرا کا زادہ خاموش ہو کے کھڑا رہا معمار نے دیوار سے ایک چھوٹا سا سوراخ چھوڑ دیا تا کہ ہوا گذرتی رہے۔ جب رات چھا گئی۔ اور معمار اٹھا۔ چھپتا چھپاتا اس دیوار کے قریب آیا۔ شہزادہ کو دیوار سے نکال کر کہا۔

شہزادے! ایک تو میرے ساتھ اپنے نانا سے میری شفاعت کا وعدہ کرو اور دوسرے میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں بغداد سے کہیں باہر چلے جاؤ ایسا نہ ہو کہ منصور کو پتہ چل جائے اور وہ مجھے قتل کرا دے۔

شہزادے نے کہا۔ معمار تو دونوں باتوں سے بے فکر رہ۔ میں نانا سے تیری شفاعت بھی کروں گا اور بغداد بھی چھوڑ دوں گا۔ پھر شہزادے نے معمار سے کہا۔ ایسا کر میرے سر کے بال کاٹ لے۔

معمار نے کہا۔ وہ کس لیے شہزادے نے کہا! میری ماں ابھی تک میرے انتظار میں ہوگی اور آج مجھے گھر جانے میں اتنی دیر ہو گئی ہے کہ اب تک اسے یقین ہو چکا ہوگا کہ میں نانا کی امت کے ہاتھوں قتل کیا جا چکا ہوں اسی لیے وہ مجھے گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتی تھی۔ آج پتہ نہیں اس نے مجھے کیوں اجازت دے دی۔

میرے یہ بال لے جا کر میری ماں کو دے دینا اور میری طرف سے سلام عرض کر کے اسے میری خیریت سے آگاہ کر دینا۔

Presented by www.ziaraat.com